

طب نبوی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن طریقوں سے خود اپنی بیماریوں کا علاج فرمایا یا دوسرے کسی شخص کے لئے کوئی نسخہ تجویز فرمایا، اور اس سے اس کو نفع تام ہوا، ان تمام آزمودہ طبی نسخوں اور حکیمانہ طریقوں کو ہم نے چند فصلوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ ان فصلوں میں ہم ان حکمتوں کو بیان کریں گے۔ جن حکمتوں تک پہنچنے میں بڑے بڑے بالغ نگاہ اطباء عاجز رہے۔ ان حکمتوں کے سامنے اطباء کا طریق علاج ایک کچھڑا ہوا اور پسماندہ طریق علاج ہے۔ خدا ہماری ان حکمتوں کے بیان کرنے میں مدد فرمائے خدا ہی مدد فرمانے والا ہے۔ اور ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے۔

مرض کی دو قسمیں ہیں

(۱) دلوں کی بیماری

(۲) اجسام کی بیماری

ان دونوں اقسام کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے پھر دل کی بیماریاں بھی دو طرح کی ہیں۔

(۱) شک و شبہ کی بیماری

(۲) شہوت و گمراہی کا مرض

ان دونوں قسم کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ چنانچہ مرض شبہ کے بارے میں قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ قَرَّادَهُمْ
 کہ ان کے دلوں میں شک کی
 اللہ مَرَضًا (بقرہ-۱۰)
 بیماری ہے جسے خدا نے خطرناک
 حد تک بڑھا دیا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَلَيَقُولُ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
 جن کے دلوں میں شک کی بیماری
 مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ
 ہے، اور وہ جو خدا کے منکر ہیں بول
 اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا (مائدہ-۳۱)
 اٹھے کہ خدا نے اس مثال سے کیا
 ارادہ کیا۔

اسی طرح خدا نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں قرآن اور سنت کو ہی اٹل یا
 فیصلہ کن سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو وہ انکار کرتے ہیں یا پس پشت ڈال دیتے
 ہیں۔ فرمایا۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ
مُعْرِضُونَ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ
يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ أَفَبِلَوْ بِهِمْ
مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ
يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ بَلْ
أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ☆
(النور ۴۸، ۴۹، ۵۰)

جب ان کے سامنے خدا اور اس
کے رسول کے حکم ماننے کی بات
رکھی جاتی ہے تو ان کی ایک
جماعت انکار کر بیٹھتی ہے اور اگر
ان کا کوئی حصہ ہو تو وہ اسے لینے
کی غرض سے یقین کے ساتھ لپکتے
ہیں کیا ان کے دل بیمار ہیں یا
انہیں شک و شبہ نے لپیٹ لیا
ہے۔ یا انہیں اس کا خطرہ لاحق
ہے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول
ہمارے حصے کم نہ کر دیں۔ یہی
ہیں جو بیجا روش پر چلنے والے
ہیں۔

یہ مرض شک و شبہات ہیں۔

رہ گیا مرض شہوت تو اس سلسلے میں خدائے کریم نے فرمایا۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ
مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا
تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ☆
(احزاب ۳۲)

اے پیغمبرؐ کی بیویو! تم دنیا کی
دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔
اگر تم پارسائی برتو تو پھر تمہاری
گفتگو میں بھی کوئی لچک نہ ہونی
چاہئے کہ اس لچک سے دل میں
کھوٹ رکھنے والے تم سے کوئی
توقع نہ رکھ سکیں۔

یہ بیماری جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے وہ شہوتِ زنا ہی ہے۔

(۱) فصل

انسانی جسم کے امراض کا تفصیلی بیان

مرض اجسام کے سلسلے میں قرآن کریم نے فرمایا۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَلَا
عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا
عَلَى الْمَرْيُوضِ حَرَجٌ (النور)
اندھے پر کسی قسم کی ادائیگی فرض
ہونے کی ذمہ داری نہیں ہے، اسی
طرح نانگوں سے محروم چلنے سے
معذور پر ذمہ داری نہیں ہے، اور
بیمار محتاج تیمارداری پر بھی کوئی ذمہ
داری نہیں ہے۔

انسانی جسم کے امراض کو حج روزے اور وضو کے ضمن میں بیان فرمانا ایک نادرو
نایاب انوکھے راز کی وجہ سے ہے۔ اس سے قرآن کی عظمت میں چار چاند لگ گئے۔
قرآن کو جس نے سمجھ لیا، اور جس نے اس کی باریکیوں کو جان لیا وہ دنیا کی ساری
دانائی اور حکمت سے قرآن کے صدقے بے نیاز ہو گیا۔

اس لئے کہ علاجِ بدنِ انسانی کے تین بنیادی خطوط ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) حفظانِ صحت

(۲) مرض و اذیت کا تدارک

(۳) موادِ فاسدہ (جن سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں) کا جسمِ انسانی سے نکال
پھینکنا، ان تینوں اصول کا بیان ان تینوں جگہوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان تین
مواقع پر فرمایا۔

آیتِ صوم میں فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ
جَوْتَمِمْ مِّنْ كَوْمٍ يَمَارُهُ - يَاسْفَرُ
عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ
میں ہو تو پھر دوسرے ایام میں ان
(البقرہ ۱۸۴)
کو پورا کرے۔

اس آیت میں خدا نے مریض کو بیماری کا عذر سامنے رکھا، روزے کے دنوں میں کھانے پینے کی اجازت دی، اور مسافر کے لئے بھی عذر سفر کی وجہ سے افطار کو مباح فرمایا، تاکہ دونوں اپنی صحت کی حفاظت کر سکیں اور اپنی قوت کو بحال رکھ سکیں کہ کہیں بیماری میں روزے کی وجہ سے جسم کی قوت اور کاہیدہ نہ ہو جائے اور مرض پر قابو پانے کی صلاحیت کا فقدان نہ ہو جائے، یا سفر میں روزے کی وجہ سے صحت اور قوت میں اضطلال نہ ہو جائے، اس لئے کہ شدت حرکت سفر سے جسم اور قوت میں مزید کاهش ہوگی، اور روزہ اس کی اس حالت میں تحلیل قویٰ کا سبب بنے گا۔ اس لئے روزے کی حالت میں انسان غذا سے محروم رہتا ہے۔ جو انسان کی گھٹتی توانائی کیلئے بدل ماحلیل کا کام کرتا ہے۔ اس طرح قوت کم ہوتی جائے گی، اور ضعف جسمانی بڑھتا جائے گا۔ اس طرح مسافر بھی مریض کے حکم میں رہا اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی صحت اور قوت کو جس کی حالت سفر میں خاصی ضرورت ہے۔ محفوظ و مصون رکھ سکے۔

اسی طرح آیت حج میں ذکر فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ
جَوْتَمِمْ مِّنْ كَوْمٍ يَمَارُهُ - يَاسْفَرُ
أَذَى مِّنْ رَّأْسِهِ فَعِدَّةٌ مِّنْ
سر میں کوئی اذیت ہو تو وہ روزے
کافیہ ادا کرے یا مال کا صدقہ
صِیَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ
دے یا کوئی قربانی کے جانور کا
(البقرہ ۱۹۱)

ذبحیہ دے

اس آیت سے مریض کو یا حج کرنے والے کو جس کے سر میں چوٹ ہو یا جو نے

کھا رکھا ہو۔ یا کھجلی و خارش ہو یا اور کوئی دوسری اذیت ہو، حلق راس سے (سر منڈانے سے) بحالت احرام رک جانے کی اجازت دے دی ہے۔ تاکہ بخارات ردیہ اس سر منڈانے کی صورت میں سر سے باہر آ جائیں اور ان کا استفراغ ہو جائے۔ اس لئے کہ بالوں کی جڑیں اس مادہ کے رک جانے کی وجہ سے یہ اذیت پیش آتی ہے۔ جب بال منڈ دیئے گئے تو مسامات اور بال کی جڑیں کھل گئیں جس سے یہ بخارات ردیہ موافقہ سہ باہر ہو گئے، اسی استفراغ کو سامنے رکھ کر ان چیزوں کے استفراغ کی بھی اجازت ہوگی جن کے رکنے کی وجہ سے انسان کسی بیماری اذیت اور غیر طبعی حالت سے دوچار ہوتا ہے۔

جن چیزوں کے احتباس اور استفراغ دونوں ہی سے انسان اذیت پاتا ہے۔ وہ دس ہیں۔

خون کا جوش مارنا جسے ہیجان دم کہتے ہیں، رک جانا	احتباس دم
جوش منی، ہیجان منی جو غلط انداز سے اخراج پر مجبور کرے	احتباس منی
پیشاب کی شدت	احتباس بول
پاخانے کا زور	احتباس براز
ہوا کا رک جانا	احتباس ریا ح
قے کا رک جانا	احتباس قے
چھینک روک لینا یا رک جانا	احتباس عطاس
نیند کی شدت میں اس کو اچاٹ کر دینا	جس نوم
بھوک کی شدت	احتباس جوع
پیس کی شدت	احتباس عطش

یہ دس چیزیں ہیں جن کو روک دینا بیماری کو دعوت دینا ہے۔

خدائے پاک نے ادنیٰ کے استفراغ کو بیان کر کے آدمی کو بیدار کر دیا، چونکہ ادنیٰ

وہ بخارات تھے جو سر اور کھوپڑی میں رکے ہوئے تھے۔ ان کے رکنے سے مزید اور شدید بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا، اس لئے اسی ادنیٰ کو فوری علاج کے طور پر استفراغ کا حکم فرمایا، اور قرآن کا انداز مخاطب ہر سلسلہ میں خواہ وہ علاج ہو یا کوئی اور دوسری چیز ادنیٰ سے شروع کر کے اعلیٰ تک پہنچتا ہے۔

پرہیز کے سلسلے میں جس پر عمل کرنے سے آدمی کسی بڑے مرض کے حادثہ سے بچ جاتا ہے۔ خدائے پاک نے وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ☆ (النساء: ۴۳)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو۔
یا پاخانہ کر کے واپس ہوئے ہو یا
اپنی بیویوں سے مباشرت کر کے
فارغ ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ
ملے تو پاک اور ستھری مٹی سے تیمم

کرو۔

اس میں خدا نے مریض کو بجائے پانی کے مٹی پر اکتفا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ مریض انسان کا جسم اس اذیت سے بچ جائے۔ جو اس کو پانی کے استعمال سے پہنچتی، اس آیت نے داخل و خارج اندر و باہر سے پہنچنے والی ہر اذیت کے تدارک کی تدبیر اور اس کی روک پر متنبہ فرمایا۔

اس طرح قرآن کریم کے ذریعہ باری تعالیٰ سبحانہ اپنے بدنوں کو اصول طب اور اس کے اساسی قواعد کی طرف رہنمائی فرمائی آگے ہم ان اصول کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے پیش کریں گے، جن سے واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بسلسلہ حفظانِ صحت، صحت و علاج کس قدر مکمل ہیں۔

رہ گیا دل کا علاج تو اس کا حق انبیاء و رسل علیہم السلام کیلئے ہی تسلیم شدہ ہے، اس کا علاج صرف انہیں انبیاء و رسل کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اور انہیں کے ہاتھوں ہوتا

ہے۔ اس لئے کہ دلوں کی صلاح و صحت تو یہی ہے تاکہ وہ اپنے پروردگار کے عارف ہوں اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہوں۔ اس کے اسماء اور اس کی صفات اس کے افعال اس کے احکام سے کماحقہ واقف ہوں اور باری تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی پسندیدگی کی جانب ان کا رخ ہو اس کی مناہی اور غصے کی باتوں سے پرہیز کرنے والے ہوں۔ اس لئے کہ دل کی صحت اور اس کی زندگی ان چیزوں کی حمایت کئے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ ان کا حصول انبیاء و رسل کو ذریعہ بنائے بغیر ہی ممکن ہے۔ کسی کے دل کو توانائی اور اس کی صحت بلا اتباع انبیاء کے متصور نہ ہو سکے گی۔ جو اس کے سوا سوچتا ہے۔ اور دوسری باتوں کا گمان کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بات تو اس کے نفس حیوانی و شہوانی کی زندگی سے متعلق ہے۔ اور اس کی صحت اور قوت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ مگر دل کی زندگی اور دل کی صحت اور اس کی توانائی کا تو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور جوان دونوں حالتوں میں تمیز نہیں کر سکتا تو اس کے دل کی زندگی پر رونا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ دل تو مردہ ہے۔ اسی طرح اس کا نور بھی تاریکیوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۲) فصل

جسم انسانی کا علاج

طب ابدان یعنی جسم انسانی کا علاج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

پہلی نوع خدا نے حیوان مطلق ہو کہ حیوان غیر مطلق دونوں میں بعض چیزیں فطری پیدا کی ہیں۔ ان فطری امور میں کسی طبیب کے علاج اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے بھوک کا علاج، پیاس کا علاج، ٹھنڈک کا دوا، تھکن کا علاج اس لئے کہ ان سب کا علاج ان کے اضداد سے کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شخص طبیب کے مشورے کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ہر وہ تدبیر جس سے یہ چیزیں زائل ہو جائیں سب علاج ہی ہیں۔ اور

انسان بلا مشورہ طبیب بلا کسی غور و فکر کے عمل میں لاتا رہتا ہے۔

دوسری نوع جو غور و فکر سوچ و سمجھ کی محتاج ہے۔ مثلاً امراض متشابہ جو مزاج انسانی کے تغیر کا سبب ہوتے ہیں۔ انسان اس سے اعتدال مزاج پر باقی نہیں رہتا، یہ بے اعتدالی کبھی حرارت کبھی برودت، کبھی پیوست کبھی رطوبت کی زیادتی کے اعتبار سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی یہ ساری چیزیں مختلف کیفیات سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس ترکیب میں کبھی اتنیت ہوتی کبھی کئی کئی کیفیات شامل ہوتی ہیں، اس بے اعتدالی کیفیت کی دو صورتیں ہیں، مادی یا کیفی یعنی یہ بے اعتدالی انصاب مادہ کی بنیاد پر ہوتی ہے یا کسی کیفیت خاص کی پیدائش سے یہ صورت سامنے آتی ہے۔

دونوں میں تمیز کی صورت یہ ہے کہ امراض کیفیت اسی مادہ کے زوال کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جس کے باعث وہ مرض پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ مادہ زائل ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کے اثر سے ایک کیفیت مزاج میں باقی رہ جاتی ہے۔

امراض مادہ کے اسباب اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوتے ہیں۔ چونکہ مرض کا سبب ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ابتدا سب سے پہلے سبب مرض کی جانچ کی جائے گی۔ پھر مرض کی تشخیص پھر دوا تجویز کی جائے۔

امراض آلیہ جن میں اعضا کی بییت اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتی خواہ یہ تغیر شکل میں ہو یا اس کی شکل بگڑ جائے۔ یا کسی تجویف میں کہ زائد یا کم یا چھوٹی بڑی ہو جائے۔ یا کوئی مجری ثانی جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو یا عضو کی خشونت یعنی کھر درا پن بڑھ جائے جہاں نہ ہونا چاہئے ہو جائے یا چکنا ہٹ میں طبعی انداز نہ ہو۔ بلکہ ملاست غیر طبعی پیدا ہو جائے، کسی عضو کی تعداد کم و بیش ہو جائے۔ مثلاً پسلی انگلی وغیرہ یا غیر طبعی مقدار سے بڑا ہو یا عضو اپنی وضع کے اعتبار سے بدلا ہوا ہو۔ مثلاً قضیب یا دوسرے اعضاء کی جگہ بدلی ہوئی ہو جہاں ہونا چاہئے نہ ہو اس لئے کہ اعضاء کے ایک دوسرے میں جڑنے کے بعد اور طبعی گٹھ جوڑ سے ہی بدن بنتا ہے۔ اسی کو اتصال کہتے ہیں، جب

یہ اعضاء اپنے جوڑ و اتصال میں طبعی انداز پر نہیں ہوتے تو اسی کو تفرق اتصال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یا امراض عامہ جن میں متشابہ اور آلیہ دونوں ہی قسم کے امراض شامل ہیں۔

امراض متشابہ جن کے پیدا ہونے کے بعد مزاج کا اعتدال باقی نہیں رہتا اسی لئے ان امراض متشابہ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جن میں مزاج اعتدال سے الگ ہو جائے اور اسی خروج عن الاعتدال یعنی طبعی حالت سے غیر طبعی حالت و کیفیت میں پہنچنے کو مرض کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اس غیر طبعی حالت کی وجہ سے بالفعل ضرر کا احساس ہو۔

امراض متشابہ کی آٹھ قسمیں ہیں چار بسیط چار مرکب
بسیط میں بار دھار طبع یا بس امراض شمار ہوتے ہیں
اور مرکب میں حار رطب، حار یا بس، بار در رطب اور بار دیا بس امراض شمار کئے جاتے ہیں۔

امراض کی آٹھوں قسمیں انصاب مادہ سے پیدا ہوتی ہیں یا بلا انصباب مادہ اگر مرض سے طبعی افعال میں کوئی فرق نہ پیدا ہو تو اس اعتدال سے خارج ہونے کو صحت کہتے ہیں۔

بدن انسانی تین حالتوں سے دوچار ہوتا ہے۔ طبعی حالت، حال خارج طبیعت اور وہ حالات جو ان دونوں کے مابین ہو۔ پہلی صورت میں انسان کا جسم تندرست ہوگا۔ دوسری میں مریض اور تیسری میں دونوں حالتوں کے مابین ہوگا۔ اس لئے کہ کوئی چیز اپنی ضد و مقابل کی طرف منتقل ہونے سے پہلے درمیانی واسطہ تلاش کرتی ہے۔

بدن کے طبعی حالت سے خارج ہونے کا سبب یا تو اندرونی ہوگا اس لئے کہ بدن انسانی گرم سرد و خشک سے مرکب ہے۔ یا بیرونی ہوگا۔ اس لئے کہ خارج سے بدن پر جو چیز وارد ہوتی ہے کبھی موافق ہوتی اور کبھی وہ چیز ناموافق ہوتی ہے۔

اور جو ضرر کہ جسم انسانی کو پہنچتا ہے کبھی اس کا سبب سوء مزاج ہوتا ہے جو مزاج کے

اعتدال سے دور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کسی عضو میں فساد پیدا ہونے کی وجہ سے یا کبھی قوی میں ضعف و کمزوری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یا ان قوتوں کو لے کر چلنے والی روح کے ضعف و کمزوری کی بنا پر یا روح میں زیادت و اضافہ اس انداز کا پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اعتدال زیادت نہ ہونے میں تھا۔ یا ایسا نقصان پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتدال عدم نقصان میں تھا یا ایسا تفرق پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اعتدال اتصال بدن میں تھا۔ یا ایسا اتصال پیش آتا ہے کہ اعتدال تفرق اتصال میں متصور ہوتا۔ یا ایسا امتداد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہاں انقباض کی ضرورت تھی یا کسی اور شکل کا اپنی وضع و شکل سے بدل جانا جس سے اس حصہ جسم میں یا خود جسم میں اعتدال باقی نہ رہ جائے۔

لہذا طبیب وہی ہے جو انسانی جسم سے ان چیزوں کو علیحدہ کر دے یا نکال ڈالے جن کے جسم میں جمع و اکٹھا ہونے سے ضرر جسمانی پیدا ہوتا ہو یا ان چیزوں کو جسم میں یکجا کر دے جن کے منتشر و متفرق ہونے سے جسم کو ضرر پہنچتا ہے۔ یا اس چیز کو کم کر دے جس کی زیادتی سے جسم میں بے اعتدالی آتی ہے۔ یا جس کی کمی کی وجہ سے جسم انسانی میں ضرر پیدا ہوتا ہے۔ اسے زیادہ کر دے تا کہ ان تدابیر سے انسان کی مطلوب تندرستی اسے حاصل ہو جائے۔ یا انسان کے بگڑے اور بے ترتیب عضو و جسم کی صورت کو بگڑنے نہ دے۔ اس کو بے ڈھنگانہ ہونے دے اور موجودہ بیماری کو اس کے ضد اور مقابل چیزوں اور تدبیروں سے ختم کر دے پرہیز اور احتیاط سے اس کے دور سے دور تک بھٹکنے کی راہ بند کر دے یہ ساری تدابیر و احتیاط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدابیر مسنونہ میں شافی و کافی بن کر نظر آئے گی۔ خدا کی مدد اور اس کی اعانت اس کے فضل سے پوری توقع ہے کہ وہ ہماری دست گیری کرے گا۔

(۳) فصل

طریقہ علاج

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت یہ تھی کہ آپ خود اپنا علاج کرتے اور دوسروں کو علاج کی ہدایت فرماتے، چنانچہ متعلقین خاندان اور اصحاب کو آپ نے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی لیکن آپ نے یا آپ کے اصحاب نے اس سلسلے میں کسی باقاعدہ قریب الدین سے مرکب دواؤں کا استعمال نہیں کیا، بلکہ آپ اور آپ کے ہمد و ہم نشین عموماً مفردات سے علاج کرتے تھے، اس مفرد دوا کے ساتھ کسی ایسی چیز کا اضافہ کر لیتے جس سے اس کی قوت اور افادیت میں اضافہ ہو جاتا، اور تقریباً دنیا کی اکثر اقوام باوجود اختلاف نسل و وطن کے عموماً مفردات ہی سے علاج کرتی ہیں۔ خواہ وہ عرب ہوں یا ترک ہوں یا دیہات اور دور افتادہ علاقوں کے لوگ تو کلیتہً مفردات ہی سے علاج کرتے تھے، البتہ روم و یونان کے باشندوں کا میلان خاص مرکبات کی جانب تھا۔ ہندوستان کے ویدوں اور اطباء کی بڑی جماعت صرف مفرد ہی سے علاج کرتی کراتی تھی۔

اطباء کا متفقہ فارمولہ ہے کہ جب تک علاج غذا کے ذریعہ یعنی اس کی مقدار اقوام لطافت و کثافت اور اوقات میں تغیر کر کے ممکن ہو کسی دوسری جانب رخ نہ کیا جائے، ایسی صورت میں دوا کو نظر انداز ہی کر دینا بہتر ہے، اسی طرح جب تک مفردات سے کام چلتا جائے مرکبات کو نہ اپنایا جائے۔

اطباء کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ پرہیز اور غذا سے جب تک مرض کا دفاع ممکن ہو۔ اس میں علاج بالادویہ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے۔

اسی طرح یہ ہدایت بھی آب زر سے لکھنی چاہئے کہ طبیب کو دوا کھلانے پلانے میں بہت زیادہ شیفٹ نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ اگر دوا بدن میں وہ اجزاء نہیں پاتی جنہیں تحلیل کر سکے تو خود بدن کی کاش میں لگ جاتی ہے یا اسے کسی ایسی بیماری سے سابقہ ہوتا ہے جس کے مناسب حال دوا نہ ہو۔ یا کوئی ایسی چیز جو اس کے مناسب حال ہو جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی کمیت بڑھ جاتی ہے جس سے وہ کمیت غالب

آ جاتی ہے یا وہ کیفیت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجہ میں دوا صحت کو کھلونا بنا لیتی ہے اور اسے پراگندہ و منتشر کر دیتی ہے جو اطباء حذاقت فن اور تجربے کے اعتبار سے مشہور ہوتے ہیں عموماً انکا طریقہ علاج مفردات ہی ہوتا ہے، طبیبوں کے تین گروہ میں سے یہ بھی ایک گروہ ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ دوا بھی غذا ہی کی طرح کی چیز ہے اسی وجہ سے وہ قومیں وہ برادریاں جو اپنی غذا میں مفردات کا استعمال کرتی ہیں اور طرح طرح کی متنوع غذا سے پرہیز کرتی ہیں۔ انہیں بیماری بھی بہت کم ہوتی ہے اور ان کا علاج بھی مفردات ہی سے عمدہ انداز میں ہوتا ہے اور شہری آبادی کے لوگ جن میں مرکب متنوع غذاؤں کا چلن ہے وہ مرکب دوا کے ضرورت مند ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کے امراض بھی مرکب ہوتے ہیں اور مرکب دوائیں ان کے حق میں مفید و شافی ثابت ہوتی ہیں۔ دیہات کی کھلی آب و ہوا میں رہنے والے اور ریگستان کے جراثیم کش پتے میدانوں اور فضاؤں میں پلے ہوئے لوگوں کی بیماریاں مفرد ہوتی ہیں ان کے علاج کے لئے مفرد دواؤں کے نسخے کافی ہوتے ہیں اس دستوری متن کی روشنی میں علاج کے فن کو دیکھنا چاہئے۔

یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اطباء کے طریقہ علاج کو پیغمبر خدا کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں وہی حیثیت حاصل ہے جو فسوں کاروں کا ہن گروں کے طریقہ علاج کو اطباء حاضر کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں حاصل ہے آپ کے طریق علاج کے عمدہ ہونے کا تمام باکمال اطباء اور اساطین فن طب نے اقرار کیا ہے اس لئے کہ موجودہ معلمین کا سرمایہ علم طب یا تو قیاس بعضوں نے تجربہ بعضوں نے الہام ربانی کسی نے سچا خواب اور کسی نے ایک زیرک و دانا دماغ کی پیداوار کہا ہے بہتوں نے اس پورے فن کو حیوانات و بہائم کا درس بتلایا ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بلی جب کسی زہریلی چیز کو کھا لیتی ہے تو چراغ کی طرف رخ کرتی ہے اور تیل چاٹتی ہے جس سے اس کی مرضی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح سانپ کو دیکھا جاتا

ہے کہ جب وہ سوراخوں سے نکلتے ہیں تو آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ اپنی آنکھ کو سونف کے پتوں سے ملتے ہیں جس سے ان کی بینائی بازیاب ہو جاتی ہے اسی طرح وہ چڑیا جس کا پاخانہ بند ہو گیا تھا۔ سمندر کے پانی کو اپنی چونچ سے اپنی مبرز میں ڈالتے دیکھ کر لوگوں نے حقنہ (Enema) کا طریقہ ایجاد کیا، اس طرح اس کے صدھا واقعات مبادی طب میں مذکور ہیں۔

اور یہ بات بھی کچھ بعید از عقل نہیں معلوم ہوتی کہ وحی الہی کے ذریعہ مضر توں اور منافع کا علم ہم تک پہنچا ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دین و دنیا میں نافع و ضار چیزوں اور حالات کا الہام باری تعالیٰ اپنے انبیاء کو کرتے ہیں، اور اس کا علم انہیں کے ذریعہ ہم کو ہوتا ہے۔ اس لئے جو اس انداز سے علم طب کو دیکھتے ہیں۔ وہ طب کو وحی الہی اور اس فن کو انبیاء کے ذریعہ لائے ہوئے دوسرے علوم کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ انبیاء نے ایسی دوائیں بنائیں جن دواؤں تک اکابر اطباء کی نگاہ بھی نہ پہنچی نہ ان تک ان کی رسا عقل پہنچ سکی۔ نہ ان کے تجربے میں آئی اور نہ ان کا قیاس ہی یہاں تک پہنچ سکا۔ لوگوں نے انہیں استعمال کیا اور اس سے شفاء پائی۔ چنانچہ ادویہ قلبیہ ادویہ روحانی قوت قلب اعتماد علی اللہ خدا پر بھروسہ اسی سے سب کچھ مانگنا اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار اپنی بے کسی کا اظہار بے چارگی کا بیان، صدقہ، دعا، توبہ استغفار مخلوق کے ساتھ بھلائی، درمندیوں کی فریادری، مصیبت زدگان کی یاری یہ سارا طریقہ علاج جو خود مذہب اسلام نے اور دنیا کے دوسرے مذاہب اور دوسری ملتوں کے متبعین نے بار بار آزمایا اور اس میں شفاء کا وہ انداز تاثیر کی وہ تیزی انہیں نظر آئی کہ دنیا کے بڑے سے بڑے تجربہ کار اور حاذق طبیب بھی اس تک نہیں پہنچ سکے نہ قیاس ہی اس تک رہنمائی کر سکا۔

ہم نے اور دوسروں نے ان کا بار بار تجربہ کیا ہے اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آنکھوں سے نظر آنے والی ہاتھ سے ٹٹولی جانے والی (دوا حسی) سے جو نفع نہیں

ہوتا ان طریقوں سے پہنچتا ہے بلکہ حسی دوائیں اس موقع پر دوائے فوسوں کاری وکاہن گری کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔

اور یہ قانون حکمت الہی سے عین ممکن ہے کوئی چیز معزز و محال نہیں صرف اسباب میں تنوع ہوتا ہے اس لئے کہ قلب جب رب العلمین سے قریب ہو جائے اور مرض و علاج دونوں پیدا کرنے والے سے متعلق ہو جائے طبیعت کو اصلی حالت پر رکھنے والے اور اس کو جس رخ پر چاہے پھیرنے والے سے ربط پیدا کرے تو دوسری دوا ان دواؤں کے علاوہ جو قلب کی بیماری کو دور کرنے میں مدد دیتی ہے کیوں نہ اس بیماری کا قلع قمع کر دیں اور ہمیشہ کیلئے اسے ختم کر دیں۔

یہ مسلمات سے ہے کہ جب روح میں قوت آ جاتی ہے تو نفس اور طبیعت دونوں قوی ہو جاتے ہیں اور بیماری کے دور کرنے میں اور اسے ہمیشہ کیلئے ختم کرنے میں پوری مدد دیتی ہیں پھر جب خود کسی کی طبیعت اور اس کا نفس ہی قوی ہو اور اس میں شگفتگی خالق قلب کی قربت اور اس سے غیر معمولی تعلق کی وجہ سے ہو اور اس سے محبت کی وجہ سے ہو دل کا گذر اور اس کی گدگدی اس کے ذکر سے بڑھ جاتی ہو اور اس کی ساری قوتیں اسی صالح حقیقی کی طرف متوجہ ہوں اور ساری توانائی اس کی طرف مرکوز ہوں اسی سے فریادی ہوں اسی پر اس کا بھروسہ ہو تو پھر کیوں نہ یہ سب سے اہم دوا سب سے بڑی شفاء کی حامل ہوگی اور یہ قوت اس کی مکمل طور سے خاتمہ کر گذرے گی۔ یہ رات دن کا مشاہدہ ہے اس کا انکار وہی کرے گا جس کو عقل سے واسطہ نہ ہوگا سمجھ پر پردہ پڑا ہوگا بد خو ہوگا خدا سے دور انسانیت کی حقیقت سمجھنے سے حاری ہوگا۔

ہم آگے ان اسباب پر بحث کریں گے جن کی وجہ سے فاتحہ الکتاب کے پڑھنے سے کچھ کے کالے کا زہر جاتا رہتا ہے اور ایک دو پھونک میں مریض چنگا ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے نہ کہیں درد ہوتا نہ بے چینی رہ جاتی۔

طب نبوی کی یہ دونوں قسمیں ہیں ہم اس پہ آئندہ حسب ضرورت بحث کریں

گئے، اس لئے کہ ہماری معلومات بہر حال مختصر ہی ہیں اور ہمیشہ کوشش کا دامن علوم کے حصول پر تنگ ہی رہا ہر صاحب علم کا سرمایہ خواہ کتنا ہی وسیع العلم ہو مختصر ہی ہے، مگر ہم پر عطاء الہی کا وسیع ہاتھ خیر کے ساتھ کھلا ہوا ہے۔ اور اس کے عنایت و فضل کی بارش برابر ہوتی ہی رہتی ہے، اس لئے توقع ہے کہ ہم کسی نہ کسی درجہ میں کچھ یہاں کر جائیں گے۔

۱۔ وہ ہے کہ بالعلیل قلبیہ یعنی اسے کوئی اذیت نہیں تکلیف نہیں ”گذشتہ سے پیوستہ اس کا استعمال نفی مرض یا اذیت کے موقعہ پر کیا جاتا ہے ویسے قلبیہ وہ بیماری یا اذیت ہے جس کی شدت تکلیف کی بنا پر مریض بستر پر تر پتا ہو۔

(۴) فصل

ہر بیماری کا علاج

امام مسلمؒ نے صحیح میں ابو زبیر کی حدیث جو جابر بن عبد اللہ کی سند سے مروی ہے روایت کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے جب دوا کا استعمال بیماری کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکم الہی کے طفیل شفاء ہو جاتی ہے۔ ۱۔ اور صحیحین میں عطاء نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے دنیا میں جب کوئی بیماری پیدا فرمائی تو اس کی شفاء اور دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔ ۲۔

مسند امام احمد میں زیاد بن علاقہ کی حدیث جو اسامہ بن شریک کے واسطے سے بیان کی گئی ہے اس میں اسامہ فرماتے ہیں کہ میں خدمت نبی کریم علیہ السلام میں موجود تھا کہ کچھ دیہات کے باشندے حاضر ہوئے اور نبی خدا سے عرض کیا کہ اے رسول خدا کیا ہم دوا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں اے بندگان خدا ضرور دوا کرو اس لئے کہ خدائے عز و جل نے جو بیماری دنیا میں پیدا کی اس کی شفاء و دوا بھی پیدا کی صرف

ایک بیماری کی کوئی دوا نہیں پیدا فرمائی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کوئی بیماری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بڑھاپا جو لا علاج ہے۔ ۳۔

دوسری جگہ اس کے لئے یہ الفاظ ہیں کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کے لئے شفاء اور دوا نازل نہ کی ہو۔ اس کا علم جس نے جاننا چاہا اسے عطا کر دیا گیا اور جو اس سے غافل رہا وہ اس سے بے برہ ہی رہا۔ ۴۔
مسند احمد میں ابن مسعودؓ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً
إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ
عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ ☆ ۵
کہ خدائے عزوجل نے کوئی
بیماری دنیا میں ایسی نہیں بھیجی جس
کے لئے شفاء نہ نازل کی ہو
جنہوں نے جاننا چاہا انہیں بتایا اور
جنہوں نے پرواہ نہ کی انہیں
ناواقف رکھا۔

اور مسند سنن دونوں میں ابوخرزائمہ سے مروی ہے۔

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَرَأَيْتَ رُقَى نَسْتَرَقِيهَا وَ
دَوَاءً نَتَدَاوِي بِهِ ☆
کہ میں نے پیغمبر خداؐ سے عرض کیا
آپ کے سامنے ہے کہ ہم جھاڑ
پھونک کرتے ہیں اور دواؤں کا
استعمال کرتے ہیں۔

جڑ کو نہ اکھاڑ سکے اور نہ بیماری دوا کو قبول کر سکے تو پھر شفاء کس طرح ممکن ہے۔ اسی طرح دوا اور مرض میں مناسبت ہو مگر وقت سازگار نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی علاج نافع نہ ہوگا، علیٰ ہذا القیاس بدن کی قوت قابلہ ختم ہوگئی ہو یا مضحمل ہوگئی ہو۔ کہ وہ دوا کو لیتی ہی نہیں یا دوا کو ٹھہرانے کی اور روکنے کی صلاحیت بھی مفقود ہو یا کوئی ایسا مانع پیدا ہو گیا ہو کہ وہ دوا کے اثر کو باطل کر دے یا روک دے تو ایسی صورت میں مقادمت (مصادفت) مرض نہ ہونے کی وجہ سے شفاء نہ ہو سکے گی مگر دوا جب پوری طرح مرض کی مقادمت (مصادف) ہوگی تو خدا کے فضل سے بیماری جاتی رہے گی اور مریض شفا یاب ہو جائے گا۔ حدیث رسول علیہ السلام کی یہ عمدہ توجیہ ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس عموم سے خصوص مراد ہوا اور لفظ سے خارجی اثرات کو مزید کمزور کرنا مقصود ہوا اور یہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے ایسی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے دنیا میں کوئی ایسی بیماری جو دوا کو قبول کرتی ہو پیدا نہیں کی مگر اس کے لئے دوا بھی پیدا فرمائی، یعنی دوا قبول کرنے والی ہر بیماری کیلئے دوا موجود ہے، اس طرح سے وہ بیماری جو دوا قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اس میں شامل ہی نہیں اسی کی مثال اس طوفان باد میں ملتی ہے جس کو خدا نے قوم عاد پر مسلط فرمایا:

تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا ہر چیز بربادی سے آشنا ہوئی خدا
 کے حکم سے

(الانفاس: ۲۵)

اس میں ہر چیز کے بربادی قبول کرنے کا ذکر ہے ہوا کا کام ہی چیزوں کو الٹنا پلٹنا اکھاڑنا پچھاڑنا ہے۔ اس کیلئے بہت سی مثالیں اور سینکڑوں نظائر موجود ہیں۔ اور جو فلسفہ تخلیق اضداد پر غور کرے گا۔ اور پیدا شدہ اشیاء کا ایک دوسرے کے ضد ہونا اسکی مقادمت کرنا۔ بعض چیزوں کو بعض دوسری چیزوں سے مٹانا اور بعض چیزوں پر دوسری چیزوں کو مسلط کرنے کی حکمت دیکھے گا اس پر کمال قدرت الہی حکمت

خداوندی اور صناع حقیقی کی کاریگری پروردگار کی ربوبیت میں یکتائی تخلیق میں یگانہ پن اور ہر چیز پر اٹھاء قابو پانے کی قوت آئینہ ہو جائے گی اس لئے کہ خدا کے علاوہ کائنات میں جو چیز ہے اس کا مقابل اس کا ضد اس کی مثال اس کی طاقت توڑنے والا موجود ہے، صرف خدا ہی ہے جو غنی بالذات ہے، کائنات کا ہر وجود اس کا محتاج ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں اس کی منافات توکل کا بالکل وہی حال ہے، جیسا بھوک کے وقت غذا کا استعمال پیاس کے وقت مشروب گرمی سے بچاؤ کے لئے ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں پھر علاج اور شفاء کا حصول کس طرح منافی توکل ہوگا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقت تو حید کا بلا مباشرت اسباب کے برتنے ہوئے ممکن نہیں جب ان اسباب کو خدا نے ان کے تقاضے کے ماتحت مقدر و مشروع فرمایا، ان کے برتنے کا حکم دیا، پھر ایسی صورت میں ان اسباب کے چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح مجروح ہوگی بلکہ حکمت الہی اور امر الہی کی بھی توہین ہوگی اور جو ترک اسباب کو توکل کا اعلیٰ درجہ دیتے ہیں ان کی اس غلط روی کی پوری طرح ہیج کنی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ نے ازراہ عاجزی و خاکساری ان اسباب کو ترک کر لیا تو پھر وہ توکل جن کی جڑیں اعتماد علی اللہ خدا پر بھروسے سے لگی ہوں گی، کہ اس اعتماد کی وجہ سے نفع دینی و دنیاوی متوقع ہے اسی طرح دینی و دنیاوی ضرر متوقع ہے۔

بہر حال کسی بھی اسباب کے برتنے سے پہلے اس کو اعتماد علی اللہ کی سخت ضرورت ہے، ورنہ شریعت اور حکمت الہی دونوں کو رائگاں بنانا لازم آئے گا، اسلئے بندہ اپنی بے بسی و بے چارگی کو توکل کا ہمنام نہ بنائے ورنہ توکل بے چارگی اور بے بسی کہلائے گا۔

منکرین علاج کا کھلار داس میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شفاء تقدیر الہی میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے، پھر علاج کس لئے کیا جائے۔ اور اگر شفاء مقدر نہ ہو تو علاج سے

حاصل نہ ہوگی، اسلئے کہ انسان کی بیماری تقدیر الہی کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے اور تقدیر الہی نہ رد کی جاسکتی نہ گھٹائی بڑھائی جاسکتی ہے، یہ تو وہی بات ہے جو گاؤں کے رہنے والوں نے پیغمبر خدا کے سامنے رکھی تھی، مگر فاضلین صحابہؓ جو خدا کو اور اس کی حکمت اور اسکی صفات کو اچھی طرح سے جانتے تھے اس قسم کا سوال کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، خدا کے رسولؐ نے ان ان پڑھ دیہات کے باشندوں کو کیا دل لگتا جواب دیا کہ آگے سوال کی گنجائش باقی نہ رہی، آپؐ نے فرمایا کہ یہ دوا یہ جھاڑ پھونک یہ احتیاط بھی تقدیر الہی ہی ہے، اسی وجہ سے تو انسان نے اسے اختیار کیا اسلئے ان اسباب کا اختیار کرنا تقدیر الہی کی مخالفت اور اس سے گریز نہیں بلکہ ایک تقدیر کا بدلنا اور نالنا دوسری تقدیر کے ذریعہ ہے، لہذا یہ رد تقدیر بھی تقدیر ہی ہے اسلئے کوئی تقدیر الہی کے پھندے سے اپنے کو کیسے نکال سکتا ہے، جیسے بھوک مقدرات میں سے ہے اس کا دفاع بھی تقدیر ہے پیاس اور گرمی و سردی تقدیر ہے، ہر ایک کا دفاع اور بدل نالنا خود تقدیر ہے، دشمن کو جنگ کے ذریعہ بدلنا بھی تقدیر الہی ہے، اس لئے دافع مدفوع اور خود فعل دفاع ساری چیزیں تقدیر الہی ہیں ان میں سے کسی کو تقدیر الہی سے انحراف نہیں۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والوں سے یہ کہنا چاہئے کہ اس سے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپؐ اپنی معشیت کے حاصل کرنے میں کسی ظاہری ذریعہ کو ہاتھ نہ لگائیں، نہ کسی نفع کے چکر میں رہیں نہ نقصان کے خطرے کا دفاع کریں، اسلئے کہ نفع اور ضرر ان میں سے جو بھی مقدر ہو گا سامنے آ کے رہے گا۔ اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو پھر ان کے واقع ہونے کی کوئی صورت نہیں اس طرح دین و دنیا دونوں کی بربادی لازم آئے گی، اگر اس پر عمل کیا جائے تو پوری دنیا کی تباہی یقینی ہے، اس قسم کی لغویات صرف ایسا شخص کہہ سکتا ہے جو حق سے سروکار نہ رکھتا ہو، اس کا کھلا دشمن ہو، تقدیر کا نام اس لئے لیتا ہے تاکہ حق پسند، حق گو کی بات کا توڑ کر سکے، جیسا کہ مشرکین دعوت حق کے جواب میں کہتے۔

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا
آبَاؤُنَا ☆
اگر خدا چاہتا تو ہم خود اور ہمارے
آباؤ اجداد کیسے شرک کر سکتے۔

(الانعام! ۱۳۹)

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ
مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا ☆
(نمل: ۲۵)
اگر خدا چاہتا تو ہم اس کو چھوڑ کر کسی
اور کی کیسے پوجا کرتے اور ہمارے
آباؤ بھی ایسے نہ کر سکتے۔

یہ مشرکین حجت الہی کے جواب میں انبیاء سے کہتے تھے کہ اس سچی بات کا دفاع کر
سکیں جو انبیاء و رسل شرک سے روکنے کے لئے پیش کرتے تھے۔
اس سائل کا یہ جواب بھی ہے کہ تیسری صورت کا تو تم نے ذکر ہی نہیں چھیڑا کہ خدا
نے اس چیز کو اسی کے سبب کیا تھا مقدر فرمایا تو جب تم سبب کا استعمال کرو گے تبھی
مسبب وجود میں آئے گا ورنہ نہیں اگر سبب مقدر ہوتا تو میں اسے کر گزرتا، مقدر نہیں
ہے تو اس کے کرنے کا میں ذمہ دار نہیں۔

کوئی پوچھے کہ کیا تم اپنے غلام صاحبزادے مزدور سے اس کٹھ جتنی کو قبول کر سکتے
ہو اگر تم نے اسے کسی بات کا حکم کیا یا اسے کسی چیز سے روکا اور اس سے تمہارے حکم اور
تمہاری پابندی کی مخالفت کی اگر تم کو یہ بات پسند آتی ہو تو پھر تمہارے حکم سے
روگردانی کرنے والے تمہارے مال کو لینے والی اور تمہاری بے آبروئی کرنے اور
تمہارے حقوق کو تلف کرنے والے تو تم کو بہت محبوب ہوں گے، اگر نہیں ہیں تو حقوق
الہی کی عدم ادائیگی اور فرمان کی نافرمانی میں تمہاری بات کس طرح قابل قبول ہوگی۔
بنو اسرائیل کی ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض
کیا، بارالہا بیماری کس کی دین ہے، خدا نے فرمایا میری پھر عرض کیا دو اس کی عطا ہے
فرمایا میری آپ نے عرض کیا پھر طبیب کی کیا حیثیت ہے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ
طبیب ایسی شخصیت ہے کہ وہ اس کے ہاتھ خدا نے بھیجی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

لِغَلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ☆ ہر بیماری کیلئے علاج موجود ہے۔

میں مریض کی اور طبیب کی ڈھارس بند ہائی گئی ہے کہ کہیں دونوں مایوس نہ ہوں، اور پیغمبر نے دوا کی جستجو اور اس کی تفتیش پر طبیب و مریض دونوں ہی کو ابھارا ہے اس لئے کہ مریض جب باور کر لیتا ہے کہ اس بیماری کی دوا موجود ہے تو پھر اس کے دل میں امید کی روح آ جاتی ہے۔ اور مایوسی کو سوں دور ہو جاتی ہے پھر وہ یاس و حرماں سے نکل کر آس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور جو نبی دل میں امید کی کرن سے اس کا نفس قوی ہو جاتا ہے۔ اس کی حرارت غریزی بھڑک جاتی ہے اس طرح اس کی قوت حیوانی قوت نفسیاتی قوت طبعی تینوں جاگ اٹھتی ہیں جب ان تینوں قوتوں میں جان آ جاتی ہے تو اس سے مریض کی قوت عاملہ پائیدار ہو جاتی ہے۔ اس کی توانائی سے مریض کا مرض قابو میں آ جاتا ہے۔

طبیب کی طبیعت میں بھی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو نبی طبیب کو اس بات کا علم ہوا کہ اس مرض کی دوا موجود ہے اس کا حصول ممکن ہے اور جستجو سے دریافت ہو جائے گی جسم کے امراض دل کے مرض ہی کی طرح ہوتے ہیں خدا نے دل کی ہر بیماری کا علاج پیدا فرمایا، اگر مریض کو اس کا علم ہو جائے اور اسے استعمال کرے اور دل کی بیماری کا اس دوا سے مقابلہ ہو جائے تو خدا کے حکم سے مریض اچھا بھی ہو جائے گا۔

۱۔ مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے باب السلام میں بذیل حدیث (۲۲۰۴)

ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے ”کہ ہر بیماری کے لئے دوا ہے“

اور دوا کرنا مستحب ہے (پسندیدہ ہے)۔

۲۔ بخاری نے ۱۰/۱۱۳ فی الطب کے تحت اسکو ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے باب گذشتہ سے پیوستہ قائم کیا ہے کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی کہ اس کی شفاء بھی ساتھ ہی ساتھ نازل نہ کی ہو، مولف کو مسلم کی طرف اس کا انتساب کرنے میں وہم ہو گیا ہے، مسلم نے اسے اپنے یہاں ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ بذیل حدیث ۳۳۳۹ موجود ہے۔

۳۔ احمد نے ۴/۲۷۸ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر ۳۳۳۶ اور ابوداؤد نے بذیل حدیث نمبر ۳۸۵۵ اول طب میں ذکر کیا ہے، اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۲۹ فی الطب میں اس باب کے ساتھ کہ علاج بالداء اور اس پر لوگوں کو ابھارنا کہ علاج کرینگے ذیل میں لائے ہیں، اس کی اسناد صحیح ہے، ابن حبان نے حدیث نمبر ۱۳۹۵ اور ۱۹۲۴ کے ذیل میں اور بوسیری نے اپنی زوائد میں ذکر کیا، ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے، اور اس باب میں ابن مسعود ابو ہریرہ ابوخرز انہ عن ابنہ اور ابن عباس کی روایات موجود ہیں۔

۴۔ احمد نے ۴/۲۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ احمد نے بذیل حدیث ۸/۳۵۷، ۳۹۲۲، ۴۲۳۶، ۴۲۶۷، ۴۳۳۴ اور ابن ماجہ نے ۳۳۳۸ میں ذکر کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے، بوسیری نے اپنی زوائد میں اور حاکم نے ۴/۱۹۲، ۱۹۷ میں اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی نے گذشتہ سے پیوستہ اس کی موافقت کی ہے۔

۶۔ احمد نے ۳/۴۲۱ میں اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۶۶ کے تحت اور حاکم نے ۴/۱۹۹ اور ابن ماجہ نے ۳۳۳۷ میں ذکر کیا ہے، اسکی سند میں ایک راوی مجہول ہے، اور باقی رجال سند ثقہ ہیں، ابوخرز انہ کے حالات زندگی تہذیب میں ملاحظہ کیجئے اور اس باب میں حاکم نے ۴/۱۹۹ میں حکم بن حزام سے روایت ذکر کی ہے جس کی صحت اور موافقت ذہبی نے بھی کی ہے۔

(۵) فصل

معدہ کے علاج میں طریقہ نبوی

مسند اور دوسری کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَامِلًا آدَمِيٍّ وَ عَاءٌ شَرَّائِيْنٌ کسی خالی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں

بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ ہے جتنا کہ آدمی کا خالی شکم بھرنا

لَقِيْمَاتٌ تُمْنَ صَلْبُهُ فَاِنْ كَانَ انسان کیلئے چند لقمہ کافی ہے جو

لَا بُدَّ فَاَعْلًا فَتُلْتُ لِطَعَامِهِ وَ اس کی توانائی کو باقی رکھیں اگر

تُلْتُ لِهَاءَ بِهِ وَتُلْتُ لِنَفْسِهِ ☆ پیٹ بھرنے کا ہی خیال ہے اور

اس سے مفر نہ ہو تو ایک تہائی

کھانا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی

حفاظت نفس ۲ کیلئے رکھے۔

مرض کی دو قسمیں ہیں، امراض مادی جو زیادت مادہ کی بنیاد پر ہوتے ہیں یہ مادے بدن میں زائد ہو کر افعال طبعی کو ضرر پہنچاتے ہیں، اور عموماً انسان کو اسی مادی مرض سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔

ان مادی امراض کا سبب ہضم اول سے پہلے معدہ میں دوسری غذا کا داخل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی کھانے کے ہضم سے پہلے کھانا دوبارہ کھالینا اور بدن کی ضرورت سے زیادہ مقدار میں کھانے کا استعمال بدن کو معمولی نفع پہنچانے والی غذا کا استعمال دیر ہضم غذا متنوع غذائیں جو مختلف طریقوں سے بنائی گئی ہوں، بکثرت استعمال اس قسم کی غذا سے جب آدمی اپنا شکم بھر لیتا ہے اور اس کو عادت بنا لیتا ہے تو پھر بیماریوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ مثلاً دیر ہضم اور زود ہضم غذا کے درمیانی جب اس کی غذا ہوتی ہے اور ضرورت کے مطابق ہی کھاتا ہے جو کمیت اور کیفیت دونوں حیثیت سے درمیانی ہوتے ہیں تو اس کے بدن کو بڑی مقدار میں غذا کھانے سے زیادہ نفع پہنچتا ہے۔

غذا کے بھی تین مدارج ہیں، درجہ ضرورت، درجہ کفایت، درجہ زیادت انہیں کی جانب پیغمبرؐ نے اپنی ہدایت میں رہنمائی فرمائی ہے کہ انسان کو وہی لقمہ کافی ہیں جن

سے اس کی پشت مضبوط ہو، اس کی قوت کو زوال نہ ہو، اور جس سے ضعف بدن نہ ہونے پائے اگر اس سے زیادہ کھانا چاہتا ہے تو اپنے شکم کا ایک تہائی کھانا کھائے، اور دوسری تہائی پانی کے لئے چھوڑ دے، اور تیسری تہائی خود اپنے لئے باقی رکھے یہی وہ انداز خورد و نوش ہے، جس سے بدن اور قلب دونوں ہی کی تقویت ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر کھانے سے شکم میں تنگی ہو جائے تو پھر پانی کے لئے جگہ کم ہو جائے گی، اس پر اسی مقدار سے اس نے پانی پی لیا تو پھر اس کے نفس کو تنگی ہوگی، اور اس سے طبیعت تھک جائے گی، اس سے دل میں خرابی پیدا ہوگی اور جو ارح میں ماندگی کے سبب پھرتی جاتی رہے گی۔ جو کام کرے گا۔ اس میں سستی پیدا ہو جائے گی، اور ان میں غیر ضروری خواہشات کا ابھار ہوگا، جو ہمیشہ پر خوری (شکم سیری) کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں، اس طرح امتلاء شکم سے بدن اور قلب دونوں ہی کو ضرر ہوگا۔ یہ پر خوری اگر ہمیشہ ہو یا اکثر اتفاق پڑتا ہو تو مضر ہے، مگر کبھی اتفاقی طور سے یہ صورت پیش آ جائے تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پیغمبر خدا کی موجودگی میں دودھ پیا اور وافر مقدار میں پی گئے، حتیٰ کہ آپ نے پیغمبر خدا سے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائیوں کا پیامبر بنا کر بھیجا اب مزید دودھ پینے کی گنجائش ہی نہیں رہی آپ کی موجودگی میں صحابہ نے بارہا اتنا کھایا کہ آسودہ ہو گئے، آگے کھانے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ ۳

شکم سیر ہو کر کھانا بدن اور بدن کی تمام قوتوں کو کمزور کر دیتا ہے یہ ممکن ہے کہ سیر خوری سے بدن میں تازگی اور شادابی پیدا ہو جائے مگر بدن کی قوت کا دار و مدار بدن کے غذا کو قبول کرنے پر ہوتا ہے، جس سے وہ غذا جزو بدن ہو جائے اس کی کثرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

انسان میں چونکہ قدرتی طور پر تین اجزاء پائے جاتے ہیں، جزء ارضی جزء ہوائی جزء مائی ان تینوں اجزاء کی رعایت فرماتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا

پانی اور نفس کے لئے انسانی خوراک کو تین اجزاء میں تقسیم فرمایا تاکہ تینوں کا حصہ جسم انسانی میں پورا ہو جائے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ جزء ناری کی رعایت کیوں نہیں فرمائی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف اطباء کی اپنی دریافت ہے، مزید برآں انسانی جسم میں ہمہ وقت جزء ناری موجود رہتا ہے اس لئے وہ عناصر اربعہ میں سے ایک ہے۔ ۴

دانشوروں کا ایک طبقہ اطباء کی اس بات کا مخالف ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ ۵ اس جزء ناری کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ یا تو اشیر سے (یعنی نوں آسمان) سے نیچے آ کر اجزاء مائی وارضی سے مخلط ہو گیا ہے یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جزء ناری اشیر ہی میں پیدا ہوا اور وہیں بنا پہلی صورت دو وجہوں سے بعید ہے ماحصل یہ کہ آگ کی طبیعت میں صعود (اوپر اٹھنا) ہے اگر وہ نیچے آتی تو کسی نباتی حصہ کے ساتھ اس عالم کی طرف رخ کرتی ہے دوسرے یہ کہ یہ اجزاء ناری اگر اشیر سے نیچے آتے تو اسے نیچے آتے ہوئے کرہ زمہریر سے گزرنا پڑتا جو انتہائی سرد ہے اور ہمارا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ تھوڑے سے پانی سے آگ کے بڑے شعلے بھی بجھ جاتے ہیں پھر یہ اجزاء صغیرہ جب اس کرہ زمہریر سے جو انتہائی سرد ہے گزریں گے تو پھر یہ کیسے نہ بجھ جائیں گے۔

۶ دوسرے یہ کہ کہا جائے کہ اجزاء ناریہ یہیں پیدا ہوئے جو محال در محال ہے اس لئے کہ وہ جسم جواب جزء ناری بن گیا ہے حالانکہ یہ اجزاء پہلے ناری نہ تھے تو پھر آپ اسے مٹی یا پانی یا ہوا ہونا تسلیم کریں گے اس لئے کہ انہیں چار میں یہ عناصر منحصر ہیں اور اب جو چیز پہلی بار آگ بنی ہے وہ ان اجسام میں سے کسی ایک کے ساتھ مخلط تھی اور وہ اسی سے متصل تھی، اور وہ جسم جو کبھی آگ نہ تھا جب ایسے جسم عظیم سے مل جاتی، جو ابتدا میں آگ نہ تھا، اور نہ ان عناصر میں سے کسی سے بھی اس کا تعلق تھا، ایسے جسم کا

آگ بن جانا، جو کوئی نفسہ آگ نہ رہا ہو جب کہ اس سے مختلط ہونے والے اجسام بارد ہوں ایسی صورت میں اس میں آگ بن جانے کی صلاحیت کیسے آجائے گی۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں اجزاء نار یہ جو ان اجسام کو بدل دیں کیوں نہ ہوں گے، اور کس بنیاد پر ان کے اختلاط سے آگ میں تبدیل نہ ہوں گے۔

ہم نے اس کا جواب پہلے دے دیا کہ ان اجزاء نار یہ کا حصول بدن میں کس طرح اور کن بنیادوں پر ہوگا، اگر آپ یہ کہیں کہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ پانی اگر چونے سے پر ڈالا جاتا ہے تو بجھے ہوئے چونے سے اجزاء نار یہ نکل جاتے ہیں۔ اور اگر بلور پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو اس سے آگ کی لپٹ نکلتی ہے، اسی طرح پتھر کو لوہے سے رگڑا جائے تو آگ نکل پڑتی ہے یہ ساری ناریت اختلاط کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے اس لئے پہلی صورت میں آپ نے جس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ باطل ہو گئی۔

منکرین کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شدید قسم کی رگڑ سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم پتھر اور لوہے کی ٹکراؤ کی موقع پر مشاہدہ کرتے ہیں یا سورج کی گرم تاثیر سے بلور میں آگ پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یہ چیز اجسام نباتی میں کہیں دیکھنے میں نہیں آتی کہ میں رگڑ سے آگ پیدا ہو جائے، اور نہ ان میں وہ چمک اور صفائی ہی ہے جو بلور کی حد تک ہو، حالانکہ ان نباتی حصوں پر کھلے طور پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں، مگر کہیں آگ کا پتہ نہیں چلتا، پھر جو کرن اس کے اندرونی جانب ہو گی، اس سے کیسے آگ پیدا ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ جس کا اصل مسئلہ سے تعلق ہے کہ تمام اطباء پرانی شراب کو نہایت درجہ گرم تسلیم کرتے ہیں اگر یہ گرمی شراب اجزاء نار یہ کی وجہ سے ہوتی ہو تو یہ بات محال ہے اس لئے کہ اجزاء نار یہ معمولی ہونے کے باوجود ایک عرصہ دراز تک کثیر مائیت میں رہتے ہوئے کیسے اپنی ناریت کو محفوظ رکھ سکے اور اس کے معمولی اجزاء

اس حدیث سے کھلے طور پر یہ بات سامنے آگئی کہ خدا نے انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں جو بات قرآن میں بیان کی ہے وہی انسان کی تخلیق کا طریقہ ہے قرآن نے کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ انسان کو آگ سے پیدا کیا نہ یہ ذکر ہے کہ اس کے مادے میں کہیں سے بھی آگ کا کوئی حصہ شامل ہے۔

پانچویں بات جو قائلین نار کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ وہ دیکھتے ہیں حیوانوں کے بدن میں حرارت موجود ہے جو اس کی دلیل ہے کہ اجزاء نار یہ اس میں موجود ہے یہ خیال ایک بودا خیال ہے اس لئے کہ حرارت کے اسباب تو عام ہیں کچھ آگ ہی پر اس کا انحصار نہیں کبھی آگ سے حرارت پیدا ہوتی ہے کبھی حرکات سے حرارت کا وجود کبھی انکسائٹ شعاعی حرارت زاہوتے ہیں، کبھی گرم ہوا سے حرارت وجود میں آتی ہے، کبھی صرف آگ کی قربت سے حرارت جاگ اٹھتی ہے، یہ مجاورت بھی ہوا کی حرارت کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور بھی دوسرے اسباب ہیں جن سے حرارت کی تولید و افزائش ممکن ہے، اس لئے حرارت کو آگ کی بنیاد پر مان لینا لازم نہیں آتا۔

قائلین نار کا کہنا ہے کہ یہ تو کھلے طور سے معلوم ہے کہ پانی اور مٹی ملنے کے بعد لازمی طور سے ایسی حرارت کی مقتضی ہوتی ہیں، جو ان دونوں کو مختلط کر سکے اور انہیں پکا سکے اگر یہ صورت نہ ہو تو یہ دونوں ایک دوسرے میں ممزوج ہو جائیں اور ایک دوسرے سے مل جائیں جو ممکن نہیں یہ بھی دیکھنے میں روزمرہ ہے کہ اگر بچ مٹی میں ڈالا جائے اور اس بچ تک ہوا اور دھوپ کا کوئی اثر نہ ہو تو وہ بچ خراب ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ ہر مرکب میں کوئی ایسا جسم جو بالطبع پکانے والا ہو موجود ہے۔ اگر یہ بات ہے تو اسی کو جزء نار کہیں گے، اگر ایسا نہیں ہے تو مرکب کو بالطبع حار نہ کہیں گے بلکہ اگر اس مرکب میں گرمی آ جاتی ہے، تو یہ حرارت عرضی ہوگی، جب یہ عرضی حرارت ختم ہو جائے گی تو اس چیز میں نہ تو طبعی حرارت موجود ہوگی نہ کیفی حرارت ہوگی، بلکہ بارد مطلق ہوگی، لیکن بہت سی غذائیں بہت سی دوائیں حار بالطبع ہوتی ہیں،

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں حرارت موجود ہے اس لئے کہ ان میں جوہری طور پر نارمیت پائی جاتی ہے۔

نیز یہ کہ اگر بدن میں کوئی گرم کن جزء نہ ہو تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ نہایت درجہ ٹھنڈا ہو اس لئے کہ جب طبیعت کا مقتضی برودت ہو اور اس کے گرد پیش کوئی ایسی چیز نہ ہو جو حرارت پیدا کرے تو ٹھنڈک اپنے انتہائی درجہ پر ہوگی اگر ایسا ہو تو پھر ٹھنڈک کا احساس اس بدن کو کیسے ہوگا اس لئے کہ جو ٹھنڈک اسے اب پہنچ رہی ہے وہ بھی اگر غایت درجہ کی ٹھنڈک ہو تو اس کا احساس کیسے ممکن ہے اس لئے کہ کوئی چیز اپنے ہم مثل سے متاثر و منفعل نہیں ہوتی اور جب انفعال نہ ہوگا تو احساس بھی ممکن نہیں اور جب احساس نہ ہو تو پھر اس سے تکلیف پہنچنے کا سوال ہی نہیں اور اگر اس ٹھنڈک سے یہ ٹھنڈک کم ہے تو اور منفعل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر کوئی مسخن جزء بدن میں نہ ہو تو پھر ٹھنڈک سے انفعال کیسا اور اس سے تکلیف و اذیت کیسے ممکن ہے لوگوں نے اس کو یوں کہا ہے کہ آپ کی ان دلیلوں سے اس بات کا ابطال ہوتا ہے جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ اجزاء نارمیت ان مرکبات میں بحالہ باقی رہتے ہیں اور آگ کی اپنی طبیعت میں کوئی تغیر نہیں آتا ہم اس کے قائل ہی نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی صورت نوعیہ امتزاج و ترکیب کے وقت فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسروں نے ایک اور بات کہی کہ کیوں نہ یہ کہا جائے کہ زمین پانی ہوا جب مل جاتے ہیں تو اس میں طبع اور نضج پیدا کرنے والی قوت حرارت آفتاب اور حرکات سیارگان ہے پھر یہ اپنی نضج کی تکمیل کے وقت ہیئت ترکیبی کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتی ہے اس حرارت کے واسطے سے جو ان نجوم و کواکب سے آتی ہے اس سلسلے میں نباتات و حیوانات و معاون یکساں طور پر منتفع ہوتے ہیں اس بات کا کوئی مانع نہیں سمجھ میں آتا کہ یہ حرارت و خونت جو مرکبات میں موجود ہے ان خواص قوی کی بنیاد پر ہے جسے خدائے پاک اس امتزاج کے وقت ان میں پیدا فرماتا ہے ان اجزاء

ناریہ بالفعل سے اسکا کوئی تعلق نہیں، آپ کے اس امکان کے باطل کرنے کا دور سے دور تک سراغ لگانا ممکن نہیں، اطباء فاضلین کے ایک بڑے گروہ نے اس کا اعتراف بھی کر لیا ہے، رہ گئی بدن کی ٹھنڈک کا احساس کرنے کی بات تو اس کے بارے میں یہ بات ہے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدن میں حرارت اور گرمی موجود ہے تو اس کا تو انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس گرم کن چیز کا آگ سے ہی متعلق ہونے کی بات پر تو کوئی دلیل نہیں ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر نارمخن ہے تو یہ قضیہ انعکاس کے بعد بھی کلیہ رہ جائے، یہ کیسے ہوگا بلکہ انعکاس کلیہ یوں ہوگا کہ بعض مسخن نارہے۔

یہ بات کہ مرکب میں نار کی صورت نوعیہ فاسد ہو جاتی ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس لئے کہ اکثر اطباء تو اس کی صورت نوعیہ کے بقاء کے قائل ہیں، دوسرے اس کے فاسد ہونے کی بات بھی انتہائی غلط ہے، اس لئے کہ اس کے غلط اور باطل ہونے کا اعتراف شیخ ۱۰ نے اپنی کتاب شفاء میں کر لیا ہے اور یہ بات مدلل کر دی ہے کہ عناصر مرکبات میں اپنی طبیعت پر باقی رہتے ہیں۔

۱۔ احمد نے ۳/۱۳۲ میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے بذیل حدیث نمبر ۱۳۸۱ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث ۳۳۴۹ ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ نفس سے مراد سانس کا آنا جانا ہے۔

۳۔ بخاری نے ۳۴۶/۱۱ کتاب الرقاق میں اس حدیث کو بیان کیا ہے جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے ”کہ پیغمبر اور ان کے اصحاب کی معیشت کا کیا انداز تھا“ اور وہ دنیا سے کس قدر بے نیاز تھے۔“

۴۔ مراد اصول ہیں یہ لفظ اسطس کا جمع ہے جو یونانی لفظ ہی بمعنی اساس بنیاد جڑ انہوں نے عناصر اربعہ ہوا پانی مٹی اور آگ کو شمار کیا ہے اور انہیں اصول و اساس تسلیم کرتے ہیں، اس لئے کہ انہیں اصول سے حیوانات نباتات اور جمادات کے نام سے پائے جانے والے مرکبات کا وجود ہے اطباء یونان کے نزدیک۔

۵۔ یہ چونے کا پتھر ہے یعنی آب نارسیدہ بلا بجھا چونا پھر منظر کلس کا استعمال ذرا عام ہو گیا اور چونے جیسی بہت سی چیزوں پر بولا جانے لگا، ہڑتال وغیرہ کی قسم کی چیزیں مصالحتہ مفاعلتہ ہے صک سے بمعنی رگڑ دھکڑ چوٹ لگنا لگانا۔

۶۔ مسلم نے بذیل حدیث نمبر ۲۹۹۶ کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ حضرت عائشہ سے مروی متفرق حدیثوں کے بارے میں باب۔

۷۔ شیخ سے مراد رئیس ابوعلی حسین بن عبد اللہ بن سینا ہے جن کا عبقری فلاسفہ میں شمار ہوتا ہے اور جن اذکیانے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا ان میں سے شیخ بھی ہے اگرچہ شیخ اسلام کے سیدھے اور سچے راستے سے بہک گیا اور بعض بہکی بہکی باتیں بھی اس نے لکھ ماری ہیں جن سے صحیح طور پر سوچنے اور چلنے والے علماء متفق نہ ہو سکے انہیں میں مولف طب نبوی بھی ہے اور اسی وجہ سے متاخر حکیم کا نقطہ تعریف لایا مولف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کی بے جا روی کی دھکتی رگ پکڑی ہے۔ جسے شیخ ابن سینا نے کثیر منولات میں جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

(۶) فصل

علاج نبوی کے انداز و طریق

آپ کا طریقہ علاج امراض میں تین انداز پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ علاج بالادویہ طبعی دواؤں کے ذریعہ مرض کا دور کرنا۔

دوسرا طریقہ علاج بالادعیمہ دعا جھاڑ پھونک کے ذریعہ مرض دور کرنا۔

تیسرا طریقہ علاج بالامرین دونوں چیزوں سے مرکب طریقہ سے مرض دور کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج کے ان تینوں طریقوں کا ہم ذیل میں ذکر

کریں گے سب سے پہلے ان طبعی دواؤں کا ذکر کریں گے جو آپ نے دوسروں کے

لئے تجویز فرمایا اور اس کا استعمال خود کیا یا دوسروں سے کرایا، پھر ادویہ الہیہ کو جو دعا

جھاڑ پھونک پر مشتمل ہے اس کا ذکر کریں گے، پھر ان دواؤں کا ذکر کریں گے جو دوا اور دواء دونوں ہی سے مرکب ہے۔

اس کا ہم مختصر بیان اشارۃً کریں گے، اس لئے کہ ہمارے پیغمبر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہادی بنا کر اور لوگوں کو بھلائی کی طرف پکارنے والا بنا کر اس کی جنت کی راہ بتانے والا خدا کی پہچان کرانیو والا اور امت کو خدا کی رضا کے مقامات بتانیو والا اور اس کے احکام کی پابندی کا حکم کرنے والا، غصہ اور خفگی کے مقامات کی وضاحت کرنے والا اور ان سے روکنے والا بنا کر بھیجے گئے، انہوں نے اپنی امت کو انبیاء سابقین و مرسلین کی خبر دی اور ان سے حالات و معاملات جو ان کو ان کی امت کے ساتھ پیش آئے بیان کیا، دنیا کی تخلیق سے متعلق باتیں اور زندگی شروع ہونے اور زندگی کے بعد پوری زندگی کے کارناموں کی رپورٹ پیش ہونے کا دن اور انسان کے بد بخت ہونے اور خوش بخت ہونے کی کیفیات اور اس کے اسباب کا واضح بیان لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

بدن انسانی کی صحت و علاج کا مسئلہ شریعت کے ہر جہت اور ہر طریقے سے مکمل ہونے سے تعلق رکھتا ہے، خود یہ مسئلہ مقصود وغیرہ ہے، اس لئے کہ علاج جسم انسانی تو ضرورت کے وقت کیا جاتا ہے اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو انسان اپنی ساری توانائی اور ساری دانائی قلوب اور روحوں کی درنگی پر صرف کرے اس کی توانائی و تندرستی کی طرف لگ جائے اور جن بیماریوں سے دل اور روح متاثر ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور ایسی احتیاطی تدابیر جن سے یہ فساد جسمانی اور روحانی پیدا ہی نہ ہو مقصود اولین ہے اور انسان کے بدن کی درنگی بلا اصلاح قلب کچھ زیادہ مفید نہیں بدن کی خرابی اور صحت کی ناپائیداری ایسی صورت میں کہ دل توانا و تندرست ہو کسی قدر کم ضرر دیتا ہے۔ یہ نقصان آتی جاتی ہے، جس کی پشت پہ دوا اور مکمل منفعت ہے۔

(۷) فصل

پہلی قسم ادویہ طبعیہ سے علاج کرنے کے بیان میں بخار کی علاج کے متعلق ہدایات نبوی

صحیح بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

إِنَّمَا الْحُمَّى أَوْ شِدَّةُ الْحُمَّى
مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا
بِالْمَاءِ ☆۱

بخار یا تیزی بخار جہنم کی لپٹ ہے
اسے سرد کر دو پانی کے ذریعہ چھینٹا
وضو غسل کسی بھی طریقے سے۔

اطباء کے ایک طبقہ کے درمیان اس حدیث کا مفہوم کم علمی کی وجہ سے زیر بحث رہا کہ آیا یہ بھی کوئی طریقہ علاج ہے بلکہ ناواقفیت نے انہیں انکار پر ابھارا اور انہوں نے اس طریقہ کو بخار کے علاج میں نافی علاج کہنا شروع کر دیا جس کی وضاحت ہم ذیل میں کر رہے ہیں تاکہ اس سے اس طریقہ علاج کی خوبیاں آئینہ ہو کر سامنے آجائیں آپ کو اس کے سمجھنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تنخاطب کو سمجھنا چاہئے ان کا انداز و طرز پر ہوتا ہے ایک پوری روئے زمین کے باشندوں کے لئے دوسرے مخصوص باشندوں اور محدود لوگوں کے لئے جیسے کہ اس حدیث میں۔

وَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ
وَلَا بَوْلٍ وَلَا تَسْتَسِدُّ
بِرُؤُوسِكُمْ لَكِنَّ شَرِّقُوا
أَوْ غَرِّبُوا ☆۲

کہ قبلہ رخ ہو کر نہ پاخانہ کرو نہ
پیشاب نہ ان دونوں فعل کے
وقت قبلہ کو پشت کی طرف کرو بلکہ
اپنا رخ ان دونوں حالتوں میں
مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔

ظاہر ہے کہ اس خطاب میں نہ اہل مشرق شامل ہیں نہ اہل مغرب نہ اہل عراق بلکہ اس سے مراد اہل مدینہ ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس رخ پر پڑتے ہوں جیسے شام وغیرہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جو مشرق و غرب کے مابین ہے
قَبْلَةٌ ☆ ۳ قبلہ ہے جبکہ بیت اللہ کا رخ کرنا
مقصود ہو۔

اس سے یہ بات صاف ہو گئی ہے اس حدیث میں آپ کے مخاطب صرف اہل حجاز ہیں یا اس کے ملکات جو اس رخ پر ہیں اس لئے کہ اہل حجاز کو عموماً حتیٰ یوم عرضی سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔ جس میں سورج کی شدت حرارت کی ضرر رسانی اس بیماری کو پیدا کر دیتی ہے اور بخار کی اس قسم میں ٹھنڈا پانی یا ٹھنڈے پانی سے غسل دونوں ہی مفید ہوتے ہیں اس لئے کہ حمی کی تعریف ہی ہے کہ وہ حرارت غریبہ جو قلب میں بھڑک اٹھے اور پھر اس کا اثر روح اور خون شراہین و عروق کی ذریعہ سرایت کر کے پورے بدن میں پھیل جائے اور اس کی وجہ سے ایسا اشتعال ہو کہ اس کے طبعی افعال کو بھی دھچکا لگ جائے اس بخار کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم عرضی ہے جو ورم یا کثرت حرکت یا دھوپ کی شدت یا غیر معمولی غصہ وغیرہ کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔

دوسری قسم مرضی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ابتداء مادہ میں ہوتی ہے اس مادہ سے پورے بدن میں گرمی سرایت کر جاتی ہے اگر اسی مادہ کا تعلق روح سے ہو تو اسے حمی یوم کہتے ہیں اس لئے کہ عموماً یہ چوبیس گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ تین دن میں ختم ہو جاتا ہے اگر اس مادہ کا تعلق اخلاط سے ہے تو اسے حمی عفی کہتے ہیں۔ اس حمی خلطی کی چار قسمیں ہیں صفراوی، سوداوی، بلغمی، دموی اور اگر اس مادہ کا تعلق اعضاء اصلیہ صلیہ سے ہے تو اسے حمی دق کہتے ہیں پھر ان سب اقسام کی بیسیوں قسمیں ہوتی ہیں۔

بخار سے بدن کو بڑا نفع بھی پہنچتا ہے جو کسی دوا سے نہیں ہوتا، عموماً اس قسم کا نفع بخش بخار ہوتا ہے، حمی عفی ان مواد کے نضج کے لئے نافع ہوتا ہے جو غلیظ ہوتے ہیں

اور ان کا نضج بلا ان بخاروں کے ممکن نہ ہو، ان بخاروں سے ایسے سدے کھل جاتے ہیں جو منافذ انسانی میں دواؤں کی ذریعہ بھی نہیں کھلتے، غرض جہاں بخار قابل تشویش ہے وہاں نافع بھی ہے۔

آشوب چشم نیا ہو یا پرانا ان بخاروں سے ایسا غائب ہوتا ہے کہ عقل قاصر رہتی ہے کہ کیسے ہوا اسی طرح بخار فاج لقوقہ ۴ اور تشنج امتلائی سے بھی نجات کا سبب ہوتا ہے اسی طرح وہ تمام امراض جو فضولات غلیظہ کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں۔ بڑی تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

مجھ سے تو بعض فاضلین اطباء نے بیان کیا کہ بہت سے امراض کے دفاع میں بخار اتنا نافع ہے کہ میں بخار کے مریضوں کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ تمہاری عافیت کا سامان مبارک ہو، بہت سی بیماریوں میں بخار سے اتنا نفع ہوتا ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی دوا بھی اتنی نافع نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے کہ بخار بدن کے اخلاط اسدہ مواد کے سدہ کو پکا دیتے ہیں جن سے بدن کو سخت قسم کی تکلیف و ضرر پہنچنے والا ہوتا ہے چونکہ بخار سے نضج مادہ ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے دوا کے استعمال کے بعد وہ مادے جو نکلنے کے لئے نضج کے بعد تیار ہوتے ہیں، بڑی آسانی سے نکل آتے ہیں، اس مادہ کے نکل آنے کے بعد مریض کلی طور پر شفا یاب ہو جاتا ہے۔ ۵

ان تفصیلات کے بعد بہت ممکن ہے کہ اس حدیث کا مصداق حمیات عرضیہ ہوں اس لئے کہ حمی عرضی ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگانے اور ٹھنڈے بریلے پانی کے استعمال کے بعد ختم ہو جاتا ہے مریض کو کسی دوسرے اضافی علاج کو ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس قسم کا بخار کیفی حرارت مجردہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو روح سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے اس کے زائل کرنے میں مجردہ کیفیت بارہ اگر مریض کو پہنچا دی جائے تو سکون ہو جاتا ہے چونکہ اس میں نضج مادہ استفراغ مادہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے اس ترکیب سے اس کی شعلہ فشانی ختم ہو جاتی ہے، اور یہی چیز اس بخار کے زوال کا

سبب بنتی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں جس حمی کا ذکر ہے وہ عام ہواور تمام اقسام بخار اس فہرست میں شامل ہوں، اس لئے کہ جالینوس ۶ جیسے فاضل طبیب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حمیات میں ٹھنڈا پانی مفید ہوتا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب حیلۃ البرء کے دسویں مقالہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مریض ہٹا کٹا جوان العمر شدت حرارت کی وقت بھی شاداب جسم کا ہو یا بخار اپنے انتہاء پر ہو اس کے احتشاء میں کوئی ورم نہ ہو اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرے یا اس میں تیر جائے تو اس کو اس عمل سے نفع پہنچے گا پھر آگے چل کر اس نے کہا کہ ہم اس ترکیب کا بے دھڑک استعمال کرنا جائز و مناسب سمجھتے ہیں۔

رازی ۷ نے اپنی کتاب حاوی کیہر میں لکھا ہے کہ مریض کی قوت قوی اور بخار شدید ہو اور نضج مادہ کی علامت دیکھ رہے ہوں، جوف شکم میں ورم نہ ہو نہ ہارنیا ہو تو ٹھنڈے پانی کے پینے سے مریض کو نفع ہوگا، اگر مریض کے جسم میں تازگی ہو اور موسم گرم ہو اور مریض ٹھنڈے پانی کا بیرونی طور پر استعمال کرنے کا عادی ہو، تو اسے ٹھنڈے پانی کے استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ اگر بخار کی شدت بڑھ گئی ہو تو ہر بخار میں پانی کا استعمال دو طریقے سے کرنا چاہئے، پہلی صورت ٹھنڈک سے تکمید کی ہے کہ بدن یہ ٹھنڈا کپڑا آئس بیگ سے سینک کرائی جائے تاکہ بخار کی شدت کم ہو جائے، اور مریض کو سکون نصیب ہو دوسری ترکیب یہ ہے کہ بخار کی شدت کے وقت مریض کو بار بار ٹھنڈے پانی کا غرغہ کلی کرائی جائے اس سے جسم کے تمام اعضاء میں توانائی آ جاتی ہے بالخصوص گردوں کا فعل جن سے جسم کی حیاتیاتی قوت بڑھتی ہے بڑی حد تک ان میں ابھارا جاتا ہے اور صحیح انداز سے کام کرنے لگتے ہیں۔

الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ یعنی اس کی لپٹ اس کا پھیلاؤ مراد ہے اس لئے کہ

ایک دوسرے موقع پر پیغمبر خدا نے شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فرمایا اس کی دو طرح تو جیہہ کی جائے گی، پہلی یہ کہ جمی نمونہ اور لپٹ شریک بہن ہے، جو جہنم سے جمی تاکہ بندے پر اس سے استدلال کیا جاسکے اور اس سے وہ عبرت حاصل کر سکیں پھر خدا نے ان کا ظہور ان اسباب کے ذریعہ فرمایا جن کی ضرورت تھی جس طرح راحت و خوشی مسرت اور لذت نعیم جنت سے ہے خدا نے اسے عبرت اور نشان کے طور پر ظاہر کیا اور اس کا ظہور جن اسباب سے بطور عبرت و دلالت ہو سکے ظاہر فرمایا۔

دوسرے یہ کہ اس سے تشبیہ مراد ہو، اس طرح شدت بخار کو جہنم کی لپٹ سے تشبیہ دی اور حرارت کو بھی اس سے تشبیہ دی تاکہ عذاب جہنم کی شدت کا احساس کرایا جائے اور یہ کہ حرارت جمی بھی جہنم کی لپٹ کی طرح ہے جو اس سے قریب ہو اس کو گرمی کا دھوکا لگ کے رہے گا۔

اور آپ کا قول ”أَبْرَدُوهَا“ دو طرح سے مروی ہے پہلی صورت ہمزہ کے بغیر اور فتح ہمزہ کے ساتھ باب رباعی سے أَبْرَدَ الشَّيْءُ جبکہ اسے ٹھنڈا کر دیا جائے جیسے اسْخَنَهُ جب کسی چیز کو گرم کر دیا جائے۔

دوسری صورت ہمزہ وصل کے ساتھ من برداشتی بیردہ کی طرح یہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق لغت و استعمال کے اعتبار سے فصیح تر ہے اور رباعی لغت کے اعتبار سے غیر فصیح ہے، چنانچہ شاعر نے لکھا ہے۔

اَقْبَلْتُ نَحْوَ سِقَاءِ الْقَوْمِ اَبْرَدُ	اِذَا وَجَدْتُ لِهَيْبِ الْحُبِّ فِي
فَمَنْ لِنَارٍ عَلَى الْاَحْشَاءِ تَنْقِلُ	كَبَدِي
	هَبْنِي بَرْدُتٍ بِبَرْدِ الْمَاءِ
	ظَاهِرَه

جو آگ لگی تھی سینے میں اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

ترجمہ: جب جگر میں محبت کے شعلے اٹھتے ہیں تو میں قوم کے آب رساںوں کی طرف ٹھنڈک کے لئے رخ کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ میں پانی کی ٹھنڈک سے ظاہری ٹھنڈک حاصل کر لیتا ہوں، مگر میرے سینے میں جو آگ بھڑک رہی ہے اسے کون ٹھنڈا کرے گا۔

آپ کا یہ فرمانا کہ بالماء اس میں بھی دو تو جیہہ ہیں، ایک یہ کہ کوئی بھی پانی ہو یہی صحیح ہے، دوسرے یہ کہ آب زمزم جن لوگوں نے آب زمزم مراد لیا ہے، انہوں نے اپنی بات کی دلیل بخاری کی اس روایت کو بنایا جس میں ابو جمرہ نصر بن عمران نصعی نے روایت کیا کہ میں ابن عباس کے پاس میری نشست و برخاست تھی اسی زمانے میں مجھے بخار آنے لگا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میاں اسے آب زمزم سے ٹھنڈا کر لو۔ اس لئے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بخار جہنم کی پٹ ہے، اسے پانی سے بجھا دو یا آپ نے آب زمزم ۸ سے بھجانے کو فرمایا، راوی کو اس میں شک ہوا، اور بلاشبہ یقین سے بیان کرتا تو یہ پھر مقامی علاج ہوتا، اس سے مراد مکہ کے باشندے ہوتے، اس لئے کہ آب زمزم اہل مکہ کو آسانی مل سکتا ہے، اور دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے تو پانی متعین ہے، اس لئے کہ ان کو زمزم میسر نہیں۔

پھر محدثین نے اَبْرَدُوْ بِالْمَاءِ کو عام مان کر یہ بیان کیا کہ اس سے مراد پانی کا صدقہ کرنا۔ یا استعمال کرنا ہے۔ دونوں ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن درست استعمال ہی ہے اور جس نے ٹھنڈے پانی استعمال کرنے کے بجائے پانی کا صدقہ کرنا مراد لیا ہے۔ ان کو پانی کا استعمال بخار کی حالت میں حلق سے نہ اتر اہوگا۔ اور پیغمبرؐ کی مراد ان کے ذہن میں نہیں آئی۔ حالانکہ آپ کی بات کے لئے وجہ حسن ہے کہ جزا عمل کی جنس کے مطابق ہوگی جیسے کسی پیاسے کی پیاس کی شدت ٹھنڈے پانی سے بجھا دی جاتی ہے اسی طرح بخار کی گرمی اللہ تعالیٰ بطور جزا کے بجھا دیں گے اگر پانی کو صدقے میں دے دے مگر یہ بات حدیث کے سمجھنے سے متعلق ہے اور دور کی کوڑی ہے حقیقتاً مراد استعمال

میں اس شعراء کی بات یاد آتی ہے جو اسے برا بھلا کہتے ہیں۔

زَارَتْ مُكْفِرَةً الذُّنُوبَ وَ تَبَالَهَا مِنْ زَائِرٍ وَمُودِعٍ
وَدَّعَا مَآذَا تُرِيدُ فَقُلْتُ أَلَا تَرْجِعِي

قَالَتْ وَقَدْ عَزَمْتُ عَلَى
تَرْحَالِهَا

گناہوں کو دھلتے ہوئے تیری آمد اور تمہارا جانا (آمد و رفت برا ہو ایسے آنیوالے کا برا
ہو ایسے جانے والے کا جب جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا، کیا خواہش ہے
میں نے کہا بس یہ کہ تو پھر نہ آئے۔

میں نے اس کو جواب دیا کہ برا ہو تمہارا تم نے اسے گالی دی جس کو برا کہنے کی
ممانعت خود پیغمبر خدا کی ہے۔ تمہیں تو یوں کہنا چاہئے تھا۔

زَارَتْ مُكْفِرَةً الذُّنُوبَ أَهْلًا بِهَا مِنْ زَائِرٍ وَمُودِعٍ
لِصَبِّهِ مَآذَا تُرِيدُ فَقُلْتُ أَلَا تُقْلِعِي

قَالَتْ وَقَدْ عَزَمْتُ عَلَى تَرْحَا
لِهَا

مبارک باد آنے والے جانے والے کو کہ تمہاری آمد و رفت سے گناہ دھل گئے۔ جب
جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا کیا آرزو ہے، میں نے کہا بے سہارا نہ
چھوڑیے۔

اگر یہ کہتا تو مناسب تر ہوتا اور بخار چھوٹ جاتا اس کے کہتے ہی میرا بخار جاتا رہا
ایک اثر ہے جس کے بارے میں مجھے پوری واقفیت نہیں ہے۔

حُمِّي يَوْمِ كَفَّارَةِ سَنَةِ ١٢٥٠
ایک دن کا بخار پورے سال کا
کفارہ ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں پہلی بات یہ ہے کہ بخار بدن کے ہر عضو اور ہر جوڑ میں گھستا ہے

جن کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ اس طرح ہر جوڑ کی اذیت پورے ایک دن کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔ اور اس طرح ایک دن کے بخار میں تین سو ساٹھ دن کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ بخار سے بدن میں ایک ایسا اثر مرتب ہوتا ہے کہ پورے ایک سال تک اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں شراب کی شناعیت کے بارے میں آتا ہے۔

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ كَمْ تُقْبَلُ لَهُ
جس نے شراب پی اس کی نماز
صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ☆ ۱۵
چالیس دن تک قبول نہ ہوگی۔
اس لئے کہ شراب کا اثر پینے والے کے شکم عروق و اعضاء میں چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بخار تمام بیماریوں کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے اس لئے کہ بخار جسم کے ہر عضو میں گھسا ہوتا ہے، اور خدائے پاک ایک بخار کے بدلے جسم کے ہر عضو کے برابر بدلہ دیتے ہیں۔

ترمذی نے اپنی کتاب میں رافع بن خدیج سے مرویٰ ذکر کیا ہے۔

إِذَا أَصَابَتْ أَحَدُكُمْ الْحُمَّى
 وَإِنَّ الْحُمَّى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ
 فَلْيُطْفِئْهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ وَ
 يَسْتَقْبِلْ نَهْرًا جَارِيًا
 فَلْيَسْتَقْبِلْ جَرِيَّةَ الْمَاءِ بَعْدَ
 الْفَجْرِ وَقَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
 وَلْيَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ اشْفِ
 عَبْدَكَ وَصَدِّقْ
 رَسُوكَ ☆
 جب تم میں سے کسی کو بخار آ جائے
 تو یہ سمجھ لے کہ بخار آتش جہنم کا
 ایک ٹکڑا ہے اس لئے وہ اس کے
 بجھانے کی ترکیب کرے ٹھنڈے
 پانی سے اور بہتے دریا تک جائے
 اور بہتے پانی میں اترے فجر کی نماز
 کے بعد سورج کے طلوع ہونے
 سے پہلے اور اپنی زبان سے کہے
 اے خدا اپنے بندے کو شفاء دے
 اور اپنے رسول کی بات کو سچ کر
 دکھا۔

اس طرح پانی میں تین غوطے لگائے اس غوطہ خوری کا سلسلہ تین دن تک جاری
 رکھے اگر اسے شفاء ہو جائے تو خیر ورنہ یہ عمل پانچ دن تک کرے اگر پانچ دن میں بھی
 حالت درست نہ ہو تو سات دن تک اگر سات دن تک کرنے کے بعد بھی بخار رہ جائے
 تو نو دن تک انشاء اللہ نو دن کے بعد وہ باقی نہ رہے گا

میں یہ ہدایت آپ کو کرتا ہوں کہ ان شرائط کی رعایت کے ساتھ غسل کا عمل،
 منطقہ حارہ کے شہروں میں موسم گرما میں نافع ہے۔ اسلئے کہ ان ممالک میں اس موسم
 میں صبح کو سورج کے نکلنے سے پہلے پانی زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ بہ نسبت سورج کے طلوع
 کے بعد اس میں انعکاس حرارت کی وجہ سے کسی قدر گرمی آ جاتی ہے، نیند اور سکون اور
 ٹھنڈی ہوا اس پر متزاہد کام کرتی ہیں اسلئے کہ ان تین وجہوں سے بدن کی قوت میں
 علاج قبول کرنے کی پوری صلاحیت ہوتی ہے ادھر وقت کی رعایت سے دوا بھی خوب
 کام کرتی ہیں جو آب سرد کی شکل میں استعمال ہوتی ہے، ادھر بخار کی گرمی خواہ وہ حمی یوم

کی وجہ سے ہو یا بادی کے بخار کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ٹھنڈا پانی تریاق ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کو ورم نہ ہو یا کوئی اور خراب بیماری اور مواد فاسدہ نہ ہو تو اس ٹھنڈے پانی سے بفضل خداوندی بخار جاتا رہتا ہے بالخصوص ان دنوں میں جس کا ذکر حدیث پاک میں کیا گیا ہے، یہ ایام حقیقت میں بحران کے ایام ہیں جن میں امراض حادہ کا بحران واقع ہوتا ہے بالخصوص گرم ممالک ہیں اسلئے کہ یہاں کے باشندوں میں اغلاط رقیق ہوتے ہیں اور رقت اغلاط کی وجہ سے دوا نافع بڑی تیزی سے اثر کر جاتی ہے، برخلاف ممالک منطقہ معتدلہ و بارودہ کے جہاں اغلاط میں بجائے رقت کے غلظت ہوتی ہے اسلئے دواؤں کی تاثیر بطبی ہوتی ہے خود جسم میں بھی اس کے اثر قبول کرنے کی صلاحیت کمتر ہوتی ہے۔

۱۔ بخاری نے ۱۰/۳۶ فی الطب میں جہاں باب قائم کیا ہے ”بخار جہنم کی لپٹ ہے“ ذکر کیا ہے اور مسلم نے حدیث نمبر ۳۲۰۹ فی السلام بذیل باب ہر بیماری کیلئے دوا ہے میں ذکر کیا ہے۔

بعض طبیعوں کا کہنا ہے کہ بخار کی ہر صورت میں جب حرارت بہت بڑھ جائے تو پانی سے دو طرح علاج کرتے ہیں۔ پہلا طریقہ برف سے خارجی طور پر سینک کرنا تا کہ درجہ حرارت نیچے آجائے، دوسرا طریقہ علاج یہ ہے کہ منہ سے پانی بار بار پلایا جائے کہ اس سے تمام اعضاء جسمانی کو بالخصوص گردوں کو اپنے اپنے کام پر لگایا جائے کہ وہ جسم کی توانائی کے لئے ”گذشتہ سے پوستہ“ کچھ نہ کچھ کریں۔

۷۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی عربی طبیوں میں نامور ترین طبیب جو رے کے گاؤں میں پیدا ہوا اور جالینوس عرب کے نام سے ملقب تھا، مسلمان اطباء میں مایہ ناز طبیب تھا اس کی تصانیف کثیر ہیں، انہیں میں سے حاوی فن طب میں تیس جلدوں پر مشتمل ہے، دوسری کتاب جلدی و حصہ ہے اس کا انتقال ۳۱۱ ہجری میں ہوا، اس کا ذکر اعلام النبلاء ۲۳۲/۹ اور عیون الانباء ۳۰۹/۱ میں موجود ہے اسی طرح شذرات الذهب ۲/۲۶۳ اور دفيات الاصبان ۲/۱۰۳ میں بھی موجود ہے۔

۸۔ دونوں شعروہ بن اذینہ کے ہیں اشعر و اشعراء میں ۵۸۰ صفحہ پر اور ”رہر لا دب ۱/۱۶۷ اور وفيات الاعیان میں ۲/۳۹۴ میں ذکر موجود ہے۔

۹۔ بخاری نے اسے ۶/۲۳۸ بدء الخلق میں باب صفة النار کے تحت ذکر کیا ہے فتح آگ بھرو کنا اور جوش میں آنا۔

۱۰۔ حاکم نے مستدرک ۴/۲۰۰ میں ذکر کیا ہے اس کی تصحیح اور موافقت ذہبی نے کیا ہے اور بالکل ایسی ہی جیسے کہ ان دونوں نے کہا تصحیح کی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس کی سند قوی ہے، اور ضیاء المقدسی نے مختارۃ میں ذکر کیا ہے اور بیہقی نے مجمع میں طبرانی کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

۱۱۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۵۳۷۷ کے تحت بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے، اور بوسیری نے اپنی زوائد میں اس کی اسناد کو صحیح اور رجال کو ثقات لکھا ہے۔

۱۲۔ ہم نے اسے مسند میں پایا بیہقی نے اس کو مجمع میں ۵/۹۴ کے ذیل میں ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت طبرانی اور بزار کی طرف کی ہے۔ اور یہ کہا کہ اس روایت میں اسماعیل بن مسلم متروک الحدیث بھی ہے۔

۱۳ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۶۹ کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ہے جو ضعیف ہے مگر مسلم نے اس کی حدیث صحیح مسلم میں مبر ۴۵۷۵ کے تحت جابر بن عبد اللہ کی سند سے لکھی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما السائب یا ام امسیب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے ام سائب یا ام مسیب کیوں تم کانپ رہی ہو انہوں نے عرض کیا بخار ہے خدا اس کا برا کرے آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کہ وہ انسان کے گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح دھڑی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔

۱۴ مقاصد میں ہے کہ اسے قضائی نے اپنی مسند ذکر کیا ہے۔ ابن مسعود سے مرفوعاً ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک رات کا بخار پورے سال کے گناہ کا کفارہ ہے اس روایت کا ایک شاہد جسی ابن ابی الدنیا نے ابوورداء سے روایت کیا ہے جو موقوف ہے۔ ان لفظوں پر کہ ایک رات کا بخار پورے سال کا کفارہ ہے اس کو تمام نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے۔ ابوہریرہ سے مرفوعاً تفصیل اس کتاب سے مراجعت کر کے دیکھیں۔

۱۵ حدیث صحیح ہے جسے احمد نے حدیث نمبر ۶۷۷۳ اور ابن ماجہ نے ۲۳۷۷ کے تحت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث سے لیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کی حاکم نے ۴/۱۳۶ میں تصحیح کی ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ احمد نے حدیث نمبر ۴۹۱۷ اور ترمذی نے ۱۸۶۳ میں حدیث ابن عمر کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ احمد نے ۵/۱۷۱ میں حدیث ابوذر سے روایت کیا ہے۔

(۸) فصیل

طب نبوی میں اسہال کا طریقہ علاج

صحیحین میں ابو متوکل کی حدیث جو ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے خدا کے رسول میرے بھائی کے شکم میں تکلیف ہے ایک روایت میں ہے کہ دست ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اَسْقِهْ عَسَلًا اسے شہد پلاؤ

وہ گیا اور واپس آ کر اس نے عرض کیا اے خدا کے رسول میں نے اسے شہد پلایا۔ مگر کوئی نفع نہیں ہوا۔ دوسری جگہ ہے کہ اس کے پلانے سے دستوں میں زیادتی ہوئی۔ یہ بات دو یا تین مرتبہ کے تکرار سے پیش آتی رہی اور آپ اسے شہد پلانے کا حکم کرتے رہے تیسری بار چوتھی بار یہ نوبت آئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا کہا سچ ہے۔ تیرے بھائی کا شکم جھوٹا ہے۔

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ اِنَّ اَخِي عَرَبَ بَطْنُهُ يَعْنِي اَسَ فِسادٍ مَضْمٌ هُوَ گِیا ہے اور اس کا معدہ بیمار ہو گیا عرب را کے زبر کے ساتھ ذرب بھی مروی ہے۔ جو فساد معدہ کے معنی میں آتا ہے۔

شہد غیر معمولی منافع کی حامل ہے ان گندگیوں کو جو معدہ یا عروق و آنت میں پیدا ہو جاتی ہیں صاف کر دیتی ہے۔ رطوبات کے لئے محلل ہے خواہ گلا ہو یا ضاد ابوڑھوں کے لئے اور جنہیں بلغم کی پیداوار ہو یا اس کا مزاج بار در طب ہو یا اس کا مزاج بارد رطب سرد تر ہو اس میں غذا سیت بھر پور ہے۔ پاخانہ نرم کرتی ہے معجون کے لئے اور اس میں شامل کی جانے والی دواؤں کے لئے نگران قوت ہے۔ اسے عرصہ تک بگڑنے نہیں دیتا، ناپسندیدہ ذائقہ کی دواؤں کے ذائقہ کو بہتر کر دیتا ہے۔ اس کی مضر کیفیات کو دور کرتا ہے، جگر اور سینے کو صاف کرتی اور نکھارتی ہے۔ پیشاب لاتا ہے۔ بلغمی کھانسی کو درست کرتا ہے۔ اگر روغن گل کے ساتھ گرم گرم استعمال ہو تو کیڑوں مکوڑوں کے ڈنگ کے لئے دافع ہے۔ افیون کھانے والے کی سمیت کم کرتا ہے۔ اور اگر صرف شہد کو پانی ملا کر پلائیں تو باؤ لاکتے کے کالے ٹوکھ دیتا ہے۔ زہریلی نبات (دھرتی کے پھول سانپ کی چھتری کی ایک قسم) کے کھانے کا اثر زائل کرتا ہے۔ اگر تازہ گوشت شہد میں ڈبو کر رکھ دیا جائے تو تین مہینے تک متعفن نہیں ہو سکتا۔ ۲ اگر کھیرے لکڑی کدو بیگن اور دوسرے تازہ پھل اس میں رکھے جائیں تو چھ ماہ تک عمدہ

بہتر حالت میں رہتے ہیں اور مردار کے جسم کو عفونت سے روکتا ہے۔ شہد کو حافظ امین نگرماں امانت دار کہتے ہیں۔ اگر جوں دار جسم اور بالوں میں لگایا جائے تو جوں اور لیکھ کو مار ڈالتا ہے بالوں کو بڑھانا اور زیب دیتا ہے اس میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتا ہے اگر اس کو سرمہ کے طور پر آنکھوں میں لگایا جائے تو دھند کے لئے نافع ہے۔ اور اگر دانتوں میں پیسٹ کیا جائے تو دانتوں پر چمک اور سفیدی پیدا کرتا ہے۔ دانتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے۔ رگوں کا منہ کھولتا ہے۔ ایام کا خون اچھی طرح سے بہتا ہے۔ اور آنے لگتا ہے۔ نہار منہ چاٹنے سے بلفم ختم ہو جاتا ہے۔ معدہ کے خمل کو غسل دے کر صاف کر دیتا ہے۔ اور معدہ سے فضلات نکالتا ہے۔ معدہ کو معتدل گرمی پہنچاتا ہے۔ معدہ کا سد کھولتا ہے۔ اسی طرح جگر گردے مثانہ کے سدھے بھی کھولتا ہے۔ اور تلی اور جگر کے سدوں کو شیرینی کے مضرت سے ہونے والے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔

ان سب کے ہوتے ہوئے مضرتوں سے محفوظ نقصان سے خالی صغراوی مزاج کے لئے عارضی طور پر نقصان دہ جو سرکہ اور دوسری ترشی سے کم ہو جاتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس کا نفع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

شہد غذا کے موقع پر غذا دوا کے وقت دوا اور شربت کی جگہ شربت ہے، عمدہ قسم کی شیرینی اعلیٰ درجہ کا طلاء اور نادر قسم کا مفرح ہے، چنانچہ قدرت نے ان تمام منافع کی حامل کوئی چیز اس کے سوا نہیں بنائی نہ اس سے بہتر نہ اس جیسی نہ اس سے لگا کھانے والی، اور قدما کا دستور علاج شہد ہی رہا ہے اس پر ہی سارا علاج گھومتا تھا، بلکہ قدما کی کتابوں میں تو شکر کا کہیں پتہ تک نہیں صدیوں لوگ اس کا نام بھی نہ جانتے تھے، بلکہ شکر تو آج کی پیداوار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہار منہ پانی ملا کر پیا کرتے تھے، اور یہ ایسا جگر دار نسخہ ہے جو صحت کے لئے کیمیا کا کام کرتا ہے، اسے بڑے زیرک اور باہوش فاضلین ہی جان سکتے ہیں، اور ہم اس کا ذکر حفظان صحت کے موقع پر

مناسب انداز میں کریں گے۔

ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ
عَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ
عَظِيمٌ مِنَ الْبَلَاءِ ☆ ۳
جس نے شہد کی چسکی تین روز
سورے سورے ہر مہینے لینے کا
طریقہ اختیار کیا اسے کوئی بڑی
بیماری نہ ہو سکے گی۔

عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ ☆ ۴
تم دو شافی دواؤں سے شفا حاصل
کرو۔ شہد اور قرآن سے

اس اثر میں طب انسانی اور طب الہی دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے، طب ابدان و طب
ارواح معالجہ راضی اور معالجہ سماوی غرض دونوں طریقہ علاج اس میں موجود ہیں۔

ان خصوصیات کے علم کے بعد یہ سمجھئے کہ اس علاج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا نسخہ مریض کے اسہال ختم کے لئے تھا، جو امتلاء معدہ کی بنیاد پر پیدا ہو گیا تھا چنانچہ
آپ نے شہد کا استعمال ان فضولات کے نکلنے کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ جو معدہ
آنتوں میں پھیلا ہوا تھا، شہد سے اس میں جلا ہوتی اور فضولات کا خاتمہ ہوتا، اور معدہ
میں اخلاط لزجہ پوری طرح مسلط تھے، غذا کا وہاں رکنابوجہ لزوجت کے مشکل تھا۔ اس
لئے کہ معدہ میں روئیں ہوتے ہیں، جیسے روئی کے پتے کے روئیں جن میں چمٹنے والے
اخلاط لگ جاتے ہیں تو معدہ کو فاسد کر دیتے اور غذا سے معدہ فاسد ہو جاتا ہے، اس
لئے اس کا علاج اسی انداز سے ہونا چاہئے کہ وہ اخلاط لزجہ ان رویوں سے صاف ہو
جائیں اور شہد سے یہ چیز ممکن ہے، شہد ہی اس کا بہترین علاج ہے، یہ مرض شہد سے جا
سکتا ہے، بالخصوص اگر شہد کے ہمراہ تھوڑا سا گرم پانی ملا دیا جائے۔

آپ کا بار بار شہد کا استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا۔ اس لئے کہ دوا کی

مقدار اس کے استعمال کا تکرار مرض کی رستقامت کو دیکھ کر ہی کی جاتی ہے، اگر مرض کے تناسب سے اس میں کمی ہے، تو مرض پوری طرح زائل نہ ہوگا۔ اور اگر مقدار یا دوا کے استعمال کی باری زائد ہو جائے تو اس کی قوت یا بار بار کے استعمال سے دوسرے نقصان کا اندیشہ متوقع ہے، اسی لئے آپ نے اسے شہد کا استعمال تجویز کیا۔ اس نے اتنی مقدار پلایا جو مرض ختم کرنے کے لئے کافی نہ تھی اور مقصود حاصل نہ تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو مرض کی کیفیت بتائی۔ تو آپ نے سمجھ لیا کہ دوا مرض کے تناسب سے نہیں کھلائی گئی جب انہوں نے آپ کے علاج پر شکوہ کیا تو آپ نے اس تکرار شکوہ پر مریض کو مزید شہد پلائے جانے کی ہدایت کی تاکہ بیماری کو اکھاڑ پھینکنے کی حد تک شہد کی مقدار پہنچ جائے، جب بار بار کی تکرار سے دوا کے مشروب کی مقدار مادہ مرض کی مقاومت کی حد تک پہنچ گیا تو بیماری فضل خداوندی سے جاتی رہی۔ دوا کی مقدار اس کی کیفیات اور مرض و مریض کی قوت کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا فن طبابت کا اہم ترین کلیہ ہے، بغیر اس کے علاج نامتمام رہتا ہے۔

اور پیغمبر ﷺ کا یہ فرمانا صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذَبَ بَطْنُ اَحِيكَ میں اس دوا کے نفع کا یقینی ہونا بیان کرنا مقصود ہے، بیماری دوا کی کمی یا خرابی کی بنیاد پر نہیں ہے۔ بلکہ معدہ کے صحیح طور پر کام نہ کرنے دوا کو کثرت مادہ فاسدہ کی وجہ سے قبول نہ کرنے کی وجہ سے زوال مرض نہ ہو رہا تھا۔ اسی لئے آپ نے بار بار اس کا اعادہ کرایا تاکہ مادہ کی کثرت میں نافع ہو۔

آپ کا طریق علاج دوسرے اطباء کے طریقہ علاج سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اس لئے کہ ہمارے پیغمبرؐ کی طب تو متیقن اور قطعی ہے، اسے خدا کی تلقین اور الہام سمجھنا چاہئے آپ کا علاج وحی الہی تھا نبوت کی روشنی اور کمال عقل پر موقوف تھا برخلاف دوسرے اطباء کا علاج عموماً طبیعت کی رسائی ظن غالب تجربہ پر موقوف و منحصر ہے، نبوت کے ذریعہ علاج کے نافع نہ ہونے کا انکار بمشکل کوئی کر سکا۔ ہاں اس علاج کے

نافع ہونے کا یقین اور پوری عقیدت سے اس علاج کو تسلیم کرنا اور اس کے شفاء کامل ہونے کا اعتقاد پورے یقین و ادعان کے ساتھ اس کو قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن جو سینوں کی بیماری کے لئے شافی ہے۔ جو اس کو اس یقین کے ساتھ نہ قبول کرے گا، اسے اس کی دواؤں سے شفاء عاجل و کامل کیسے ہوگی۔ بلکہ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے اس کو یقین نہیں ہے ان میں گندگی پر گندگی آ لائش پر آ لائش بیماری پر بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ پھر انسانی جسم کا علاج قرآن سے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ طب نبوت تو انہی کے لئے سودمند ہوتی ہے۔ جو پاک اور ستھرے بدن کے لوگ ہوں گے۔ اسی طرح شفاء قرآنی بھی ارواح طیبہ اور زندہ دلوں کے لئے شفاء ہے، اس لئے جو طب نبوت کے منکر ہیں وہ قرآن سے کیسے شفاء پاسکتے ہیں اگر کچھ فائدہ انہیں ہو بھی گیا تو وہ بلا ان شرائط کی تکمیل کے مکمل شفاء نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ علاج اور دوا میں کوئی نقص اور کوتاہی ہے بلکہ خود استعمال کئے جانے والے جسم میں استفادہ کی صلاحیت بوجہ خبث باطن کے نہیں ہی۔ دوا سے شفاء خبث طبیعت اور کل فاسد اور قبول کا سد کی وجہ سے نہیں ہے۔

۱۔ ترمذی نے حدیث ۲۰۸۵ کے تحت اور احمد نے ۲۸۱/۵ کے تحت حدیث ثوبان سے اس کی روایت نقل کی ہے۔ حالانکہ یہ رافع بن خدیج کی حدیث نہیں ہے۔ جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک مجہول موجود ہے۔

۲۔ بخاری نے ۱۰/۱۱۹ فی الطب میں باب الدواء بالعسل کے تحت لیا ہے اور اسی باب میں باری تعالیٰ کا قول فیہ شفاء للناس بھی ہے اور مسلم نے ۲۲۱۷ حدیث کے تحت السلام میں تدویٰ بالعسل کا باب قائم کر کے ذکر کیا ہے۔

۳۔ فطر دونوں کے خمد کے ساتھ سانپ کی چھتری دھرتی کے پہول کی ایک قسم ہے جو زہریلی مہلک ہوتی ہے۔

۴ ابن ماجہ نے ۳۴۵۰ حدیث کے ذیل میں طب کے باب الغسل میں ہی ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں زبیر بن سعید ہاشمی ہیں جو حدیث میں نرم رویہ رکھنے والوں میں سے ہیں۔ اور دوسرا عبد الحمید بن سالم مجہول ہے اس نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

۵ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۲ اور حاکم نے ۲۰۰/۴ میں ابو اسحاق کی حدیث ابوالاحوص عن عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے اس کی ذہبی نے تصحیح کی ہے اور وہ ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہے بس اتنی بات ہے کہ وہ ثقافت میں سے نہیں ہے اس کی روایت ابن مسعود پر موقوف ہے اس کے موقوف ہونے کی تصحیح یہتی نے دلائل الملوۃ میں کی ہے۔

(۹) فصل

شہد کے بارے میں علمی موشگافیاں

اس آیت کے مفہوم کے تعین میں اہل علم مختلف ہیں۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ☆ (الخل ۶۹)

ان مکھیوں کے شکم سے ایک شراب (پینے کی چیز) جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ نکلتی ہیں جس میں شفاء سے لوگوں کے لئے۔

وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت کے لفظ ”فیہ“ میں ضمیر کا مرجع شراب ہے یا قرآن سے سچی بات تو ضمیر کا مرجع شراب معلوم ہوتا ہے۔ ابن مسعود، ابن عباس، حسن، قتادہ رضی اللہ عنہما جمعین، اور اکثر قرآن کے سمجھنے والوں کا یہی کہنا ہے۔ اور سیاق کلام کا تقاضا بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اور آیت میں قرآن کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ صحیح حدیث تو اس بارے میں صراحت ہی ہے۔ جس میں آپ نے شہد کے استعمال کے بعد صحابی کے شبہ کو ”صدق اللہ“ سچ کہا خدا نے فرما کر اس کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع ”فیہ“ میں شراب کی جانب ہے اور کوئی دوسری بات نہیں۔

(۱۰) فصل

طاعون کا علاج اور اس سے پرہیز و احتیاط میں پیغمبر خدا کی ہدایات

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے اس سوال کو ان سے کرتے سنا کہ انہوں نے پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ تسلیم سے طاعون کے بارے میں کیا سنا اسامہ نے فرمایا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
الطَّاعُونُ رِجْزٌ أُرْسِلَ عَلَى
طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ
عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ
فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بَارِضٌ فَلَا
تَدْخُلُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بَارِضٌ
وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا
فِرَارٌ مِنْهُ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ طاعون ایک بڑا عذاب
ہے جو نبی اسرائیل علیہ کے ایک
گروہ پر بھیجا گیا تھا۔ اسی طرح
ان لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو
تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب
تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ
فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری
کے ہوتے وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی
ایسی جگہ یہ عذاب آ جائے جہاں
تم پہلے سے تھے تو اس کے بچاؤ
کے لئے اس سے بھاگ کروہاں
سے نہ نکلو بچانے والا خدا ہے۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔

الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ
مُسْلِمٍ ☆ ۲
طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے
لئے خدا کی راہ میں جان دینا
ہے۔

طاعون لغت میں وباء کی ایک قسم ہے، صحاح میں ہے کہ لغت تو یہ ہے۔ مگر اطباء کے نزدیک ایک رومی جان لیوا اورم ہے، جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد بے چینی ہوتی ہے۔ یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اور ورم کے ارد گرد کا حصہ اکثر سیاہ بنز میلا ہوتا ہے۔ اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑ جاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے۔ بغل کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔ ۳
اور اثر عا شہؑ میں ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریمؐ سے عرض کیا۔

الطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا
الطَّاعُونَ قَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ
الْبُعَيْرِ يَخْرُجُ فِي الْمَرَاقِ
وَالْإِبْطِ ☆ ۴
طعن (نیزہ بازی) تو اسے ہم نے
جان لیا ہے طاعون کیا ہے اسے
بتلائے آپؐ نے فرمایا کہ ایک
گٹھی ہے جیسے لونٹوں کے طاعون
میں ابھرتی ہے انسان کے بغل
کھال میں ابھرتی ہے۔

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل، کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے، جس کا سبب خون رومی جس کی زوات آمادہ عفونت و فساد ہو اور جلد ہی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جائے، عضو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے ارد گرد بھی خراب ہو جاتا ہے۔ کبھی اس خراج سے ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے، اس کی سمیت دل میں رومی کیفیات پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے قے خفقان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ اگر چہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے۔ جو قلب کو رومی کیفیات سے آشنا کرے، یہاں تک کہ مریض کے لئے ہلاکت کا باعث ہو۔ لیکن اصطلاح میں ایسے

ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لئے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے روات صرف انہیں اعضاء تک سرایت کرتی ہے، جو طبعاً کمزور بودے ہوتے ہیں طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جن کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلیوں پر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ ان میں سے سرخ گلی سنگینی میں سب سے کمتر ہے، پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی بچا نہیں۔

عموماً طاعون وبائی انداز سے ہوتا ہے اور وباء پذیر ممالک میں ہوتا ہے جن کی فضا غذا آب و ہوا فاسد و خراب ہوتی ہے۔ اس لئے طاعون کو وباء کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ خلیل نے لکھا ہے۔ وباء طاعون ہے یا اس مرض کو کہتے ہیں۔ جو ہمہ گیر ہو اور تحقیق یہ ہے کہ وباء اور طاعون میں عموم و خصوص کی نسبت ہے یہ اس لئے کہ ہر طاعون وباء ہوتا ہے۔ مگر ہر وباء طاعون نہیں اسی طرح وہ بیماری جو ہمہ گیر ہوتی ہے۔ وہ طاعون سے عام ہوتی ہے۔ اس لئے کہ طاعون تو ان وبائی امراض میں سے ایک ہے۔ طاعون ذہل زخم ورم ردی کو کہتے ہیں۔ جو جسم کے کھلے ہوئے مقامات میں سے کسی جگہ پیدا ہو جائے۔

طاعون کے آثار ہیں۔ فی نفسہ یہ طاعون نہیں ہیں چونکہ اطباء کو بجز ان آثار ظاہرہ کے کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ اس لئے انہیں آثار کو طاعون کے نام سے پکارنے لگے۔

طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

پہلی چیز یہی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتیب کے بعد واقع ہوتی ہے۔ اور غالباً

گمان ہے کہ حدیث میں الطَّاعُونُ شَهَادَةُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں

موجود ہے۔

اِنَّهٗ بَقِيَّةُ رَجَزٍ اُرْسِلَ عَلٰى بَنِي

اِسْرَآئِيْلَ ☆ ۵

اِنَّهٗ وَخَزُ الْجِنِّ ☆ ۶

اِنَّهٗ دَعْوَةُ نَبِيٍّ ☆ ۷

کہ طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ

حصہ ہے جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا

تھا۔ اور اسی میں ہے کہ طاعون

جنوں کی خلش ہے جو انسان کو تباہ

کر دیتی ہے اور اسی حدیث میں

ہے کہ طاعون کسی پیغمبر ﷺ کی

بدعا کا اثر ہے

یہ علل و اسباب اطباء کے نزدیک واقع نہیں ہیں جس طرح ان کے پاس اس

بیماری کو بتانے والی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پیغمبر تو غائب آنکھوں سے اور اوجھل

چیزوں کے بتاتے ہیں۔ اور اطباء نے طاعون کے سلسلہ میں جن آثار کو دریافت کیا

ہے، اسے یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ روح کے توسط سے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ارواح

کی تاثیر طبیعت امراض اور ہلاکت طبعی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا کوئی انکار کر سکے، وہی

انکار کرے گا جو روحوں اور اس کے اثرات سے بالکل ناواقف اور کور ہو گا۔ یا اسے

روح جسم اور طبیعت کے انفعال کے بارے میں ادنیٰ معلومات نہ ہوگی۔ باری تعالیٰ

وباء کے پیدا کرنے کے وقت اجسام نبی آدم میں روحوں کو متصرف بنا دیتے ہیں۔ اسی

طرح جب فضا اور آب و ہوا فاسد ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی ارواح کا اجسام انسانی

میں تصرف کرتے رہنا۔ ایک کا اس تصرف سے متاثر ہونا ایک عام بات ہے۔ اس کا

بالکل وہی حال ہے۔ جیسا موادِ ردیہ کے ذریعہ بعض لوگوں پر ہیئتِ ردیہ پیدا کرتے

وقت دیکھنے میں آتی ہے۔ بالخصوص خون کے جوشِ صفر کے احتراق اور منی کے جوش

کے وقت دیکھنے میں آیا۔ اس لئے کہ ارواحِ شیطانی کی کارکردگی سے ان عوارض کے

شکار لوگوں میں وہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو کسی دوسرے بد سے بد اثرات سے نہیں

ہوتی البتہ اگر ان کو دفع کرنے والے اسباب ان سے قوی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ عوارض پیش نہ آئیں۔ مثلاً یاد الہی دعا غیر معمولی آہ و زاری خدا کے سامنے صدقہ قرآن کی تلاوت کہ ان کے ذریعہ ارواح ملکی کا نزول ہوتا ہے۔ جو ارواح خبیثہ کو کھینچ کر مقبور کر دیتی ہے۔ اور ان کے شر کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود بنا دیتی ہے۔ ان کے اثرات جاتے رہتے ہیں۔ ہم کو اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ ان کو خدا کے سوا کوئی گرفت میں نہیں لاسکتا ہم کو ان ارواح پاکیزہ کا نزول اور اس کی قربت کی کشش میں طبیعت کو قوی کرنے کی عجیب و غریب تاثیر نظر آئی۔ اسی طرح سوا ردیہ کو دور کرنے میں بھی ان کی تاثیرات کا انکار ممکن نہیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے۔ جبکہ ان ارواح خبیثہ اور مواد ردیہ کا استحکام نہ ہوا ہو۔ اس لئے کہ استحکام دپانداری کے بعد ان چیزوں کی جڑ کٹنا مشکل ہو جاتا ہے پھر جس کے ساتھ توفیق الہی شامل ہوتی ہے۔ وہ ان مفاسد کا احساس ہوتے ہی ان اسباب شر کو ان اسباب خیر سے ختم کرنے کی کوشش کر دیتا ہے اس لئے کہ ایسے امراض کی مفید ترین دوا یہی ہے جب خدا چاہتا ہے کہ اپنی قضا و تقدیر کا نفاذ فرمائے تو ان اسباب شرور کی معرفت اس کے تصور اور اس کے ارادے سے بندے کے قلب کو غافل کر دیتا ہے پھر اسے اس کا شعور ہی نہیں رہتا نہ کبھی اس کے ازالہ کا اسے ارادہ ہی ہوتا ہے۔ پھر باری تعالیٰ کی قضا و تقدیر کے احکام پورے ہو جاتے ہیں۔

اس کا بہت مفصل تذکرہ جب ہم علاج بالرقی اور معوذات نبوی کا ذکر دفع بلاء دعاؤں کا ذکر کریں گے جہاں ہم اچھے کاموں اور اسباب کی وضاحت کریں گے وہاں لائیں گے، اور وہیں یہ بھی بتلائیں گے کہ طب نبوی کی حیثیت عام طریقہ علاج کے مقابلہ ایسی ہے جیسے اس فن طب کی ٹونکوں اور افسوں کاری کہانت گری کے مقابلہ میں ہماری اس بات کا کھلے دل سے اعتراف حذاق اطباء ماہرین فن طب نے بھی کیا ہے وہیں ہم یہ بیان کریں گے کہ انسانی طبیعت کہ سب سے زیادہ منفعل کرنے والی

ارواح معوذات کی طاقت جھاڑ پھونک دعائیں ہوتی ہیں۔ ان کی قوت عمل دوا کی قوت عمل سے کہیں بڑھ کر ہے، اس کا اثر تو اتنا زبردست ہوتا ہے کہ زہر قاتل کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

بہر حال ہوا کا مسموم و فاسد ہونا سببِ تامہ طاعون میں سے ایک سبب ہے اس کی وجہ سے طاعون آگ کی طرح پھیلتا ہے، اس لئے کہ تمام اہل عقل و خرد نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ جو ہر ہوا میں فساد و باء کا پھوٹ پڑنا ایک قوی تر سبب ہے چونکہ اس موقع پر جو ہر ہوا ردا ت میں متخیل ہو جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی کیفیتِ ردیہ ہوا پر غالب ہو جاتی ہے مثلاً عفونتِ بدبو اور زہریلی ردا ت وقت و زمانہ کی پابند نہیں ہوتی یہ کسی بھی وقت کسی بھی زمانہ میں پیدا ہو سکتی ہے، اگرچہ گرمیوں کے ختم ہونے کے وقت اس کا حدوث عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح خریف کی فصل میں اس لئے کہ فضلاتِ مراری عموماً گرمیوں میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے آخر میں بجائے تحلیل ہونے کے پھوٹ پڑتے ہیں اور خریف میں فضا میں ٹھنڈک بڑھ جانے کی وجہ سے بخارات و فضولات کے بل جانے کی وجہ سے یہ صورت اور بھی ترقی پذیری ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ گرمیوں میں یہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور خریف میں ان کی تحلیل رک جاتی ہے۔ اس رکاوٹ کی وجہ سے اس میں گرمی پیدا ہو کر عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں امراضِ عفونہ کی پیداوار شروع ہو جاتی ہے۔ بالخصوص جب ان موادِ عفونہ کو ایسے اجسام سے سابقہ ہوتا ہے۔ جن میں پہلے سے استعداد ہوتی ہے۔ اور ڈھیلے ڈھالے سستی پھرتی سے خالی جسموں میں مادہ کی کثرت ہوتی ہے۔ پھر ایسی صورت میں بیماریوں سے پنڈ چھوٹ جائے ایک ناممکن سی بات ہے۔

بسنّت کا موسم ان موسموں میں سب سے عمدہ ہے ان میں آدمی کی توانائی و صحت بہتر سے بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ بقراطؑ نے کہا ہے کہ خریف میں امراض کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔ اور مرض کا تناسب ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں موسمِ خریف کی قدر

صرف عطاروں اور گورکنوں غسالوں کفن برداروں کفن فروشوں کے یہاں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ موسم موت کا موسم ہوتا ہے۔ ان کی دوکانداری چمک اٹھتی ہے۔ اسی موسم کے انتظار میں وہ دوسروں سے قرض لیتے ہیں۔ گویا ان کے لئے خریف موسم بہار ہے۔ اس کی راہ دیکھتے رہتے ہیں۔ شدت کے ساتھ اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ اس موسم کی آہٹ سے ان میں جان آ جاتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ اِزْتَفَعَتِ
ثَرِيَا كَ طُلُوعِ هَوْتِ هِي هِرْ شَهْرَ سَ
الْعَاهَةُ عَنْ كُلِّ بَلَدٍ ☆ ۹ مصائب کوچ کر جاتے ہیں۔

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نبات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدُ
ان ☆ (الرحمن: ۷) ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار ہیں۔ (رحمن: ۷)

اس لئے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا اچھاؤ پورے طور موسم ربيع میں ہوتا ہے یہ موسم وہی ہے۔ جس میں آفات سماوی وارضی ختم ہو جاتے ہیں۔ یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ثریا تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھر آتی ہیں۔

علامہ تہمی نے اپنی کتاب ”مادة البقاء“ میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کے نزول کا وقت پوری انسانی و حیوانی دنیا کے لئے دو ہیں۔ ایک وقت وہ ہے جب کہ ثریا طلوع ہو کر طلوع فجر کے وقت ڈوب جائے۔ دوسرا وقت وہ ہے جب ثریا مشرقی مطلع سے اس وقت طلوع ہو جبکہ سورج طلوع ہونے والا ہی ہو۔ اور اس کا یہ مطلع منازل قمر میں سے کسی ایک منزل سے ہو۔ وہ زمانہ وہی ہے جب فصل ربيع کاٹی جائے اور گانہی جائے البتہ اس کے طلوع ہونے کے

وقت جو ضرر پہنچتا ہے۔ وہ خرابی میں اس ضرر سے کمتر ہے جو اس ستارے کے ڈوبنے کے وقت پیدا ہوتا ہے اور وہی وقت ہے کہ سورج نکل رہا ہو اور اسی کے ساتھ یہ ستارہ ڈوب بھی رہا ہو۔

ابو محمد بن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ بات مشہور ہے کہ ثریا جب طلوع ہوئی مصیبتوں کے درپے کھل گئے اس سے آدمی اور جانوروں میں اونٹ دونوں ہی طرح طرح کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں بالخصوص اس ستارے کا ڈوبنا یہ تو بس مصائب کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث کی تفسیر میں ایک تیسرا قول بھی ہے جو سب سے زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مراد النجم سے ثریا ہے اور عاھتہ سے وہ آفت ارضی و سماوی ہے جو کاشت اور پھلوں کو موسم سرما میں پیش آتی ہے۔ یا ابتدائی فصل ربیع میں اس موسم میں ثریا کے طلوع کے کھیتیاں اور باغات تباہی سے بچ جاتے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا جب تک کہ آسمیں پختگی کے آثار نہ پیدا ہو جائیں۔ یہاں مقصد یہ ہے وقوع طاعون کا موسم بھی اسی موسم سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ ثریا صبح کو فجر سے پہلے ڈوب جائے تو یہ مصیبت طاعون اور بڑھ ۱۰ جاتی ہے۔

۱۔ بخاری نے ۳۷۷/۶ فی الانبیاء میں باب ذکر بنو اسرائیل کے ذیل میں کیا ہے اور مسلم نے السلام میں باب طاعون و طیرہ میں کہا ہے۔ اسی پر عمل آج تک چلا جا رہا ہے۔ طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گرد تندرستوں کو روک دینا چاہئے اس سے کسی شخص کو نفع کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرض کے پھیلنے میں بڑی حد تک تاؤ پا لیا جائے گا اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

ساری چیز خود کشی کے مترادف ہے اور عقل و ہوش شرع و دیانت کے بھی خلاف ہے بلکہ ایسی زمین اور علاقے میں داخل ہونے سے پرہیز کرنا اس احتیاط اور پرہیز میں شمار ہوگا۔ جس کا حکم خدائے پاک نے کیا ہے اور انسان کو اس رہنمائی کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔ ایسی جگہوں سے دور رہنا ایسی فضا اور آب و ہوا سے بچنا چاہئے جہاں اس قسم کی موذی بلاؤں کا زور ہو۔ رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں سے جہاں یہ وباء پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا۔ خدا پر بھروسہ کرنا۔ خدا کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا۔ اور تقدیر کے نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام مذاق و ماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سراہا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وباء سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی کرے اور غذا کی مقدار کم کر دے اس لئے کہ ایسے موقع پر جب وباء کا زور ہے۔ جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی۔ وہ رطوبات فضلیہ میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اس لئے کم سے کم غذا استعمال کرے کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبت خشک ہو جائیں یا کم ہوتی رہیں۔ ضروری ہے۔ لیکن ریاضت و حمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے۔ اس لئے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ ریاضت و حمام کر لیتا ہے۔ تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس ۱۔ جید کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وباء کے پھوٹنے کے وقت وباء

کے مقام سے ٹکنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا۔ اور تعدیہ و باء کا بھی اندیشہ ہے اس لئے سفر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام و باء سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلافت ہوگا۔ اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہوگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑ گئی۔ اور اس ایک نبی سے قلب و بدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آ گئیں۔ ۲

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا لا تحرّجوا فراراً منہ سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے۔ اس لئے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے یہ کسی اور حکیم کی بات ہو سکتی ہے کہ لوگ طاعون پھیلنے وقت حرکات بند کر دیں بلکہ ہدایت اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس و باء سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے۔

اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف و باء سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے، ایسے آدمی کیلئے جس پر اس و باء کا ہوا سوار ہو اس کے لئے راحت اور سکون ہی نافع ہے، اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے، اور تقدیر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، مگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے محتاج ہوں ان کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون و راحت اختیار کریں۔ جیسے کاریگروں کا طبقہ مسافرین کی ٹولی مزدوروں کے گروہ خانچہ فروشوں کی جماعت ان کو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً ادھر ادھر نہ کرو نہ پھر نہ جاؤ نہ کہاں ان کو روک دیا گیا ہے جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض و باء کے ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی و باء پھوٹ چکی ہو وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در

چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

پہلا نفع

پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورت حال سے پرہیز۔

دوسرا نفع

جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

تیسرا نفع

ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہے، اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہے۔

چوتھا نفع

جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز تاکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

خود سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنَ الْقِرْفِ التَّلَفُ ☆ وباء میں گھسے رہنا ہلاکت ہے۔

۳

ابن قتیہ نے قرف کا ترجمہ وباء سے قربت بیماروں کی مجاورۃ لکھا ہے

پانچواں نفع

بدقالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لئے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ طیرہ تو اس کے لئے ہے، جو بدقالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل، تسلیم و رضا، تفویض، خدا سپاری اس طرح پہلی

صورت میں تعلیم و تادیب ہے۔ دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظمؓ شام کی ایک مہم پر روانہ ہوئے، جب آپ سرخ کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابو عبیدہ بن جراحؓ اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے۔ اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے یا لوٹ جانا چاہئے، آپ نے ان حالات میں ابن عباسؓ سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو شریک مہم ہیں ملا کر لائیے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کیلئے رکھی وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں اس لئے ہمیں اس مہم کو سر کئے بغیر واپس نہ جانا چاہئے، دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وباء میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اچھا آپ لوگ جائیں پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا اور ان کے سامنے بھی بات رکھی اور ان کی روشن بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم علیہ السلام کے جلو میں تھے۔ ان کو بلائیے میں انہیں بلا لایا یا ان میں کا کوئی اختلاف کا شکا نہیں رہا انہوں نے عرض کیا ان میں سے بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں اور ان برگزیدہ اصحاب کو وباء کی بھینٹ نہ چڑھائیں اس کے بعد حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لئے آئے تو حضرت ابو عبیدہؓ جراح نے فرمایا امیر المومنین قضائے الہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ کے سوا کہہ سکتے ہیں ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے

اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب اور دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو قضا الہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الہی کی بنیاد ہے اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے میں نے پیغمبر خدا کو کہتے سنا۔

سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِذَا كَانَ بَارِضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا
تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ وَإِذَا
سَمِعْتُمْ بِهِ بَارِضٍ فَلَا تَقْدُمُوا
عَلَيْهِ ۝

میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وباء پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ۔

۱۔ کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔

۲۔ اس میں ایک اور معنی پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ وبائی امراض کے تعدیہ کا انتقال قابلِ احتراز ہے۔

۳۔ امام ابو داؤد نے ۳۹۲۳ میں کتاب الطب کے باب فی الطیرۃ کے تحت اور امام احمد نے ۴۵۱/۳ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اسکی سند میں جہالت ہے۔

۴۷ بخاری نے اسے ۱۵۴/۱۰ اور ۱۵۷/۱۰ میں روایت کیا ہے جو کتاب الطب سے متعلق ہے اور باب ما یذکر فی الطاعون قائم کیا ہے۔ اور مسلم نے نمبر ۲۲۱۹ حدیث السلام میں باب الطاعون والعلییرۃ والکھاتۃ ونحوہا کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔ سرغ۔ حجاز سے متصل شا کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کا نام ہے عدوۃ عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ منقول ہے اس سے وادی کا کنارہ اور حصہ مراد ہے۔

(۱۲) فصل

استسقاء کے علاج میں آپ کی ہدایات

صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ نے یہ روایت فرمائی کہ

فَشَكُّوا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 لَوْ خَرَجْتُمْ إِلَى إِبْلِ الصَّدَقَةِ
 فَشَرِبْتُمْ مِنْ آبِوَالِهَا وَالْبَانِهَا
 فَفَعَلُوا مَلَمَّا صَحُّوا عَمِدُوا
 إِلَى الرُّعَاةِ فَقَتَلُوهُمْ
 وَاسْتَفَقُوا الْإِبِلَ وَحَارَبُوا اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 آثَارِهِمْ فَأَحْذَوْا فَقَطَعَ
 أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ
 أَعْيُنَهُمْ وَأَلْقَاهُمْ فِي الشَّمْسِ
 حَتَّى مَاتُوا ۖ

نے مدینہ کی اقامت ناپسند کی اور
 اس ناپسندیدگی کی شکایت نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی
 آپ نے فرمایا کہ اگر تم زکوٰۃ میں
 آئے ہوئے اونٹوں کا دودھ اور
 انکا پیشاب استعمال کرتے تو مفید
 ہوتا انہوں نے ایسا ہی کیا جب
 یہ گروہ تندرست ہو گیا تو بجائے
 احسانمند ہونے کے انہوں نے
 ان چرواہوں پر جان بوجھ کر حملہ
 کیا اور انہیں قتل کر ڈالا اور اونٹوں
 کو ہنکالے گئے اور آمادہ پیکار
 ہوئے خدا و رسول سے بغاوت
 کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ان کی جستجو پر مہم روانہ فرمائی
 انہوں نے ان کو گرفتار کیا آپ
 نے ان کے ہاتھ کاٹنے پیراڑا
 دینے آنکھوں میں سلائی ڈال کر
 آنکھ پھوڑ دینے کا حکم دیا چنانچہ
 ان کے ساتھ یہ کیا گیا اور انہیں
 دھوپ میں ڈال دیا گیا اس
 اذیت کے ساتھ ان سب کی
 موت واقع ہوئی۔

اس بیماری کے استنقاء ہونے کا اندازہ مسلم کی روایت سے ہوتا ہے، انہوں نے صحیح مسلم میں روایت فرمایا کہ انہوں نے شکایت میں یہ الفاظ کہے۔

اِنَّا اجْتَوَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَعُظْمَتْ
بُطُونُنَا وَارْتَهَشَتْ اَعْضَاؤُنَا
ہم مدینہ میں اقامت گزریں
ہوتے ہیں اس قیام کے نتیجہ میں
وَذَكَرْتَمَامَ الْحَدِيثِ ☆
ہمارے شکم بڑھکر نکل آئے اور
ہمارے اعضاء میں لرزش پیدا ہو
گئی، پھر حدیث کا بالائی حصہ ذکر
کیا۔

الجوی جوف شکم کی ایک بیماری ہے، اور استنقاء مرض مادی ہے جس کا سبب ایک مادہ غریبہ بارودہ ہے، جو اعضاء کے خلل میں گھس جاتا ہے، جس سے ان اعضاء میں بڑھوتری آ جاتی ہے، کبھی تمام اعضاء ظاہرہ میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے، کبھی ان خالی جگہوں میں جہاں غذا اور اخلاط میں مدبر اعضاء ہوتے ہیں اور اس کے نواحی میں یہ مادہ بارودہ غریبہ گھس جاتا ہے، اور ان حصوں کی بڑھوتری کا سبب بن جاتا ہے، اس کی تین قسمیں ہیں، لحمی جو تینوں میں مدبر ہے، زقی، طبلی۔

اس بیماری کے علاج میں جن دواؤں کی سخت ضرورت ہے، وہ دوائیں ایسی ہونی چاہئیں، جو اس مواد کو کھینچ کر ہلکے دستوں کے ذریعہ یا اورار معتدل کے ذریعہ باہر کر دے، یہ دونوں خصوصیات اونٹوں کے دودھ اور پیشاب میں بدرجہ اتم موجود ہیں پیغمبر علیہ السلام نے ان کو اس کے استعمال کا حکم فرمایا، اس لئے کہ گاجھن اونٹنی کے دودھ میں جلا مادہ اور براز کی تلیں ہیں جس سے نرم پاخانہ کے ساتھ مادہ غریبہ بارودہ خارج ہو جانے، ڈھیلے پاخانے کے ساتھ آسمیں پیشاب لانے کی بھی خاصیت ہے، خواہ یہ پاخانہ و پیشاب کسی قدر زیادہ ہو، خواہ کسی قدر کمتر ہو ان کے استعمال سے سدے کھل جاتے ہیں یعنی ہر قسم کے روک کھل جاتے ہیں، اس لئے کہ عموماً ہراونٹ شیخ (درمنہ ترکی)

قیصوم (رمتہ پتہ) بابونہ آٹوان (سوبھل) اذخر (گندھل) چرتے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی دوسری گھاس جو مفید استثناء ہیں ان کی مرغوب غذا ہیں۔

یہ بیماری جگر کی خرابی کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ ۲ اگر جگر سے کلائے نہیں تو کم از کم کسی قدر شرکت تو ضروری ہوتی ہے اور عموماً سدہ جگر اس کا سبب ہوتا ہے اور عربی اونٹوں کا دودھ اس کے لیے اور سدوں کو کھولنے کیلئے بہت مفید ہے اور دوسرے ایسے منافع بھی اس سے مرتب ہوتے ہیں جو استثناء کو کم یا ختم کر دیتے ہیں۔

رازی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ جگر کے تمام دروں کیلئے دوائے شافی ہے اسی طرح مزاج جگر کے فساد کو بھی ختم کر دیتا ہے اسرائیلی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ بہت زیادہ رقیق ہوتا ہے اس میں مائیت اور تیزی یعنی سرعت نفوذ غیر معمولی ہوتی ہے اور غذائیت کے اعتبار سے سب سے کمتر ہوتا ہے اس وجہ سے تمام غذاؤں میں فضولات کی تلطیف کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ہے اس کے کھانے سے دست آتے ہیں۔ اور جگر اور دوسری تجویفوں کے سدے کھل جاتے ہیں۔ اس کی معمولی عکینیت جو حرارت حیوانی کے بالطبع زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں موجود ہوتی ہے اس کی تلطیف کی خصوصیات پر دلیل ہیں ہے اسی وجہ سے جگر کی تربط کے لیے استعمال ہونے والی دواؤں میں سب سے زیادہ قوی اور عمدہ تسلیم کیا جاتا ہے اس کے سدے کھولتا ہے اس سے طحال کی صلابت بھی اگر یہ صلابت اور ورم زیادہ پرانا نہ ہو تو اس سے فوراً تحلیل ہو جاتا ہے اور اگر حرارت جگر سے ہونے والے استثناء میں تھن سے نکلتے ہی گرم گرم دودھ اونٹنی کے بچے کے پیشاب کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ نافع ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ تھن سے نکلتے وقت کی دودھ کی گرمی کے ساتھ استعمال میں نمکینیت کسی قدر زیادہ ہوتی ہے اس سے فضولات جلد منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور اسحال باسانی ہوتا ہے اگر اس کے استعمال کے بعد بھی فضولات کا رخ نکلنے کی طرف نہ ہو اور اسحال میں دشواری یا تاخیر ہو رہی ہو تو پھر کسی دوسری دوائے مسهل

سے کام لیا جائے، اور دست لائے جائیں دوائیں ایسی ہونی چاہئے جو استسقاء کی قاطع ہوں۔ ۳ صاحب قانون نے کہا ہے کہ اس کا کوئی خیال نہ کیا جائے کہ دودھ کا مزاج علاج استسقاء کے مضاد ہے اس لئے کہ اونٹنی کا دودھ استسقاء کیلئے تریاق ہے، کیونکہ یہ آنتوں کو صاف کرنے والا ہے، خواہ جس انداز کا بھی ہو اور بھی بہت سی خوبیاں اس میں ہیں اس لئے یہ دودھ نہایت درجہ مفید ہے۔ اگر کوئی مریض پانی کے بجائے صرف دودھ ہی کو استعمال کرتا رہے تو اس کی شفاء متیقن ہے، اس کا تجربہ ایسے گروہ پر ہو چکا ہے جن کو جنگلی اسباب نے عرب ممالک میں ٹھہرا دیا تھا ضرورت نے انہیں اس مجرب دوا کے استعمال پر مجبور کیا استعمال کے بعد وہ توانا و تندرست بھی ہو گئے، اور سب سے زیادہ مفید عربی دیھات کے اصل اونٹ کا پیشاب ہے۔

اس واقعہ سے پیشاب کا بطور دوا استعمال کرنا اور اس سے شفاء پانا معلوم ہوتا ہے نیز ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طہارت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسلئے کہ محرمات سے تو دوا کرنا بھی جائز نہیں ۴ اور ابتداء زمانہ اسلام میں تو پینے کے بعد منہ کی طہارت اور اونٹوں کے پیشاب جو کپڑے میں لگ گئے ہوں ان کو بھی دھونے کا حکم نہیں ملتا، اور کسی چیز کے جواز عدم جواز کا بیان وقت گزر جانے پر کئے جانے کا کوئی تک نہیں۔ وہ حکم تو وقت ہی پر مطلوب ہوا کرتا ہے۔

اور ایسے سنگین مجرموں سے جنگ آزمانی کے حکم کی بنیاد پر ان کا چرواہوں کو قتل کرنا اور آنکھوں میں سلائی کرنا وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔

پوری جماعت کو قتل کرنے کا جرم بھی ان سے ثابت ہوا تھا اس لئے سب کو قتل کرنے اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ لینے کا حکم دیا گیا۔

اگر مجرم ایسا خطا کار ہو کہ حدود و قصاص دونوں ہی اس پر واجب ہوں تو ایسے موقع پر حدود و قصاص دونوں ساتھ ہی ساتھ جاری ہوتے ہیں۔

آپ نے ان کے ہاتھ پیر ترشوانے ان کے جنگ آزمانی پر آمادہ ہونے کی وجہ

سے اور انکا قتل چرواہے کے قتل کی وجہ سے ایک ہی وقت میں عمل کرنے کا حکم فرمایا۔
اس لئے کہ کوئی جنگ آزما برسر پیکاراگر مال لے لیتا ہے اور قتل کرتا ہے تو اس
کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور اسے قتل بھی کر دیا جائے گا۔

کیونکہ یہ قاعدہ ہمیشہ سے ہے کہ جب مجرم کا جرم سنگین ہو تو اس کی سزا بھی متعدد
اور سخت ترین ہوگی۔ اس لئے کہ یہ لوگ اسلام قبول کر کے مرتد ہوئے اور دوسروں کو
جان سے مارا اور مقتول کی صورت بگاڑ دی۔ آنکھ پھوڑ کر ہاتھ پیر کاٹ کر اور ان کی
رقمیں بھی لے لیں اور کھلم کھلا اکڑے ہوئے لڑنے لگے۔

برسر پیکار مخالفین کی مدد کرنے والے برسر پیکار لوگوں کے حکم میں ہیں اس لئے کہ
یہ بات کھلی ہے کہ ہر ایک قتل و غارت میں خود شریک نہ تھا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے
اس کے دریافت کی ضرورت سمجھی۔

کسی کو دھوکے سے قتل کرنے پر قاتل کا قتل واجب ہوتا ہے۔ اس میں معافی کی
گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ بدلہ لینے دینے کا اعتبار ہے۔ یہی اہل مدینہ کا فیصلہ رہا۔ اور
امام احمد کے نزدیک بھی دو صورتوں میں سے ایک صورت یہی ہے اور ہمارے شیخ
الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو پسند کیا اور اسی پر فتویٰ دیا۔

۱۔ بخاری نے اس حدیث کا ذکر ۹۸/۱۶ میں فی الحارین فی فاتحہ اور کتاب الطب میں کیا ہے اور اس کا باب الدواء بالبان الابل ”اونٹ کے دودھ سے علاج قائم کیا ہے اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۶۷۱ میں کتاب القسامہ کے باب حکم الحارین والمرتدین کے تحت روایت کی ہے اور ابوداؤد نے ۴۳۶۴ اور نسائی نے ۹۴۹۲/۷ میں ترمذی نے ۷۲ اور ”گذشتہ سے پیوستہ“ ابن ماجہ نے ۲۵۷۸ میں ذکر کیا ہے البتہ مولف نے جن الفاظ کی نسبت کی ہے وہ مسلم میں نہیں ہے اور نسائی ۹۸/۷ میں ہے کہ وہ یہاں تک پہنچے کہ ان کے رنگ پیلے پڑ گئے اور شکم پھول کے بڑے ہو گئے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ ابو عوانہ سے روایت ہے کہ ان کے شکم بڑے ہو گئے اور حدیث کا لفظ اجتودا المدینہ کے معنی ہے مدینہ میں اقامت گزریں ہوئے یہاں کی فضا نے ان کے شکم میں ہوا بھر دی اور سمل عینم کا معنی ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں ان کی روشنی جاتی رہی۔

۲۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ استسقاء ایک ایسا مرض ہے جس میں انتقالِ طعن خصوصی علامت ہوتی ہے اسلئے کہ باریونی تجویف میں بدبودار طوبت پائی جاتی ہے اس کے اسباب چند ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم جگہ کی دبازت رطوبی اور قلب کا نیچے آ جانا یا باریونی مدرن یا اس قسم کا کوئی دوسرا سبب ہے اسکا علاج مسبب کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔

۳۔ طب عملی و نظری میں ایک عمدہ کتاب ہے اسی میں ادویہ کے احکام ہیں اسے ابن سینا نے کیا ہے روم ہے طبع ہوئی ۱۵۹۳ء اور اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا پھر دوبارہ ہندقیہ میں طبع ہوئی ۱۵۹۵ء میں۔

۴۔ یہ غیر متفق ہے اور جواز بیان کرنے والے کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت یہ حرام نہ رہا ہوگا۔

۵۔ یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ مطالعہ کیجئے المسیاسہ الشرعیہ صفحہ ۶۹-۷۵

(۱۳) فصل

طب نبوی میں زخموں کا طریقہ علاج

صحیحین میں ابو حازم سے روایت ہے کہ انہوں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے ہوئے

سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا علاج احد کی جنگ میں کیسے کیا گیا۔

عَمَّا دُوِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُولِ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ جُرْحُ وَجْهَهُ

وَكُسِرَتْ رِجْلُهُ

وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ

وَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَغْسِلُ الدَّمَ وَكَانَ عَلَى بَنِي

أَبِي طَالِبٍ يَسْكُبُ عَلَيْهَا

بِالْمِجَنِّ وَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ

الدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً

أَخَذَتْ قِطْعَةً

حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا حَتَّى إِذَا

صَارَتْ رَمَادًا أَلْصَقَتْهُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ

☆۱

گونہ ۲ کی بنی ہوئی چٹائی کی راکھ سے خون بڑی عمدگی سے بند ہو جاتا ہے۔

اس لئے کہ اس میں خشک کرنے کی صلاحیت موجود ہے اس کے علاوہ اس سے زخموں

میں چھن بھی نہیں ہوتی کیوں کہ جو دوائیں خشک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اگر اس میں خلش کا انداز ہو تو اس سے خون میں جوش آ جاتا ہے اور اس خلش سے خون کی ریش بڑھ جاتی ہے اور اس را کھ کا تو اس درجہ کرشمہ دیکھنے میں آیا کہ صرف اس را کھ کو یا اسے سر کے میں ملا کر نکسیر کے مریضوں کی ناک میں پھونک دیں تو رعاف بند ہو جاتا ہے۔

ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ گون کی بنی چٹائی سیلان دم میں نافع ہے اسے روک دیتی ہے اگر تازہ زخموں پر جن سے خون بہہ رہا ہو چمڑک دیں تو انھیں مندمل کر دیتی ہے مصری کا غد قدیم زمانے میں گون ہی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کا مزاج خشک و سرد ہے۔ اس کی را کھ اکلنتہ الفصم میں مفید ہے۔ خون کے تھوک کو بند کر دیتی اور گندے زخموں کو بڑھنے سے روکتی ہے۔

۱۔ بخاری نے جہاد ۶/۱۷ خود پہننے کا باب باب بس البیضہ قائم کر کے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۹۰۷ جہاد میں باب غزوہ احد کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ کون ایک دریائی گھاس ہے جو لے کی طرح پانی میں بڑھتی ہے اسے چٹائی بنائی جاتی ہے قدیم زمانے میں اس کے تھلکے کتابت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

(۱۴) فصل

شہد حجامت اور داغنے کے ذریعہ سے پیغمبر ﷺ کا طریقہ علاج

صحیح بخاری میں سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثِ شُرْبَةٍ شفاء کے تین ذریعے ہیں۔
عَسَلٍ وَشُرْطَةِ مِحْجَمٍ وَكَيْتَةٍ شہد کا استعمال بچھنا اور داغ لگانا۔

(Cautery)

نارِ ☆

وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيْتِي ☆ اور داغ دینے سے میں اپنی امت
کو روکتا ہوں۔

۱

ابو عبد اللہ مازری نے کہا ہے کہ امتلاء سے ہونے والے امراض حسب ذیل قسم
کے ہوتے ہیں یا تو امتلاء دم کی وجہ سے یا صفراء کے امتلاء کی وجہ سے یا بلغم کے
امتلاء کی وجہ سے یا سوداء کے امتلاء کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اگر یہ امتلاء دم کی وجہ
سے ہے تو اس کا سہل علاج اخراج دم ہے۔ اگر باقی تین اخلاط کے امتلاء سے ہے
تو اس کا آسان علاج اسہال کرنا اس اسہال میں بھی علاج کرتے وقت خلط کے
مطابق دوا استعمال کرنی چاہئے۔ اور غالباً اسی سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے امت کو شہد کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ اس لئے کہ شہدان مسہل دواؤں میں ہے۔
جو تین خلط میں سے کسی بھی ایک کو یا سب کو یکساں طور پر بدن سے نکال کر مریض کو بھلا
و چنگا کر دیتی ہے۔ اور علاج بالحجامہ کا ذکر فرما کر فصد کے ذریعہ علاج کی راہ ہموار کر
دی ہے۔ چنانچہ اسی کو بعض نے کہا ہے کہ یہ فصلد شرطۃ مجم کے ماتحت آتی
ہے۔ اور جب دوا کی ہر راہ علاج کا ہر طریقہ مسدود ہو جائے تو پھر داغ سے علاج کیا
جائے گویا علاج کی آخری تدبیر یہی ہے اس لئے آپ نے اس کا دوا کے تحت ذکر
فرمایا۔ اس لئے کہ جب طبیعت پر مرض کا غلبہ اتنا شدید ہو جائے کہ وہ ادویہ کی قوتوں کو
مغلوب کر دے اور دوا کھلانے پلانے سے کوئی نفع نہ ہوتا ہو تو ایسے موقع پر مجبوراً اس
طریقہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں اپنی امت کو داغ سے
اجتناب کی ہدایت کرتا ہوں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

مَا أَحْبَبُّ أَنْ أَكْتُوِي ☆ ۲ میں داغنا پسند نہیں کرتا۔

اس بات کا کھلا اشارہ ہے کہ علاج کی دوسری تدبیریں اختیار کی جائیں اگر ان سے نفع ہو جائے اور صحت کی راہ نکل آئے تو ہرگز ہرگز داغ دینے کی صورت نہ اختیار کی جائے۔ ابتدا مرض و ہدایت علاج میں تو ہرگز یہ صورت اختیار نہ کی جائے۔ اس لئے کہ داغ سے جو اذیت اور تکلیف مریض کو پہنچتی ہے وہ اکثر اس اذیت سے کمتر ہوتی ہے جو خود داغ کرنے سے جسم مریض کو پہنچتی رہتی ہے۔

دوسرے اطباء نے کہا ہے کہ امراض مزاجیہ۔ یعنی سوء مزاج سے ہونے والی بیماری یا تو مادی ہوگی۔ یا غیر مادی اور مادی بیماریاں یا تو حار ہوگی یا تو بارید یا رطب ہوگی یا یابس ہوں گی۔ یا ان سے مرکب ہوں گی۔ ان کیفیات اربعہ میں دو کیفیتیں فاعلی ہیں حرارت و برودت اور دو کیفیتیں منفعل ہیں رطوبت و یبوست لہذا لازمی طور پر جب کبھی بھی کسی کیفیت فاعلہ کا غلبہ ہوگا تو اس کے ہمراہ کیفیت منفعلہ بھی ہوگی اسی طرح سے بدن میں پائے جانے والے اخلاط کا بھی مسئلہ ہے اور تمام مرکبات کا بھی یہی انداز ہے ان میں دو کیفیتیں موجود ہوں گی فاعلہ و منفعلہ اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ امراض سوء مزاج اخلاط کی قوی ترین کیفیت حرارت و برودت کے زیر اثر ہی ہوں گے۔ اس لئے نبی کریم علیہ السلام کی ہدایت بطور تمثیل امراض کے علاج میں بنیادی نقطہ سے متعلق ہے جو ان امراض میں بنیادی طور پر حرارت و برودت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اگر مرض حار ہے تو اس کا علاج ہم خون نکال کر کریں گے خواہ وہ اخراج فصد کے ذریعہ ہو یا حجامت کے ذریعہ اس لئے کہ یہ استفراغ مادہ (خارج کرنے) کا ایک طریقہ ہے جس سے مزاج میں تبرید پیدا ہو جاتی ہے اور اگر مرض بارد ہے تو اس کا علاج تسخین (گرمی لاکر) کے ذریعہ کریں گے اور تسخین کی یہ صلاحیت شہد میں موجود ہے۔ اب اگر مریض کے مادہ باردہ کا استفراغ (خارج کرنا) مقصود ہو تب بھی شہد ہی کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ شہد میں تسخین کے ساتھ مادہ کے نضج (پختہ) کرنے کی

بھی صلاحیت موجود ہے مزید برآں شہد میں تقطیع مواد یعنی جڑ سے ختم کرنے اور تلطیف یعنی ہلکا کرنے یا کم کرنے کی صلاحیت موجود ہے اسی طرح خوب اچھی طرح جلاء (نکھارنے) کی بھی صلاحیت ہے اور تلکین مواد (ڈھیلا اور نرم) کرنے کی بھی اہلیت ہوتی ہے۔ جب یہ ساری خوبیاں شہد میں ہیں تو اس سے مادہ کا استفراغ آسانی سے بلا کسی اذیت کے ممکن ہے۔ مصلحت تو یہ کی اذیت سے اس کے ذریعہ بچا جاسکتا ہے۔

رہ گیا داغ دینا (کے) تو یوں سمجھئے کہ تمام امراض مادی یا تو حار ہوں گے جو تیزی سے کسی نہ کسی جانب رخ کریں گے ایسی صورت میں تیزی سے پچھلے سارے مرض میں کئے کی ضرورت نہیں صورت یہ ہے کہ مرض مادی مزمن ہو تو اس کے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ استفراغ مادہ کے بعد جن اعضاء کو داغ دینا ممکن ہوا نہیں داغ دیا جائے اس لئے کہ امراض مادی جب مزمن ہوتے ہیں تو اس میں مادہ بارودہ غلیظہ یقینی طور سے عضو میں جڑ پکڑ لیتا ہے۔ جس سے اس کا مزاج ہی فاسد ہو جاتا ہے۔ پھر جو تغذیہ کن غذا اور مواد وہاں پہنچتے ہیں۔ وہ بھی اسی کی طرح ہو جاتے ہیں اس طرح فساد جو ہر عضو میں بڑھتا ہی جاتا ہے جس سے اس عضو میں التهاب شدید کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس مادہ کو خارج کرنے کی صورت یہی ہے کہ اس جگہ کو داغ دیا جائے تاکہ وہ مستحکم مادہ جہاں جمع ہے وہاں داغ دینے سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اس لئے کما گ ہر قسم کے مواد کی تحریق کا کام دیتی ہے۔

اس سے یہ بات آئینہ ہو کر سامنے آگئی کہ اس حدیث نبوی علیہ الصلاۃ والسلام میں تمام امراض مادی کا علاج موجود ہے۔ جس طرح سوء مزاج سادہ کا علاج ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ان شدۃ الحی من فحج جہنم فا بردھا بالماء ۳ سے یعنی حمی یوم غیر مادی کی شدت جہنم کی لپٹ ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کر دو۔ اس میں پیغمبرؐ نے غیر مادی بیماری کا علاج آسان طور سے کئے جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔

- ۱۔ بخاری نے طب کے باب الشفاء فی ثلاث میں ۱۱۶/۱۰ پر اس کا ذکر کیا ہے۔
- ۲۔ بخاری نے طب میں باب من اکتوی اوکوی غیرہ۔ خود داغ لگوا یا کسی دوسرے کو لگایا کے تحت ۱۲۰/۱۰ میں اس حدیث کو ذکر کیا اور مسلم نے نمبر ۲۲۰۵ السلام میں لکل داء دواء کے باب میں جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے روایت کیا۔
- ۳۔ یہ حدیث اپنی تمام شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۹ کے ذیل میں ذکر کیا۔ اس کی سند ضعیف ہے اور اسی باب میں ابن عباس کی روایت ترمذی نے ۲۰۵۴ نمبر حدیث ذکر کیا ہے اور ابن مسعود سے ترمذی میں نمبر ۲۰۵۳ حدیث کے موجود ہے۔

(۱۵) فصل

پچھنا لگوانا

حجامت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کی روایت حدیث جبارہ بن مغلس جو ایک ضعیف راوی ہے۔ انہوں نے کثیر بن سلیم سے روایت کیا کہ انہوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَرَرْتُ لَيْلَةً	ہدایت فرمائی کہ میں اس رات
أُسْرِئِي بِي بِمَلَأَ إِلَّا قَالُوا يَا	جس رات مجھے معراج میں لے
مُحَمَّدًا مُرَّ أَمْتَكَ	جایا گیا جب بھی کسی گروہ پر گزرتا
بِالْحِجَامَةِ ☆	تو وہ گروہ کہتا کہ اے محمد اپنی امت

کو حجامت کا حکم دو۔

اسی حدیث کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں ابن عباس سے ان لفظوں میں بیان کی:

وَيُخَفِّفُ الصُّلْبَ وَيَجْلُو
 الْبَصَرَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ
 عُرِّجَ بِهِ مَأْمَرٌ عَلَى مَلَأٍ مِنْ
 الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا عَلَيْكَ
 بِالْحِجَامَةِ وَقَالَ إِنَّ خَيْرَ مَا
 تَحْتَجِمُونَ فِيهِ يَوْمَ سَبْعِ
 عَشْرَةَ وَيَوْمَ تِسْعِ
 عَشْرَةَ وَيَوْمَ أَحَدَى
 وَعَشْرِينَ.
 وَقَالَ إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَا وَيُتَمُّ بِهِ
 السُّعُوطُ وَاللَّدُودُ
 وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَإِنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لُدِّفَقَالَ مَنْ لَدْنِي
 فَكُلُّهُمْ أَمْسَكُوا فَقَالَ لَا
 يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ
 إِلَّا الْعَبَّاسُ ☆ ۵

کہ پیغمبر خدا نے فرمایا عمدہ غلام
 پچھنا لگانے والا ہے جو پچھنا لگا کر
 خون نکالتا ہے۔ جس سے ریڑھ
 اور پشت کی گرانی جاتی رہتی ہے۔
 نگاہوں کو روشنی بخشتا ہے اور یہ کہا
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جب معراج میں اوپر جاتے
 ہوئے فرشتوں کے جھرمٹ سے
 گزرتے تو ہر جھرمٹ کے فرشتے
 کہتے آپ پچھنا رواج دیں اور
 بہترین دن پچھنے کا ۱۷، ۱۹ اور ۲۱
 ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ معالجہ کا
 بہترین طریقہ ناک سے دوا
 چڑھانا منہ سے کھلانا پچھنے لگانا اور
 سحر خرا می آپ نے فرمایا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منہ سے
 دوا پلائی گئی آپ نے دریافت کہ
 کس نے مجھے دوا پلائی تو سب
 خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا
 کہ ہمارے خاندان کے ہر فرد کو
 دوا پلائی گئی سوائے عباس کے کہ
 ان کو دوا پلانے کی نوبت نہیں
 آئی۔

۱۔ یہ حدیث اپنی تمام شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۹ کے ذیل میں ذکر کیا۔ اس کی سند ضعیف ہے اور اسی باب میں ابن عباس کی روایت ترمذی نے ۲۰۵۴ نمبر حدیث ذکر کیا ہے اور ابن مسعودؓ سے ترمذی میں نمبر ۲۰۵۳ حدیث کے موجود ہے۔

۲۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ طب میں نقل کیا ہے باب ماجاء فی الحجامۃ کے ذیل میں اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے۔ اس کا حافظہ عمدہ نہ تھا عبارت حدیث میں ضعف کی وجہ سے تغیر و تبدل کر دیتا تھا۔

۳۔ بخاری نے طب میں باب السعوط ۱۰/۱۲۴ کے ذیل میں ذکر کیا۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۱۲۰۲ السلام میں باب اکل داء دواء کے تحت ذکر کر کے اخیر میں استعط کا لفظ زائد کیا یعنی ناک میں چڑھایا۔

۴۔ بخاری نے ۱۰/۱۲۶ میں طب کے باب الحجامۃ من الداء کے تحت ذکر کیا۔ اور مسلم نے نمبر ۱۵۷۷ کتاب المسافات میں باب صل اجرة الحجامۃ حجامت کے اجرت کے جواز کے ذیل میں ذکر کیا۔

۵۔ ترمذی ششششی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ اور ابن ماجہ نے ۳۴۷۸ میں ذکر کیا۔ اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ عباد بن منصور ضعیف الروایہ ہے۔

(۱۶) فصل

حجامت کے منافع

پچھنبدن کے سطحی حصہ کو ستر اور صاف بنانا ہے اس میں فصد سے زیادہ ظاہر جسم کے نقی و صفی بنانے کی نقی و صفی بنانے کی صلاحیت ہے۔ اور بدن کے گھرے حصوں کی صفائی کے لئے فصد بہترین چیز ہے حجامت سے جلد کے اطراف کا خون نکلتا ہے اور سطح بدن موادِ ردیہ سے صاف ستر اور پاک ہو جاتا ہے۔

میرا خیال اس سلسلہ میں ہے کہ حجامت اور فصد دونوں کے منافع وقت مقام عمر

اور مزاج کی روشنی میں مختلف ہوتے ہیں۔ منطقہ حارہ (گرم علاقے) اور فصول حارہ (گرم موسم) اور گرم مزاج لوگ جن کا خون پوری طرح بخشنہ ہوتا ہے۔ اس میں پچھنا زیادہ مفید ہے۔ ان کو پچھنا لگانے سے وہ نفع حاصل ہوتا ہے جو فصد سے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب خون میں نضح ہو جاتا ہے تو اس میں رقت پیدا ہو جاتی ہے وہ جلد کے اندرونی حصے کی طرف آ جاتا ہے اس لئے حجامت سے ایسی صورت میں جو نفع متوقع ہے وہ فصد سے کسی قیمت میں نہیں حاصل ہو سکتا۔ اسی لئے بچوں کو اور ان تمام لوگوں کو جو فصد کی طاقت نہیں رکھتے حجامت ہی سے نفع پہنچتا ہے۔ نہ کہ فصد سے ویسے اطباء کے ایک بڑے گروہ نے یہ طے کیا ہے کہ گرم علاقے میں حجامت سے جو نفع پہنچتا ہے وہ فصد سے متوقع نہیں ہے۔ اس لئے یہاں پچھنا لگانا ہی مناسب ہے اور پچھنا لگانے کا وقت نصف ماہ یا اس کے بعد مناسب سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ مہینہ کے تین چوتھائی گزرنے کے بعد اس لئے کہ خون مہینے کے ابتدائی دنوں میں ہیجان اور جوش میں ہوتا ہے آخری ایام میں سکون پذیر ہوتا ہے درمیان میں اور اس کے بعد انتہائی زیادت و کثرت میں ہوتا ہے۔

شیخ نے قانون میں کہا ہے کہ پچھنا لگانا ابتداء ماہ میں کسی طرح روا نہیں اس لئے کہ ابتدا میں اخلاط حرکت اور ہیجان سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور نہ آخر ماہ میں اس لئے کہ اس زمانے میں تزايد کے بجائے نقص ہو گیا۔ بلکہ حجامت وسط ماہ میں ہونا چاہئے۔ جب کہ اخلاط پوری طرح پر شور ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ اور روشنی کی زیادتی سے ہیجان اور جوش اخلاط لازمی ہے اور پیغمبر خدا سے روایت ہے۔

اِنَّهٗ قَالَ خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهٖ

آپؐ نے فرمایا سب سے عمدہ

الْحِجَامَةُ وَالْفَصْدُ ☆

علاج جو تم علاج علاخا کرتے ہو۔

حجامت اور فصد ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے۔

خَيْرُ الدَّوَاءِ الْحِجَامَةُ بہترین دوا حجامت اور فصد ہے۔

وَالْفَصْدُ ☆

اوپر والی حدیث میں اشارہ اہل حجاز اور (بلا دھارہ) گرم علاقوں کے رہنے والوں کی طرف ہے۔ اس لئے کہ ان کا خون رقیق ہوتا ہے اور یہ رقت کی وجہ سے بدن کے سطحی حصہ کی جانب اکثر موجود ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گرم علاقوں کی گرمی ان کو بیرونی جانب کھینچ لاتی ہے اور وہ خون رقت کی وجہ سے بآسانی جلد کے نواح میں کھینچ کر جمع ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں کے رہنے والوں کے مسامات حرارت کی وجہ سے کشادہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے اعضاء کھوکھلے ہوتے ہیں اس کھوکھلا پن کی وجہ سے فصد میں خطرہ ہے اور حجامت ارادی تفرق اتصال ہے۔ عروق سے کلی طور پر استفراغ حجامت کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اور عضو کے بہت سے ان عروق سے خون نکلتا ہے جن سے عموماً استفراغ ممکن نہیں۔ اور فصد کے لئے مختلف رگوں کا تجویز کرنا نفع مخصوص کی بنا پر ہے۔ چنانچہ فصد باسلیق حرارت جگر حرارت طحال اور دموی مواد کی بنا پر ہونے والے ہر قسم کے اورام کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح پھیپھڑے کے ورم دموی شوصہ ۲ (ایک جان لیوا درد جو جوف شکم میں ریاح کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے) میں مفید ہے۔ اسی طرح ذات الحب حار اور دیگر امراض دموی گھٹنے سے لیکر کولھے تک میں یکساں مفید ہے۔

اکھل میں فصد کرنا پورے بدن میں خون کی بنا پر ہونے والے امتلاء میں نافع ہے۔ اسی طرح وہ فساد دموی جس کا تعلق پورے جسم سے ہو۔ اس میں بھی مفید ہے۔ تیفال کا فصد ۳ سرگردن کی تمام بیماریوں میں نافع ہے جو کثرت دم یا فساد خون کی وجہ سے پیدا ہوں ان میں نہایت درجہ نافع ثابت ہوتا ہے۔

فصد دوا جین درد طحال دمہ ضیق النفس اور عصا بہ ان تمام دردوں میں نافع ترین

طریق علاج ہے۔

موٹھوں کا پچھنا کندھے اور حلق کے درد کے لئے مفید ہے۔

گردن کے پہلوی حصہ کا پچھنا سر کی بیماریوں اور اس کے دوسرے اجزاء چہرہ زبان کان آنکھ ناک حلق کی بیماریوں میں غیر معمولی طور سے نافع ہے جبکہ خون کی زیادتی یا فساد خون کی وجہ ہے۔ یہ بیماریاں پیدا ہو گئیں ہوں حضرت انسؓ کی روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ عَنِ الْكَاهِلِ ☆ ۴
پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے
گردن کے پہلوی حصوں اور
گردن کے زیریں حصوں پر پچھنا
لگوا کرتے تھے۔

اور صحیحین میں حضرت انسؓ ہی کی روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ عَنِ الْكَاهِلِ ثَلَاثًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار
پچھنے لگواتے ایک بار اپنے
موٹھ پر اور دو بار گردن کے
پہلوی حصوں پر۔

اور صحیح بخاری میں حضرت بن مالک سے روایت ہے کہ

أَنَّهُ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فِي رَأْسِهِ لَصَدَاعٍ كَانَ بِهِ ☆ ۶
آپؐ نے پچھنا لگوا یا جب کہ آپؐ
محرم تھے یعنی احرام باندھے تھے
یہ پچھنا آپؐ نے دروسر کی بنا پر
لگوا یا تھا۔ جس سے آپؐ متاثر
تھے۔

اور ابن ماجہ میں ہے

عَنْ عَلِيٍّ نَزَلَ جَبْرِيلُ عَلَى
النَّبِيِّ بِحِجَامَةٍ الْأَخَذَ عَيْنَ
وَالْكَاهِلِ ☆ ۷

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جبریل
حجامتہ پہلوئے گردن و دوش کا
حکم لے کر نازل ہوئے۔

الْبُودَاؤُدِیْلُ حضرت جابرؓ کی حدیث مروی ہے۔
مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِحْتَجَمَ وَرِغَةً مِنْ وَثَاءِ
كَانَ بِهِ ☆ ۸

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنے
کو لہے پر پچھنا لگوا یا اس لئے کہ
کو لہا موچ کھا گیا تھا۔

©2002-2006

۱۔ حدیث بخاری میں باقی الفاظ موجود ہیں۔ بحر القصد کے ۱۰/۱۲۲/۲۷۱ حدیث انس کے یہ الفاظ ہیں۔ ان اشل ماتہ او یتیم بہ الحجامتہ موجود ہے۔ مسلم نے حدیث ۱۵۷۷ میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان افضل ماتہ او تمبہ الحجامتہ او ہومن اشل دو اکم یعنی جن سے تم علاج کرتے ہو۔ ان میں سب سے افضل پچھنا لگاتا ہے۔ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دوا ہے احمد نے ۳/۱۰۷ میں ان لفظوں سے روایت کی ”خیر ماتہ و یتیم بہ الحجامتہ“ اور نصد کے لفظ سے ہمکو واقفیت نہیں ہے جو دفتر حدیث ہمارے سامنے ہے ان میں ہم نے نہیں پایا۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ حجامات دو قسم کی ہیں۔ تر اور خشک سینلیاں اور خشک تر سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تر میں نشتر لگا کر پچھنا کیا جاتا ہے۔ تاکہ ماؤف حصے سے خون کا کچھ حصہ چوس کر نکال لیا جائے۔ مگر خشک پچھنا آج تک مروج ہے کہ اس سے عضلات کی تکلیف بالخصوص پشت کے عضلات جو رجوع مفاصل ظہری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لئے تر پچھنوں کا استعمال مہبوط قلب کی اس صورت میں جبکہ پھیپھڑوں سے رطوبات کی ترشح ہو رہی ہو۔ آج بھی جائز ہے کہ سینے کے مہروں کے پچھلے حصے میں تر پچھنے لگائے جاتے ہیں اور نصد کا طریقہ آج بھی مستعمل ہے۔ جبکہ قلب کا مہبوط ہو۔ اور ہونٹ اس کی شدت سے نیلے ہو جائیں۔ ورنہ تنفس میں غیر معمولی تکلیف اور تنگی بڑھ جائے نصد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سوئی جس کی نالی کشادہ ہو۔ مریض کی کلائی کے ورید میں داخل کی جاتی ہے۔ اور ۳۰۰ مکعب ”سے لیکر ۵۰۰“ تک خون نکال لیا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے بہتوں کی زندگی جو مہبوط قلب کی وجہ سے زندگی کے آخری مرحلے میں ہوتی ہے بچائی جاسکتی ہے۔

۲۔ شوصہ ذات الحجب کی طرح کا درد جو شکم میں ریا ح کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

مریض ادنی بے چینی میں اس پٹی اُس پٹی سر پٹتا رہتا ہے۔

۳۔ ایک ورید ہے جو بازو کے بیرونی جانب پائی جاتی ہے۔

۴۔ ترمذی نے سنن میں حدیث نمبر ۲۰۵۲ اور شاکل میں ۲۲۳/۲ اور ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۰ اور ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۲۸۳ اور احمد نے ۱۹۲۱۹/۳ میں نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

۵۔ مولف کو اس کی نسبت صحیحین کی طرف کرنے میں وہم ہوا ان دونوں نے اس حدیث کی تخریج اپنی کتابوں میں نہیں کی نہ ان سے کسی ایک ہی نے پانی کتاب میں ذکر کیا ہے البتہ احمد اور مولفین سنن نے اسکی تخریج کی ہے ہم اس سے پہلے تعلق میں لکھ چکے ہیں۔

۶۔ بخاری نے ۱۰/۱۲۸ فی الطب میں بیان کیا ہے جہاں باب الحجامۃ علی الراس پچھنا سر پر لگانے کا بیان ہے اور عبد اللہ بن حسینہ کی حدیث لائے ہیں۔

۷۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۲۸۲ میں لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راویوں میں اسنخ بن نباتہ تیمی ہے جو ضعیف ہے۔

۸۔ ابوداؤد نے حدیث ۳۸۶۶۲ کے تحت ذکر کیا اس کے رجال ثقہ ہیں۔ وٹ موچ کو کہتے ہیں۔ جس میں عضو میں درد ہوتا ہے مگر کسر نہیں ہوتا چنانچہ محاورہ ہے۔ وٹت البید والرجل ہاتھ پیر میں موچ آگئی درد ہو گیا ٹوٹا نہیں یہ موٹہ ہیں یعنی موچ خوردہ ہمزہ کو نکال کر وچی بولتے کہتے ہیں۔ نسائی نے ۵/۱۹۴ میں بسلسلہ ج باب مجامۃ الحرم علی ظہر القدم میں ان لفظوں میں روایت کیا ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ اِخْتَجَمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلٰی ظَهْرِ الْقَلَمِ مِنْ وُثْقٰی کَانَ بِہِ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوا اور آپ حالت احرام میں تھے اپنی پشت یا پیر کی موچ کی تکلیف کی بنا پر جو پیر کو پہنچی تھی۔

(۱۷) فصل

گدی پر سینگیاں کھنچوانے میں علماء طب کا اختلاف

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوعہ ذکر کی

ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةٍ تم نورو محمد وہ پر جسے فاس الراس
الْقَمَحْدَوَةِ فَإِنَّهَا تَشْفِي مِنْ کہتے ہیں۔ پچھنا لگانا اہم سمجھو اس
خَمْسَةِ أَذْوَاءٍ ذَكَرَ مِنْهَا لئے کہ اس حجامت سے پانچ
الْجَذَامُ ☆ ۱ بیماریوں سے نجات ملتی ہے اس
میں سے ایک جذام بھی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةٍ تم گدی کی ہڈی کے ابھار پر پچھنا
الْقَمَحْدَوَةِ فَإِنَّهَا شِفَاءٌ مِنْ لگواؤ۔ اس لئے کہ اس میں بہتر
اِثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ دَاءً ☆ ۲ (۳۲) بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

اطباء کی ایک جماعت اسے پسند کرتی ہے۔ چنانچہ ان کا خیال ہے کہ اس حجامت سے جو ظمین (آنکھوں کا ڈھیلا باہر نکل آنا) کو مفید ہے آنکھ کی پتلیوں میں جو ابھار پیدا ہو جاتا ہے اس کو دفع کرتا ہے اسی طرح آنکھ کے بیشتر امراض کو اس سے نفع ہوتا ہے پوٹوں اور بھووں کی گرانی ختم ہو جاتی ہے اور بامنی کے لئے بھی مفید ہے۔ اور یہ روایت ہے کہ حضرت احمد بن حنبل کو کسی مرض میں اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے اپنی گدی کے دونوں جانب پچھنا لگوا لیا۔ فقرہ پر حجامت نہیں کرائی۔ اور فقرہ کی حجامت کو نا پسند کرنے والوں میں مصنف قانون شیخ ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ اس سے نسیان یقینی طور پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں نے فرمایا کہ موخر دماغ یادداشت کی جگہ ہے اور موخر دماغ کی حجامت سے حافظہ جاتا رہتا ہے۔ دوسروں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ خود حدیث کا ثبوت معرض بحث میں ہے۔ اور اگر یہ حدیث رسول ثابت ہو جائے تو اس سے بلا ضرورت حجامت کی ممانعت ہوتی ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ مگر جس مریض میں خون کا غلبہ ہو تو گدی کی

حجامت کا شرعاً دونوں طرح جواز موجود ہے۔ بلکہ نفع بخش ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنا لگانا اور وہ بھی گدی کے مختلف حصوں میں ضرورت کے مطابق حدیث سے ثابت ہے۔ اور گدی کے علاوہ جگہوں پر بھی حسب ضرورت آپ نے پچھنا لگوا یا پھر پچھنا لگانا کیسے قابل اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ صورت حال کے مطابق ہو۔

- ۱۔ سیوطی نے اسے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور طبرانی ابن السنی اور ابونعیم نے اس کی نسبت۔ حدیث صہیب کی جانب کی ہے اور ہلکا اشارہ ضعف کا بھی ہے۔
- ۲۔ تیشمی نے اسے مجمع ۹۴/۵ میں لیا ہے۔ صہیب رضی اللہ عنہ سے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔

(۱۸) فصل

پچھنا لگوانے کے فوائد

حجامت ٹھوڑی کے زیریں حصہ میں کرانے سے دانت چہرے اور حلقوم کا درد جاتا رہتا ہے مگر مناسب وقت میں حجامت کی شرط بھی ساتھ ساتھ ہے اس پچھنے سے سر اور جڑے کے مواد ردیہ کی صفائی ہو جاتی ہے۔ اور پشت پا پر پچھنا لگانا اتنا ہی مفید ہے۔ جتنا صافن رگ کی فصد کرانا۔ صافن ٹخنے سے لگی ہوئی ایک ورید ہے۔ اس کے باعث رانوں اور پنڈلیوں میں زخم نہیں ہوتے۔ اور اگر ہو گئے ہوں تو مندمل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حیض کے انقطاع میں بھی مفید ہے۔ خصلوں کو خارش سے بھی نجات ملتی ہے۔

اور سینے کے زیریں حصے میں پچھنا لگانے سے ان میں ذیل والے خارش کے نکلنے سے نجات ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نقرس (چھوٹے جوڑوں کا درد) بوا سیر ٹیل پالہ پیٹھ کی خارش سے بھی کلیتہً نجات مل جاتی ہے۔

۱۔ داء الفیل فیل یا ایک مرض ہے جو مادہ کثیف کی وجہ سے پیر اور پنڈلی میں ”پیدا ہوتا ہے۔ جس میں چھوٹی چھوٹی گمڑیاں پیدا ہو کر جلد کو ناہموار بنا دیتی ہیں۔“

(۱۹) فصل

پچھنا لگانے کا موسم اور ایام

ترمذی نے ابن عباسؓ سے مرفوعہ حدیث نقل کی ہے۔

إِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُونَ فِيهِ
يَوْمُ سَابِعِ عَشْرَةِ أَوْ تَاسِعِ
عَشْرَةٍ وَيَوْمَ إِحْدَى
وَعِشْرَيْنَ ☆۱

ہر مہینے کی بہترین تاریخ پچھنا
لگانے کے لئے سترہ یا انیس یا
اکیس تاریخ ہے۔

اور ترمذی میں ہی حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي
الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ
يَحْتَجِمُ لِسَبْعَةِ عَشْرٍ وَتِسْعَةِ
عَشْرٍ وَفِي إِحْدَى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
گردن کے پہلوی حصے میں اور
کاندھے کے پچھلے حصے میں سترہ و
انیس یا اکیس تاریخ کو حجامت
کراتے۔

وَعِشْرَيْنَ ☆۲

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مرفوعہ مروی ہے۔

مَنْ أَرَادَ الْحِجَامَةَ فَلْيَتَحَرَّ سَبْعَةَ
عَشَرَ أَوْ تِسْعَةَ عَشَرَ أَوْ إِحْدَى
وَعِشْرِينَ لَا يَتَّبِعْ بِأَحَدِكُمُ الدَّمَ
فَيَقْتُلَهُ ☆ ۳

جو پچھنا لگانے کا ارادہ کرے تو
انتظار کرے ۱۷، ۱۹ یا ۲۱ تاریخ
خون میں جوش نہ آنے دو کہیں
اس سے جاہر بن نہ آئے۔

(ہانی بلڈ پریشر)

اور سنن ابو داؤد میں ابو ہریرہؓ سے مر فوعاً ہے۔

مَنْ اخْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ أَوْ
تِسْعَ عَشْرَةَ أَوْ إِحْدَى
عِشْرِينَ كَانَتْ شِفَاءً مِنْ كُلِّ
دَاءٍ ☆ ۴

جو پچھنے کے لئے سترہ و انیس یا
اکیس تاریخ چاند کی اختیار کرے
گا اسے ہر بیماری سے نجات و شفا
ہو جائے گی۔

یعنی ایسی بیماریاں جو خون کے غلبہ سے یا حرارت کی زیادتی کی بنیاد پر ہوں گی ان
کو شفاء ہوگی۔

ان احادیث میں اور اطباء کے اجماع میں بڑی یکسانیت ہے کہ حجامت کمال قمر
کے بعد مہینے کی دوسری تنصیف میں ہونا چاہئے۔ یا تیسری چوتھائی میں اس لئے کہ اس
زمانے میں حجامت سے بڑا نفع متصور ہے۔ یہ حجامت نہ ابتداء ماہ میں ہو نہ نہایت ماہ
میں ایمر جنسی کے موقع پر ہر وقت حجامت جائز ہے خواہ وہ ابتداء ماہ میں ہو خواہ آخر
مہینہ میں اس سے نفع ہی ہوگا۔ نقصان کا سوال نہیں۔

اور خلل نے عصمہ بن عصام سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حنبل نے ذکر کیا کہ
ابو عبد اللہ احمد بن حنبل ہر اس موقع پر جب خون میں جوش ہو پچھنا لگواتے تھے۔ اس
کے لئے نہ وقت اور نہ ساعت کسی چیز کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ دن میں اس کے دوسرا پہر یا تیسرا پہر ہے البتہ حمام
کے بعد حجامت کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہاں وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جس کا

خون غلیظ ہو۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حمام کر کے آرام کرے پھر ایک پہر آرام کے بعد کچھنا لگوائے۔

اسی طرح اطباء کھانا کھانے کے بعد بھی سیٹگی کھجوانے کو منع کرتے ہیں کہ اس سے سدے پیدا ہونے یا برے امراض کا اندیشہ ہے۔ بالخصوص جبکہ غذا بھی خراب اور غیر لطیف ہو۔ اور ایک اثر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سیٹگی کھجوانا نہار منہ شفاء ہے اور بھر پیٹ کھانے کے بعد بیماری ہے۔ اسی طرح مہینے کی ۷ تا ریح کو حجامت شفاء ہے۔

ان اوقات کا حجامت کے موقع پر اختیار کرنا محض مزید اذیت سے بچنا ہے اور حفظانِ صحت کے طور پر ہے۔ مگر علاج کے موقع پر اگر ضرورت ہو کہ ان قوانین کی رعایت نہ کی جائے تو اس وقت پھر ایمر جنسی کے طریقے اختیار کئے جائیں اور جو مناسب ہو اسی کو اپنائیں آپ کے اس فرمان ”لا یتبع باحدکم الدم فیتھلہ“ میں اس پر روشنی پڑتی ہے کہ ایمر جنسی میں ہیجان دم کا لحاظ نہ کریں اور فوراً سینکلیاں کھنچوائیں تاکہ ہیجان خون ختم ہو جائے ہم اس سے پہلے امام احمد بن حنبل کا فعل نقل کر چکے ہیں۔ کہ ان کو جب بھی ہیجان دم ہوا انہوں نے وقت دن وغیرہ کا لحاظ کئے بغیر کچھنا کھنچوالیا تھا۔

۱۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ میں ذکر کیا ہے اسکی سند ضعیف ہے۔ اس میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

۲۔ ترمذی نے طب کے سلسلہ میں حدیث نمبر ۲۰۵۱ طب میں باب ما جادنی الحجامۃ کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب لکھا ہے۔

۳۷ ابن ماجہ نے اسے حدیث نمبر ۳۴۸۶ کے ذیل پر ذکر کیا ہے۔ اس میں نہاس بن تہم ہے۔ جو ضعیف ہے۔ لیکن اس کی ایک حدیث ابو ہریرہ سے مؤلف خود آگے لا رہے ہیں اس سے کسی قدر عمدگی کی شہادت ملتی ہے۔ ابو داؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۱ اور تہمتی نے اپنے طریق سے ۳۴۰/۹ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اور ابن عباس کی وہ حدیث جو گزر چکی ہے وہ بھی موجود ہے۔

۳۸ ابو داؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۱ میں ذکر کیا سند حسن ہے۔ یہ پہلے گزر چکی ہے۔

(۲۰) فصل

حجامت کے لئے ہفتے کے دنوں کا تعین

خلال نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ حرب بن اسماعیل نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا حجامت کسی دن ناپسند اور ممنوع بھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ چہار شنبہ اور شنبہ کو بیان کرتے ہیں۔

اور اسی کے لگ بھگ وہ حدیث بھی ہے جو حسین بن حسان سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ سیگی کھنچوانا کس دن ممنوع ہے تو آپ نے کہا چہار شنبہ و شنبہ کو بعض جمعہ کے دن کو بھی کہتے ہیں اور انہیں خلال نے ابو سلمہ اور ابو سعید مقبری کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث مرفوعہ لکھی ہے۔

مَنْ اِحتَجَمَ يَوْمَ الْارْبَعَاءِ اَوْ
يَوْمَ السَّبْتِ فَاَصَابَهُ بَيَاضٌ اَوْ
بَرَصٌ فَلَا يَلُومَنَّ اِلَّا
نَفْسَهُ ☆۱

جس نے بدھ یا سینچر کے دن پچھنا
لگوا یا پھر اسے جلد میں سفیدی یا
برص کا مرض ہو گیا تو اسے خود کو
ملامت کرنا چاہئے۔

انہیں خلال نے محمد بن علی بن جعفر کی بات نقل کی ہے کہ یعقوب بن سخنان نے احمد بن حنبل سے بال صفا لگانے اور سیگی کھنچوانے کے بارے میں سوال کیا کہ سینچر بدھ کو جائز ہے۔ تو آپ نے اسے برا سمجھا اور یہ کہا کہ مجھے بتلایا گیا کہ ایک شخص نے

بدھ کو بال صفا لگایا اور سیٹگی بھی کھنچوائی تو اسے برص ہو گیا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا اس نے پیغمبر کی بات کی بے وقعتی کی تو آپ نے فرمایا بلاشبہ ار قطنی نے کتاب الافراد میں حدیث نافع کو یوں ذکر کیا ہے کہ نافع نے بیان کیا عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے خون میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے کوئی سیٹگی لگانے والے کو بلا لاؤ جو نا تجربہ کار بچہ ہونہ بے کار بڑھا ہو۔ اس لئے کہ:

فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ	پیغمبرؐ خدا کو کہتے سنا کہ حجامت سے
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ	یاد کرنے والے کی یادداشت اور
الْحِجَامَةُ تَزِيدُ الْحَافِظَ	عقل والے کی زیر کی میں زیادتی
حِفْظًا. وَالْعَاقِلَ عَقْلًا	ہو جاتی ہے۔ خدا کا نام لے کر
فَاخْتَجِمُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ	پچھنا لگواؤ اور نہ پنجشنبہ نہ جمعہ نہ
تَعَالَى وَلَا تَحْتَجِمُوا	سنچر نہ اتوار ان دنوں میں حجامت
الْخَمِيسَ، وَالْجُمُعَةَ	مت کراؤ۔ بلکہ دوشنبہ کو پچھنے لگواؤ
وَالسَّبْتَ، وَالْأَحَدَ	اور برص و جذام جیسے جلدی
وَاحْتَجِمُوا الْإِثْنَيْنِ. وَمَا كَانَ	امراض آسمان سے زمین کی
مِنْ جُذَامٍ وَلَا بَرَصٍ إِلَّا نَزَلَ	جانب بدھ کو اترتے ہیں۔

يَوْمَا الْأَرْبَعَاءِ ☆

وار قطنی کی اس روایت میں زیادہ سن لکھی۔ منفرد ہیں اور اسی روایت کو ایوب نے نافع سے بیان کیا ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وَاحْتَجِمُوا يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ	پچھنا لگواؤ دوشنبہ اور سہ شنبہ کو اور
وَالثَّلَاثَاءِ وَلَا تَحْتَجِمُوا يَوْمَ	چہار شنبہ کو سنگلیاں نہ کھنچواؤ۔

الْأَرْبَعَاءِ ☆

اور ابو داؤد کی روایت میں حدیث ابو بکرہ سے ہے کہ آپ حجامت منگل کو پسند نہ

کرتے تے اور فرماتے تھے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمُ الثَّلَاثَاءِ
يَوْمُ الدِّمِّ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَزْفَأُ
فِيهَا الدَّمُ ☆ ۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ منگل کو خون کا دن ہے
اس دن ایک ایسی گھڑی ہوتی
ہے کہ اس میں خون تھمتا ہی
نہیں

۱۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۲۸۷، ۳۲۸۸ میں حاکم نے ۴/۴۰۹ میں ضعیف سندوں
کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ خلال نے احمد سے نقل
کیا ہے کہ وہ حجامت کو ان دنوں میں مکروہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ حدیث سے یہ بات
ثابت نہیں۔

۲۔ ابوداؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۲ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں مجہولیت ہے

(۲۱) فصل

روزہ دار کے لئے پچھنا لگوانے کا جواز

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں علاج کرنے کی ضرورت اور حجامت کرنے کا
استحباب معلوم ہو گیا اور یہ کہ بیماری کا جہاں تقاضا ہو وہیں پچھنا لگایا جائے اور محرم کے
حجامت لگوانے کا جواز بھی ان حدیثوں سے معلوم ہوا اگر اس حجامت کے لئے کچھ
بالوں کا کترنا بھی ضروری ہو تو وہ بھی کر لیا جائے اور ایسے موقع پر حجامت کرانے کا
فدیہ بھی دینا واجب ہے یا نہیں وجوب کے اسباب قوی بہتر ہیں اور روزہ دار کا پچھنا
لگانا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَجَمَ وَهُوَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
روزے رکھتے ہوئے بھی پچھنا
صائم☆۱ لگوا۔

اب یہ کہ روزہ جاتا رہا یا بحالہ رہا۔ یہ دوسرا سوال ہے اور روزہ کا نہ ہونا یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی صحت بلا کسی معارضہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور سب سے زیادہ معارض اس کے وہ حدیث ہے جس میں آپ کے پچھنا لگانے کا ذکر ہے۔ آپ کے روزہ کی حالت میں اس سے آپ کے روزہ کا چلا جانا چار باتوں کو سامنے رکھنے کے بعد صحیح ہوگا۔

پہلی بات یہ کہ روزہ فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ آپ مقیم تھے۔

تیسری بات یہ کہ آپ کو کوئی ایسی بیماری نہ تھی اس میں خواہ مخواہ پچھنا لگانا ضروری ہی تھا۔

چوتھی بات یہ کہ یہ حدیث اس حدیث کے بعد ہے جس میں آپ نے فرمایا۔

اَفْطَرَ الْحَاجِمُ
وَالْمَحْجُوْمُ☆۲
پچھنا لگانے والے اور پچھنا
لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا۔

اب جبکہ یہ چاروں مقدمات صحیح ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال بھی ممکن ہے۔ کہ روزہ حجامت کے ساتھ بھی باقی رہا اور نہ کیا مانع ہے کہ روزہ نفلی اور اس سے حجامت کے ذریعہ نکل آنا صحیح تھا یا یہ کہ آپ رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھے ہوئے مگر سفر پر تھے۔ یا رمضان کا روزہ حضر میں تھا۔ لیکن ضرورت اتنی شدید تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے افطار صوم جائز تھا یا وہ رمضان کا فرض روزہ تھا اور حجامت کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر یہ اپنی اصل پر باقی ہے۔ اور ان کا قول حاجم و محجوم دونوں ہی روزہ سے نہیں رہے نقل ہو کر بعد میں پہونچا اس لئے اصل کی جانب رجوع

کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں ان مقدمات اربعہ میں سے کسی کو ثابت کرنا مشکل ہے چہ جائیکہ چاروں مقدمات کو ثابت کیا جائے۔

اس میں عقد اجارہ کی نہ ہوتے ہوئے بھی طیب کا اجرت طلب کرنا ثابت ہے بلکہ اس کو اجرت مثل یا اس کی رضامندی کے مطابق اجرت دی جانی چاہئے۔

اس سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ پچھنا لگانے کے فن کو آدمی کسب معاش کے لئے بھی اختیار کر سکتا ہے (گویا کہ آزاد انسان بغیر پس و پیش حرمت کے اپنی اس اجرت کو بطور معاش استعمال کر سکتا ہے اور اس کی کمائی کو کھا سکتا ہے، اس لئے کہ خود پیغمبر نے اس کی اجرت عطا فرمائی ہے اور عطا کرنے کے بعد اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اور اس کو خبیث کہنا ایسا ہے جیسے لہسن اور پیاز کو خبیث فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ اس سے اس کی تحریم کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی آزاد اپنے غلام سے ہر روز ایک مقرر مقدار اس کی طاقت کے مناسب خراج مقرر کر سکتا ہے اور یہ کہ غلام اس خراج سے زیادہ کماتا ہو تو اس میں تصرف بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر تصرف سے روک دیا گیا ہو تو اس کی پوری کمائی خراج ہوگی مقرر کے لئے منفعت نہ ہوگی بلکہ جو خراج سے زائد ہو وہ اس کے مالک کی جانب سے تملیک کے حکم میں ہے۔ اس میں اس کو حسب منشا تصرف جائز ہے۔

۱۔ بخاری نے اسے صیام ۴۵۵ میں باب الحجامة والحق للقتائم کے تحت ذکر کیا ہے اور

حدیث عبد اللہ عباس سے لی ہے۔

۲۔ شہاد بن اوس شافعی کی حدیث ۱/۲۵۷ سے تخریج کی ہے۔ اور ابو داؤد کی حدیث نمبر ۲۳۶۹ اور دارمی نے ۲/۱۴۲ عبد الرزاق نے ۵۲۰ میں ابن ماجہ نے ۱۶۸۱ میں حاکم نے ۱/۲۸ اور طحاوی نے ۳۴۹ میں بیہقی نے ۴/۲۶۵ میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کی تصحیح احمد حدیث میں سے کئی ایک نے کی ہے اور اسی باب میں رافع بن خدیج والی حدیث ہے جسے عبد الرزاق نے ۵۲۳ میں اور ترمذی نے ۷۷۷ میں بیہقی نے ۴/۴۶۵ میں نقل کیا ہے ابن حبان نے ۹۰۲ میں اس کی تصحیح کی ہے حاکم نے ۱/۴۲۸ میں ابن خزیمہ نے ۱۹۶۴ میں اور ثوبان سے حدیث کی تخریج ابو داؤد نے ۲۳۶۷ ابن ماجہ نے ۱۶۸۰ اور دارمی نے ۱۵۱۴/۲ اور طحاوی نے ۳۴۹ اور ابن جارود نے ۱۹۸۴ عبد الرزاق نے ۵۲۲ میں کی ہے۔ ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح مع نمبر ۱۹۶۲-۱۹۶۳ اور ابن حبان نے ۸۹۹ میں حاکم نے ۱/۴۲۷ میں کی ہے اور بخاری علی بن مدینی اور نووی نے بھی ذکر کیا ہے۔ مگر اس کا منسوخ ہونا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ۴۵۵ اور نصب الراية ۲/۴۷۲ اور تلخیص الحییر ۲/۱۹۱-۱۹۲

(۲۲) فصل

قطع عروق اور داغ کے ذریعہ پیغمبر ﷺ کا طریقہ علاج

صحیح مسلم کی حدیث جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس ایک معالج کو بھیجا آپ کی ایک ورید کو طیب نے کاٹا اور اسے داغ دیا۔ ۱۔

دوسری روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کو جب اکحل میں تیر لگا اور زخم سے خون بہنے لگا۔ تو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے داغ دیا۔ داغ کے نتیجہ میں وہاں ورم پیدا ہو گیا تو آپ نے دوبارہ اس جگہ کے کیا یعنی داغ دیا۔ ۲۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے

اکھل میں تیر لگنے سے جو زخم ہو گیا تھا۔ اسے آپ نے تیر کے پھل کے چوڑے حصہ سے داغ یعنی دور تک اس داغ کے اثرات پھیلے پھر خود سعد بن معاذ نے بھی داغ دیا۔ یا آپ کے سوا احباب میں سے کسی نے داغ دیا۔

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں۔

کہ انصار میں سے کسی کو تیر کے چوڑے پھل کے گھس جانے سے ان کی ورید اکھل مجروح ہو گئی۔ اور خون چل پڑا آپ نے اس کو داغ کے ذریعہ بند کرنے کا حکم فرمایا۔ ابو عبیدہؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جن کو داغ کرنا تجویز ہوا آپ نے کھلے لفظوں میں فرمایا۔

اِكْوُوهُ وَاَرْضِفُوهُ ☆ ۳ ان کو داغ دو اور گرم پتھر سے سینک کرو۔

ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ رصف پتھر جو گرم کیا جائے پھر اس سے ٹکور کیا جائے۔
 حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
 عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَّاهُ فِي
 أَكْحِلِهِ ☆
 فضل بن وکین نے سفیان سے
 اور انہوں نے ابو زبیر سے انہوں
 نے جابر سے روایت کیا کہ نبی
 کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان
 کی کہنی کی لگ اکھل کو داغ دیا۔

بخاری میں انس کی حدیث ہے۔

اِنَّهُ كُوِيَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ
 وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى ☆ ۴
 ان کو ذات الجنب میں مبتلا ہونے
 کے وقت داغ دیا گیا تھا اور پیغمبر
 خدا اُس وقت تک حیات تھے۔

وَفِي التِّرْمِذِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَوَى أَسْعَدَ بْنَ زَرَّادَةَ مِنْ
الشُّوْكَةِ ☆ ۵

اور ترمذی میں انس کی روایت ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسعد بن زرارة کو لوہے کے
کاٹنے سے داغ دیا تھا۔

وَقَدْ تَقَدَّمَ الْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ
عَلَيْهِ وَفِيهِ وَمَا أَحَبُّ أَنْ
اُكْتَوَى وَفِي لَفْظٍ آخَرَ وَأَنَا
أَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ ☆ ۶

اس سے پہلے وہ حدیث گزر چکی
ہے جن پر سب کا اتفاق ہے۔ اور
اس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کی روایت مجھے داغ دیا جانا پسند
نہیں۔ اور دوسرے لفظوں میں
یوں ہے کہ میں اپنی امت کو کے
سے روکتا ہوں۔

اور جامع ترمذی میں اور دوسری کتابوں میں عمران بن حصین کی روایت ہے کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کے سے روکا ہے۔ ہم نے ایک مرض میں مبتلا ہونے کے
بعد داغ دیا مگر کچھ کام نہیں چلا نہ مرض ہی گیا۔
حدیث کے دوسرے الفاظ یوں ہیں کہ ہمیں داغ دینے سے منع کر دیا گیا ہے۔
پھر کیسے نلاح ہو گئی۔ کیسے کامیابی ہو گئی۔ ۷

خطابی نے ذکر کیا کہ آپ نے سعد کو داغ دیا تا کہ بہتا ہوا خون تھم جائے اس لئے
کہ اگر خون جاری رہتا تو بکثرت خون نکل جانے کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ تھا اور
ایسے موقع پر کے کا استعمال عام ہے جیسا کہ آج بھی ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد داغ دیا
جاتا ہے تا کہ خون بند ہو جائے۔

جہاں تک کے سے روکنے کا تعلق ہے وہ ایک عقیدہ بد سے تعلق رکھتا ہے کہ کوئی
خود کو شفاء کا ذریعہ سمجھ کر داغ کرائے اور یہ عقیدہ بد کہ اگر داغ نہ دیا گیا تو موت متعین

ہے آپ نے اس اعتقاد بد کو مٹانے کے لئے داغ کو روک دیا۔

روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے عمران بن حصین کو خصوصیت سے داغ کئے جانے سے روکا تھا اس لئے کہ ان کو زخم کی جگہ ناسور تھا اور وہ بھی خطرناک جگہ اس لئے آپ نے اسے داغ دینے سے روکا اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی ایسی جگہ پر کے کرنا جہاں کے کے بعد جان جو کھم ہو آپ نے رد کیا۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ کے دو انداز کی ہوتی ہے نمبر صحیح کو داغ کہ بیمار نہ ہو۔ یعنی توانا و تندرست آدمی بیمار نہ ہونے کے لئے داغ دلوائے تو اسی شخص کے لئے ممانعت ہے کیونکہ اس میں خدا پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی تقدیر کو ٹالنا چاہتا ہے۔ نمبر ۲ زخموں کا داغ فاسد ہونے کے وقت اور عضو کو داغ دینا قطع کرنے کے وقت اس میں شفاء ہے۔

البتہ داغ بطور دواء کہ اس میں نفع کی بھی توقع ہو اور یہ بھی گمان ہو کہ نفع نہ ہوگا۔ تو ایسے موقع پر یہ داغ دینا کراہت سے قریب تر ہے۔

اور ایک حدیث صحیح میں ہے جس میں ستر ہزار بلا حساب کے جنت میں داخل ہونے کی شہادت ہے۔ اس حدیث میں ہے۔

أَنَّهُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا
يَكْتُمُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ☆ ۸

کہ وہ لوگ وہی ہیں جو جھاڑ
پھونک نہیں کراتے نہ داغ
دلواتے نہ بدشگونی و بدفالی کے
قائل ہیں بلکہ اپنے خدا پر پوری
طرح بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔

یعنی مدار صحت جھاڑ پھونک اور داغ کو نہیں سمجھتے اور نہ زندگی کے معاملات میں بدفالی و بدشگونی کو پسند کرتے۔

داغ دینے سے متعلق احادیث چار مضامین پر مشتمل ہیں سب کو پڑھنے کے بعد

چار رخ متعین ہوتے ہیں۔

پہلا آپ ﷺ کا عمل

دوسرا آپ ﷺ کا ناپسند کرنا

تیسرا ترک کرنے والے کی تعریف

چوتھا نبی

ان چاروں میں آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا فعل عمل کے جواز کو بتلاتا

ہے۔

آپ ﷺ کے ناپسند کرنے سے اس کے نبی اور قطعی روک کا اندازہ نہیں لگتا۔

اور تا رک کی تعریف کرنے سے اس فعل کا نہ کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

اور اس سے نبی بطور اختیار اور کراہت کے ہے یا ایسی صورت میں نہیں ہے کہ اس

میں احتیاج نہ ہو کہ کوئی خاص ضرورت نہیں بلکہ صرف اس خوف سے کہ بیماری

ہو جائے گی۔

آمادہ کے کور و کنا مقصود ہے۔ تاکہ کہیں غلط عقیدہ کی بنیاد نہ پڑ جائے۔

۱۔ مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۰۷ فی السلام میں باب لکل داء دواء کے تحت نقل کیا ہے کہ

ہر بیماری کے لئے دواء ہے۔

۲۔ مسلم نے اسے حدیث نمبر ۲۲۰۸ اور احمد نے ۳/۲۱۳، ۳۵۰، ۳۸۶ میں بیان کیا

ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ
 امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ
 بَلَى قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ
 السَّودَاءُ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي
 أَضْرِعُ وَإِنِّي أَتَكْشِفُ فَأَدْعُ
 اللَّهَ لِي فَقَالَ إِنْ شِئْتَ
 صَبَرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ وَإِنْ
 شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ لَكَ أَنْ
 يُعَافِيكَ فَقَالَتْ أَضْبِرْ قَالَتْ
 فَإِنِّي أَتَكْشِفُ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ
 لَا أَتَكْشِفَ فَدَعَا لَهَا ☆

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم کو جنتی
 عورت دکھا دوں میں نے کہا ہاں
 آپ نے فرمایا یہ سیاہ عورت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ
 مجھے صرع کا مرض ہے اور رسوا ہو
 جاتی ہوں آپ دعا کر دیجئے۔
 آپ نے فرمایا تم چاہو صبر کرو
 تمہارے لئے جنت ہے۔ اگر
 تو چاہے تو دعا کر دوں کہ تم کو
 عافیت عطا ہو تو اس نے کہا کہ میں
 صبر کروں گی۔ پھر اسے کہا کہ میں
 رسوا ہو جاتی ہوں۔ آپ دعا کر
 دیجئے۔ کہ میں رسوا نہ ہوں، آپ
 نے دعا فرمائی۔

صرع دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ارواح خبیثہ رویہ کی بنا پر دوسرا اخلاط رویہ کی وجہ سے
 اسی دوسرے صرع کا اطباء اسباب و علاج بیان کرتے ہیں۔
 اور صرع ارواح کا اطباء کے زیرک و دانا لوگ اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے
 علاج کی کوئی صورت ان کے سامنے نہیں ہے اور اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس
 بیماری کا علاج تو ارواح شریفہ خیرہ علویہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے وہی ان ارواح خبیثہ کا
 مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اور اس کے آثار مٹا سکتی ہیں۔ اور اس کے افعال مدافعت ان سے
 ممکن ہے اور ان کا ابطال بھی انہیں کے بس کی بات ہے۔ بقراط نے اپنی بعض کتابوں

میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس میں اس کا جزئی طور سے معالجہ بھی تجویز کیا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ ہمارا طریقہ علاج اسی صرع کے لئے مفید ہے جس کا سبب اخلاط ردیہ یا مواد ردیہ ہوں لیکن جو صرع کہ ارواح کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس میں یہ علاج نافع نہیں ہوتا۔

جو اطباء اناڑی ہیں جنہیں کچھ واقفیت اور نہ علاج کے میدان میں ان کا کوئی مقام ہے بلکہ زندیق محض ہیں وہ صرع ارواح کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لغویت ہے اس کا جسم انسانی پر اثر انداز ہونے سے کیا تعلق ہے ایسے لوگ اناڑی اور نادان ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ ہماری طب میں اس کا کوئی دافع نہیں ہے۔ حالانکہ اس آنکھ سے دیکھ کر یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ دنیا میں یہ بیماری بھی موجود ہے۔ اور یہ کہنا کہ محض اخلاط کے رنگ بدلنے کا کرشمہ ہے۔ اس کے غلبہ سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے تو ان کا یہ مقولہ اس کی چند اقسام پر تو صادق آتا ہے۔ سب پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

قدیم اطباء اس قسم کے صرع کو الہی کہا کرتے تھے اور کہتے کہ روحوں کا کرشمہ ہے۔ اور جالینوس وغیرہ نے اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس کو مرض الہی کہنے کا سبب یہ ہے کہ یہ بیماری سر میں پیدا ہوتی ہے اور چونکہ دماغ ایک پاکیزہ مقام ہے۔ جہاں خدا کا قیام ہوتا ہے۔ اس لئے اسے صرع الہی کہتے ہیں۔

ان کی یہ بات ان کی ناواقفیت کی بنیاد پر ہے۔ ان کو ان ارواح اور اس کے احکام اس کی تاثیرات سے بالکل واقفیت نہیں ہے۔ اطباء کا وہ گروہ جو منکر خالق کائنات ہے۔ ان کا جب دور دورہ ہوا تو انہوں نے بجز اس صرع کے جو اخلاط کی روانت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے کسی دوسرے صرع کا اقرار ہی نہیں کیا۔

جو لوگ ان روحوں اور ان کی تاثیرات سے واقف ہیں وہ ان نادانوں کی حماقت اور کم فہمی پر بجز مسکرا دینے کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

ان قسم کے صرع کا علاج دو باتوں کا لحاظ کر کے ممکن ہے ایک بات تو خود مصروع

سے متعلق ہے۔ دوسری اس کے علاج کرنے والے سے جو مصروع سے متعلق ہے اس میں مصروع کی یقینی قوت اس کی گہری توجہ ان ارواح کے پیدا کرنے والے بنانے والے کی طرف اور سچا تعوذ جس پر دل اور زبان دونوں یکساں متفق ہوں۔ اس لئے کہ یہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ اور جنگ آزما کا اپنے دشمن سے ہتھیاروں کے ذریعہ قابو پانے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہتھیار تقاضے کے مطابق عمدہ اور صحیح کام کرنے والا ہو۔ دوسرے یہ کہ استعمال کرنے والے کے ہاتھ میں بھی طاقت ہو۔ اس لئے کہ ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی ناقص ہوگی تو پھر ہتھیار سے وہ نفع نہیں حاصل کیا جاسکتا پھر ایسی صورت میں جہاں دونوں ہی چیزیں مفقود کامیابی کا امکان کیسے ہوگا۔ ادھر دل میں تو حید کی کوئی چنگاری نہیں بالکل اجڑا ہوا ہے۔ نہ تو کل ہے نہ پرہیز گاری نہ توجہ دوسرے ہتھیار بھی ناپید ہیں۔

دوسری صورت معالج سے متعلق ہے کہ اس میں بھی یہ دو باتیں ہونی ضروری ہیں اس لئے کہ اگر یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو دیکھنے میں آیا کہ اس نے پانی زبان سے کہا کہ ”نکل جا“ یا اس نے اپنی زبان سے کہا بسم اللہ یا زبان سے لاحول ولاقوة الا باللہ نکالا اور ادھر کام ہوا خود ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنی زبان سے فرمایا۔

أَخْرِجْ عَذُوَّ اللَّهِ أَنَا رَسُولُ نَکَلِ خِدا کے دشمن میں خدا کا پیامی

اللہ ☆ ۲ ہوں۔

میں نے خود اپنے شیخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مصروع پر ایسی روح پھونکتے جو روح مصروع کو مخاطب کرتی اور کہتی کہ شیخ نے تم کو نکلنے کا حکم دیا ہے۔ تمہارا یہاں رہنا جائز نہیں ہے ان الفاظ کے بعد مرگی زدہ ٹھیک ہو جاتا تھا کبھی اس روح خبیث سے خود کلام کرتے ایسا بھی ہوا ہے کہ روح بہت زیادہ سرکش تھی تو اسے پیٹ کر نکالتے جس کے بعد مرگی کا مریض اچھا ہو جاتا اور اس کی پٹائی کا کوئی احساس مریض کو نہ ہوتا نہ درد نہ چوٹ اس کا صرف میں نے ہی نہیں دوسروں نے بھی بار بار مشاہدہ کیا۔

میں نے دیکھا کہ اکثر مصروع کے کان میں یہ پڑھتے اَفْحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبْنًا وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (المومنون ۱۱۵) کیا تمہیں گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بے سود پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف نہ آؤ گے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے مصروع کے کان میں ایک باریہ پڑھا۔ اس پر روح نے جواب دیا ہاں اور اس بات کو کھینچ کر کہا۔ میں نے اسے سزائیں دینے کے لئے ڈنڈا اٹھایا اور اس کی گردن کی عروق پر ایسی زور کا ڈنڈا جمایا کہ ہاتھ شل ہو گیا۔ اور جو لوگ وہاں موجود تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ مصروع اس چوٹ سے مر گیا۔ جانبر ہونے کا کوئی سوال نہیں اس نے مارنے کے وقت کہا کہ میں اسے چاہتی ہوں میں نے اس سے کہا کہ یہ تو تم کو نہیں چاہتا اس نے کہا میں چاہتی ہوں میں نے اس سے کہا کہ یہ تو تم کو نہیں چاہتا اس نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھ حج کروں میں نے اس سے کہا یہ تو تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا تب اس نے کہا کہ تمہارے احترام میں میں اسے چھوڑتی ہوں میں نے کہا نہیں خدا اور رسول کی اطاعت میں چھوڑتی ہوں۔ کہو اس نے کہا میں نکلی جا رہی ہوں اس کے بعد مصروع بیٹھ گیا دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اور کہا کہ مجھے یہاں کیوں لائے تو لوگوں نے داستان بیان کی اور اس پٹائی کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا پھر شیخ نے مجھے کیوں مارا اور اس نے یہ سمجھا بھی نہیں کہ اس پر کوئی چوٹ پڑی ہے۔

وہ آیت الکرسی سے اس کا علاج کرتے تھے اور مصروع کو بکثرت اس کے پڑھنے کی ہدایت کرتے یا اس کے علاج کرنے والے کو بتلاتے اور معوذتین پڑھنے کو بھی کہتے۔ حاصل کلام اس قسم کے صرع کے مریض اور اس کے علاج کا انکار وہی کریگا جو علم و عقل و معرفت سے کورا ہوگا۔ اور اکثر ارواح خبیثہ کا تسلط کسی پر اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کہ اس میں دین و دیانت کی کمی ہو۔ اور اس کے دل اور زبان میں ذکر الہی کا دور سے دور تک پتہ نہ ہو نہ اس کو پناہ مانگنے کی عادت نہ نبی کریم علیہ السلام کی بتائی ہوئی

احتیاطی تدبیروں اور ایمان سے کوئی ربط باقی رہتا اس لئے ارواح خبیثہ ایسے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں جن کے پاس یہ ہتھیار نہیں ہوتے بہت سے لوگ ننگے ہوتے ہیں۔ اور اس آسب کے شکار ہو جاتے ہیں۔

اور اگر حقائق پر نظر کریں تو آپکو معلوم ہوگا کہ اکثر نفوس بشریہ پر ان ارواح خبیثہ کی وجہ سے صرع کی کیفیت طاری ہوتی ہے یہ ان ارواح خبیثہ کے قبضہ اور پھندے میں اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ جہاں چاہتی ہیں انہیں لئے پھرتی ہیں اور نہ اس سے بچاؤ ممکن نہ اس کی مخالفت آسان۔ اور ان پر اس صرع کا دورہ ہوتا ہے کہ مصروع کبھی اس سے افاقہ ہی نہیں پاتا۔ درحقیقت یہی مصروع ہے اور اسی کو مصروع کہنا درست اور صحیح ہے۔

اس صرع کا علاج ایسی عقل صحیح سے جو ایمان کی ہم نشین ہو۔ اور جسے انبیاء و رسل لائے ہیں۔ ممکن ہے یہ کہ جنت اور دوزخ اس کی آنکھوں کے سامنے اور دل کے آئینہ میں ہو۔ اور اہل دنیا پر اس کا سایہ ہوتا ہے ان پر عذاب اور آفات کا نزول ہوتا ہے۔ اور ان کی آبادیوں میں اس طرح سے ان بلیات کی بارش ہوتی ہے جیسے آسمانی بارش کا نزول یعنی تباہ توڑ کیلئے بعد دیگرے اور ان پر صرع کا حملہ اس سے نجات نہیں دیا کتنی مصیبت کی بیماری ہے۔ صرع مگر جب یہ بیماری عام ہو جاتی ہے اور ہر وجود مصروع ہی معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کا زیادہ خیال اور اس سے احتیاط کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔ کوئی اسے نہ برا سمجھتا ہے۔ نہ بیماری تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کو اہم اور نادور جاننے والوں پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔

جب خدا کسی کو اس سے نجات دینا چاہتا ہے۔ اور اس کا خیر خدا کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے اس مرض سے افاقہ دیدیتے ہیں۔ اور ابناء دنیا کو ہر طرف مصروع دیکھتا ہے دائیں بائیں آگے پیچھے جو مختلف طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بہتوں پر جنون کی لپٹ ہوتی ہے۔ بعض تھوری دیر کے لئے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کا

جنون واپس آ جاتا ہے۔ بعض ایک بار جنون ایک بار افاقہ کی کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جب افاقہ ہو جاتا ہے تو اس کا ہر کام عقل و ہوش کا ہوتا ہے۔ پھر اس پر صرع کا دورہ ہوا اور جیسا خط پہلے تھا۔ اسی کا دور دورہ دوبارہ ہو گیا۔

- بخاری نے ۹۹/۱۰ فی الرضیٰ میں باب من یصرع من الریح مرگی بسبب ریح
میں ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۶۵ فی البر و اہلہ و اہلک باب ثواب المؤمن
فیما یصبیہ کسی بھی افتاد پر مومن کو ثواب ملتا ہے۔ کے تحت ذکر کیا ہے۔
حدیث جنبل نے ۴/۱۷۰۱۷۱۷۲ میں حدیث یعلیٰ بن مرہ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَهُ بِأَنْ يَأْتِيَ لَهَا قَدْ أَصَابَهُ لَمَمٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرِجْ عِلْمُ اللَّهِ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ فَبَرَّءُ
فَاهْدُثْ لَهُ كَبْشَيْنِ وَشَيْئًا مِّنْ أَقْطِ وَسَمِنٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَعْلَى خُذْ إِلَّا قِطْعًا وَالسَّمْنَ وَخُذْ أَحَدَ الْكَبْشَيْنِ وَرَدَّ
عَلَيْهَا الْآخَرُونَ رَجَالُهُ ثِقَاتٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ
عِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ. ۳۵۴۸ وَعَنْ جَابِرٍ عِنْدَ التَّارِمِ ۱۰/۱۔
یعلیٰ بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئی بچے کو تکلیف تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکل خدا کے
دُشمن میں خدا کا رسول ہوں یہ فرمانا تھا کہ وہ بچہ اچھا ہو گیا۔ اس عورت نے آپ کی
خدمت میں دو مینڈھے پنیر اور گھی ہدیہ پیش کیا آپ نے یعلیٰ سے فرمایا کہ پنیر
اور گھی لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو۔ اسکے رجال ثقات ہیں اسی باب
میں عثمان بن ابوالعاص کی حدیث ہے ابن ماجہ نے جسے حدیث نمبر ۳۵۴۵ میں
ذکر کیا ہے اور جابر سے یہ حدیث داری نے ۱۰/۱ میں نقل کیا ہے۔

(۲۲) فصل

اسباب صرع پر ایک نظر

اخلاط سے پیدا ہونے والا صرع اعضاء نفسانی کو حرکت انتصاب اور افعال سے روکنے والی بیماری ہے۔ لیکن یہ عمل ناقص درجہ کا ہوتا ہے مریض نہ تو پوری طرح بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ نہ پوری طرح انتصاب اور افعال سے ہی رک جاتا ہے۔ اس کا سبب بطون دماغ کے منافذ میں ناقص سدہ خلط غلیظ لزوجت سے پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے احساس و حرکت کا نفوذ یعنی روح حسی و حرکی کا نفوذ مریض کے دماغ اور اعضاء میں پوری طرح نہیں ہو پاتا جس میں انقطاع کا کوئی موقعہ نہیں آتا۔ کبھی اس کا سبب ریح غلیظ ہوتی ہے جو منافذ روح میں رک جاتی ہے۔ کبھی بخار روی کی وجہ سے جو بعض اعضاء سے مرتفع ہو کر بطون دماغ یا اس کے منافذ کی طرف جاتے ہیں۔ انسان کے جسم اور کسی دوسرے حصہ میں ایسی کیفیت لازم پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے دماغ منقبض ہو جاتا ہے۔ اس انقباض کا مقصد دماغ تک آنے والی کسی موذی چیز کا دفاع ہوتا ہے۔ جس سے جسم کے تمام اعضاء میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے اور مریض کا کھڑا ہونا دشوار ہوتا ہے۔ بلکہ وہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور اس کے منہ میں جھاگ آتا دکھائی پڑتا ہے۔

یہ امراض حادثہ میں وقوع مرض کے وقت شمار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مریض کو ممکن حد تک جسمانی دماغی اذیت پہنچتی ہے مگر عرصہ تک باقی رہنے اور زندہ رہنے تک اس کا دورہ ہونے اور تدبیر علاج اور شفا میں ناکامی ہونے کی وجہ سے امراض مزمنہ میں شمار ہوتا ہے۔ بالخصوص اگر عمر بچپن سے اوپر ہو یہ بیماری کبھی دماغ میں کبھی جوہر دماغ میں ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو مرگی لازم زندگی بن جاتی ہے۔ چنانچہ بقراط نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں میں مرگی کا مرض تادم زیست چلتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر وہ عورت جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ وہ مصروع بھی تھی اور حواس باختگی کی وجہ سے اسے عریانی کا بھی اندیشہ رہتا تھا۔ تو ممکن ہے اس کا صرع اسی انداز کا ہو جس کا رسولؐ نے اس مرض کو پورے استقلال و صبر سے برداشت

کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور دعا فرمائی کہ وہ عریاں نہ ہونے پائے یعنی دورہ مرض کے وقت اسے اس سے سابقہ نہ پڑے اور اسے صبر اور جنت دونوں میں سے ایک کو پسند کرنے کی تلقین فرمائی آپ نے اس کے لئے پھر دعا فرمائی بلا کسی شرط کے تو اس نے صبر اور جنت دونوں ہی کو پسند کر لیا۔

اس حدیث سے علاج اور دوا کے ترک پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ کہ علاج ارواح میں دعا اور توجہ الی اللہ سے جو کام ہوتا ہے وہ اطباء کے علاج سے نہیں ہوتا اور یہ کہ دعا اور توجہ کا اثر اور اس کا عمل اور طبیعت کا اس سے متاثر ہونا اور اس کا انفعال قبول کرنا اور یہ بدنہ کی تاثیر اور اس کے فعل سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کا تجربہ خود ہم نے بھی کیا اور دوسروں نے بار بار کیا۔ اور عقلاء و ماہرین اطباء اس کے قائل ہیں کہ قوی نفسانیہ کا اثر اور اس کا عمل امراض سے نجات پانے میں عجیب تر ہیں۔ اور ان حقائق کے منکرین اطباء اور ان اناڑیوں اور گنواروں سے زیادہ کسی نے اس ضعف کو نقصان نہیں پہنچایا اور یہ بھی کھلی بات ہے کہ اس عورت کو جو صرع تھا وہ اسی انداز کا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق ارواح خبیثہ سے رہا ہو اور پیغمبر خدا نے اس روایت پر صبر اور جنت کے مابین ایک کو پسند کرنے کی تلقین کی ہو اور یہ کہ وہ اگر شفاء کی طالب ہو تو دعا کو پسند کرے تو اس نے صبر اور عریاں نہ ہونے کو پسند کیا۔

(۲۵) فصل

طب نبوی میں..... عرق النساء کا طریقہ علاج

سنن ابن ماجہ محمد بن سیرین نے انس بن مالک سے حدیث بیان کی

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ دَوَاءُ عِرْقِ
 النِّسَاءِ أَلِيَّةٌ شَاةٌ أَعْرَابِيَّةٌ
 تُذَابُ، ثُمَّ تُجَزَّأُ ثَلَاثَةً
 أَجْزَاءٍ. ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى
 الرِّيقِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ ☆
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عرق
 النساء کا علاج جنگلی بکرے کی ران
 کو مہرا کیا جائے پھر اس کی یخنی
 تین حصہ میں کر دی جائے اس
 کے بعد تین دن تک یخنی کا
 استعمال نہارمنہ کیا جائے۔ روزانہ
 نہارمنہ ہونا چاہئے۔

عرق النساء کا درد مفصل و رک سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہاں سے ران کے پچھلے
 حصے میں نیچے اترتا ہے کبھی اس کا حلقہ نزول کعب تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسے جیسے اس
 کی مدت گذرتی جاتی ہے۔ درد کا مادہ تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ جس سے ران اور پنڈلی
 دبلے پڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں لغوی معنی اور طبی مفہوم دونوں ہی ہیں لغوی معنی
 سے اس کو عرق النساء نام رکھنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ بعضوں نے اس کی مخالفت کی
 ہے اور یہ کہا ہے کہ نساء تو خود رگ ہے۔ پھر عرق النساء تو لغو معلوم ہوتا ہے اضافہ اشی
 الی نفسہ کے قبل سے اس کا نام عرق النساء رکھنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ عرق کا لفظ نساء سے عام
 ہے۔ اس لئے یہاں اضافہ اشی الی نفسہ نہیں بلکہ اضافہ العام الی الخاص کل الدراہم او
 بعضہا کی طرح صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نساء اس مرض کو کہتے ہیں جو عرق میں پیدا ہوتا ہے تو
 یہاں اضافہ اشی الی محلہ کی طرح کی اضافت ہے۔ اس کو نساء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس
 درد کی اذیت میں نسیان ماسوا ہو جاتا ہے اس رگ کو لہے کا جوڑا اور اس کی انتہاء قدم کا
 آخری حصہ جو کعب کے پیچھے ہوتی ہے وحشی جانب پنڈلی کی اور وتر قدم سے باہر کی

طرف پائی جاتی ہے۔

معنی طبی کے سلسلے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی دو قسمیں ہیں ان میں ایک کی عام زمانہ مقام اشخاص اور حالت کے پیش نظر دوسرے مخصوص ہے جن میں ان امور کی یا بعض امور کی رعایت ہوتی ہے۔ اور یہ اسی قسم میں شامل ہے۔ اس لئے کہ مخاطب اہل عرب اہل جاز اور اس کے حوالے کے رہنے والے ہیں بالخصوص دیہات کے اکھڑ لوگ اس لئے کہ یہ علاج ان بدوی لوگوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ عموماً یہ بیماری خشکی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور کبھی اس کا سبب مادہ غلیظ لزجہ ہوتا ہے جس کا علاج اسہال ہے اور ان کے گوشت میں دو خاصیت ہے اور اس مرض میں ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور جنگلی بکرے کا تعین اس وجہ سے ہے کہ اس میں فضولات کی کمی اور مقدار کا اختصار اور جو ہر کی لطافت موجود ہے اس لئے کہ یہ بکریاں جو چیز چرتی ہیں ان میں گرم قسم کی جڑی بوٹی، شیخ و قیسوم وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ نباتات جب کسی جانور کو بطور غذا دی جائیں گی تو ان کے گوشت میں بھی وہ لطیف اجزاء پیدا ہوں گے۔ جن کو غذا کے ساتھ شامل رکھا گیا ہے۔ بلکہ تحلیل و تغذیہ کے بعد اس میں اور بھی زیادہ لطافت پیدا ہو جائے گی۔ بالخصوص سرین کا گوشت اور ان نباتات کا اثر گوشت سے زیادہ قوی انداز میں ان کے دودھ میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر سرین کے گوشت میں انضاج اور تلین کی جو خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ دودھ میں نہیں دیکھی جاتی ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ دنیا کے تمام اقوام میں خواہ وہ شہری علاقے میں رہتے ہیں یا دیہاتی حلقوں میں ان میں سے اکثر علاج میں مفرد دواؤں کا استعمال کرتے ہیں۔ اور اطباء ہندوستان بھی اسی انداز پر ہیں۔

صرف روم اور یونان کے اطباء مرکبات کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا کے تمام اطباء اس پر متفق ہیں کہ طبیب ماہر وہ ہے جو غذا کے ذریعہ بیماریوں کا علاج کرے اگر اس

سے کام نہ چلے تو پھر مفرد ادویہ اگر مزید ضرورت تقاضا کرے تو پھر مرکبات کو ہاتھ لگائے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عربوں اور بدویوں میں مفرد امراض پائے جاتے ہیں۔ اس لیے مفرد دوائیں ان کے علاج کے لئے مناسب ہیں۔ اور ان کی غذائیں بھی عموماً مفرد ہوتی ہیں۔ امراض مرکبہ اکثر مرکب اور متنوع مختلف الاذواق غذا کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے لئے مرکب دوائیں پسند کی جاتی ہیں۔

۱۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۶۳۳ فی الطب میں باب دواء عرق النساء کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اور بوسیری نے زوائد میں ۲۱۲/۱ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۲۶) فصیل

خشکی براز قبض کا علاج نبوی

ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اسماء بنت عمیس کی روایت نقل کی ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى	پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاذَا كُنْتَ	کس چیز سے دست لاتی ہو
تَسْتَمْشِينَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ	انہوں نے کہا شبرم سے آپ نے
قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ	فرمایا گرم اور مضرب ہے پھر اس کے
اسْتَمَشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ لَوْ	بعد ہم دست لانے کے لئے سنا کا
كَانَ شَيْءٌ يَشْفِي مِنَ الْمَوْتِ	استعمال کرتے ہیں آپ نے فرمایا
لَكَانَ السَّنَا ☆۱	کہ اگر کوئی چیز موت سے بچاتی
	تو وہ سنا ہوتی۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری حدیث ابراہیم بن ابی عبیدہ نے عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے۔

وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقِبْلَتَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِالسَّنَا
وَالسُّنُوتِ فَإِنَّ فِيهِمَا شِفَاءً
مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ
الْمَوْتُ ☆ ۲

عبداللہ بن ام حرام جنہوں نے
تحويل قبلہ والی نماز میں شرکت کی
وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو
کہتے ہیں سنا کہ بس سنا اور زیرہ کو
استعمال کیا کرو اس لئے کہ ان
دونوں میں بجز سام کی ہر بیماری
کے لئے شفاء ہے۔ پوچھا کیا کہ
حضور سام کیا ہے۔ آپ نے
فرمایا موت۔

آپ کا یہ فرمانا بماذا کنت تستمشین یعنی تکلیفیں طبیعت کرتی ہو کہ پاخانہ
رواں ہو جائے ٹھہرا ہوا نہیں رہتا کہ پاخانہ رک جانے سے اذیت ہو اسی وجہ سے
مسہل دواؤں کو مشیفعیل کے وزن پر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جس کو دست آتے ہیں
اسے کثرت سے چلنا پڑتا ہے۔ اور کئی پاخانے آتے ہیں ضررت کی بنیاد پر دوسری
عروایت میں ہے کہ بماذا تستسفین کس سے شفا پاتی ہو تو اسماء نے کہ شہرم
سے یہ ایک قسم کا دودھ یا گوند ہے ۳ درخت سے نکلنے والے دودھ کا بالائی چھلکا
ہے۔ چوتھے درجہ میں حاریا بس ہے۔ یہ دوا اگر سرخی مائل ہو تو سب سے بہتر ہے نیز
ہلکی اور نرم نازک جلد کی طرح لپٹی ہو۔ بہر حال یہ ایسی دوا ہے کہ اطباء نے اس کے
خطرے اور غیر معمولی دست آور ہونے کے وجہ سے اس کو استعمال نہ کرنے کا مشورہ
دیا ہے۔

اور آپ کا فرمانا حار جار دوسری روایت میں حار جار ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ

عرب عموماً یا کے ساتھ استعمال کرتے ہیں میرے نزدیک اس میں دو باتیں ہیں ایک حار جارجم کے ساتھ یعنی شدید الاسھال سخت دست آور اس لئے کہ اس کی غیر معمولی حرارت اور شدت اسھال کا بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ ایسی ہی ہے ابو حنیفہ دینوری نے یوں ہی لکھا ہے۔

دوسری روایت کچھ عقل لگتی بات ہے کہ یہ لفظ محض تاکید کے لئے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے جس میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تاکید مقصود ہوتی ہے اور یہ عربوں میں مروج جیسے حسن بسن یعنی کامل الحسن اسی طرح حسن قسن شیطان لیطان حار جار حالانکہ لفظ جار میں دوسرے معنی بھی ہیں وہ یہ کہ اشیاء کو اپنی شدت حرارت کی وجہ سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جونہی وہ اس تک پہنچی گویا اسے نگا کر دیتی ہے۔ اس کے کپڑے اتار لیتی ہے۔ یا جار کے اندر صہری و صہریج اور صہاری و صہاریج کی طرح کا معاملہ یا اس کے ساتھ مستقلاً مستعمل ہے۔

مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ سنا میں دو لعنت ہے۔ سنا حجاز میں پیدا ہونے والی ایک نبات ہے ان میں سب سے عمدہ مکی ہوتی ہے۔ سنا عمدہ دوا ہے جس میں نقصان کا پہلو کمتر ہے۔ اعتدال سے قریب درجہ اول میں گرم اور خشک ہے۔ صفراء اور سوداء دونوں ہی کے لئے مسہل ہے۔ قلب کو مضبوط کرتی ہے یہ اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ کہ باوجود مسہل ہونے کے مقوی قلب ہے۔ وسواس سوداوی کو خصوصیت سے زائل کرتی ہے۔ بدن میں پیدا ہونے والی پھٹن کی اکسیر ہے عضلات کو چست بنادیتی ہے۔ بالوں کو گرنے سے بچاتی ہے۔ جوں سے حفاظت کرتی ہے پرانے درد کو ختم کرتی ہے۔ کھلی دانے، خارش اور مرگی کے لئے نافع ہے۔ اس کا جوشاندہ اس کے سفوف سے زیادہ نافع ہے جس کی خوراک تین درہم ہے اور جوشاندہ کی پانچ درہم اور اگر جوشاندہ میں گل بنفشہ مویز منقی بھی پکا لیا جائے تو اور بہتر ہے۔

رازی نے بیان کیا کہ سنا اور شاہترہ ۴ سے اخلاط مخرقہ کا اسھال ہوتا ہے کھلی

خارش کے لئے مفید ہے اس کی خوراک ۴ درہم سے ۷ درہم تک ہے۔

سنوت کیا ہے اس میں آٹھ اقوال ہیں۔

نمبر ۱ شہد نمبر ۲ مکہن کی تلچٹ جو سیاہ خطوط کی صورت میں لگی میں نظر آتے ہیں عمرو بن بکر سلکسی نے یہی متعین کیا۔ نمبر ۳ زیرہ کی طرح کا ایک دانہ مگر زیرہ نہیں ہے جیسے زیرہ کشمیری ابن اعرابی نے یہ بیان کیا۔ نمبر ۴ زیرہ کرمانی۔ نمبر ۵ بادیان البوصیفہ دینوری اسی کے قائل ہیں۔ نمبر ۶ سویا کے بیج۔ نمبر ۷ خرما ان دونوں معنی کو ابو بکر بن سنی حافظ نے بیان کیا۔ نمبر ۸ شہد جو گھی کے برتن میں رکھی ہو۔ عبداللطیف بغدادی نے اسی کو راجح قرار دیا۔ بعض اطباء نے لکھا ہے کہ یہ طب نبوی سے زیادہ درست اور عمدہ معنی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنا کو اس شہد میں جو گھی کے ساتھ ملی ہو ملا لیا جائے یعنی سنا کو گھی میں مدد کر لیا جائے۔ پھر اسے چانا جائے اس لئے کہ دو مفرد کی مفرد ہی اور سنا کو گھی کے ساتھ تدبیر ہو کر اصلاح بھی ہو گئی اس حال میں اور بھی مدد ملے گی۔

ترمذی نے حدیث ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔

انَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ
السَّعُوطُ وَاللَّدُ
وَرُؤُ الْحِجَامَةِ وَالْمَشْيِ ☆
جن چیزوں سے تم دوا کرتے ہو
ان میں بہتر سعوط ناک سے دوا
چڑھانا منہ کے کنارے سے دوا
پلانا پچھنے لگانا اور دست لانا ہے۔

مشی جس سے پاخانہ ڈھیلا ہو کر چل پڑے۔ اور باہر آنا آسان ہو جائے۔

۱۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ عرق النساء کا مرض نرو مادہ دونوں کو یکساں ہوتا ہے۔ اس میں عورت مرد کی کوئی تخصیص نہیں اس کی تکلیف شدت میں غیر معمولی ہوتی ہے۔ عمود الفقار کے زیریں حصے غالباً صفر قطعی عجزی سے یہ بیماری شروع ہے۔ پھر دروسرین کی جانب بڑھتا ہے۔ پھر ران کا پچھلا حصہ متاثر ہوتا ہے۔ کبھی اچانک ٹخنوں تک اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ آخر میں مہروں کے درمیان پائے جانے والے غروف کا جڑاؤ ختم ہو جاتا ہے۔ یا اعصاب اسی میں التهاب مفصلی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج مریض کو دو ہفتہ بستر پر مکمل آرام دیا جائے اور درد شکن در دوائیں اسپرین وغیرہ اور خشک جامت بلا شرط اور کے سے یعنی داغ سے نفع ہو جاتا ہے۔ مریض کو سکون ملتا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۷ حاکم نے ۲۰۱/۴ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں عمرو بن بکر السکسکی ہے جو ضعیف ہے اور تہذیب میں ہے کہ اس کی متابعت شداد بن عبد الرحمن الانصاری نے کی ہے اور حدیث سابق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۳۔ المتبوع صبور و تنور کی طرح ہر اس جڑی کو کہتے ہیں جس میں دودھ ہو جو مصلح محرق اور مقطع ہو اور ان میں سے سات مشہور ہیں۔ الشہرم۔

۴۔ ترکاریوں کا بادشاہ جسے کزبرۃ الحمرا بھی کہتے ہیں۔

۵۔ ترمذی نے اس حدیث کو نمبر ۲۰۴۸ کے تحت بیان کیا ہے اس کی سند میں عباد بن منصور ہے۔ جو ضعیف ہے۔

(۲۷) فصل

جسم کی خارش جوں کا علاج نبوی

صحیحین میں بروایت قتادہ یہ حدیث ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي
لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحُجَّةٍ كَانَتْ
بِهِمَا ☆

دوسری روایت یہ ہے کہ:
أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ
وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمَا شَكَّوْا الْقَمَلَ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ لَهُمَا فَرَخَّصَ
لَهُمَا فِي قُمُصِ الْحَرِيرِ
وَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا ☆

عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن
عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابیان
رسول نے پیغمبر خدا سے جوں
پڑنے کی شکایت ایک جنگ کے
موقعہ پر کی آپ نے ان دونوں کو
اجازت دے دی کہ ریشمی قمیص
استعمال کریں اور اس کو میں نے
ان کے جسم پر دیکھا بھی تھا۔

اس حدیث سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک فقہی دوسری طبی۔

فقہات سے متعلق تو یہ ہے کہ ریشمی کپڑوں کا استعمال عورتوں کے لئے بلا کسی
روک ٹوک آپ کی احادیث سے ثابت ہے اور مردوں کو اس کا زیب تن کرنا حرام ہے
ہاں کسی ضرورت یا خاص مصلحت سے مثلاً ٹھنڈک بہت پڑتی ہو اور اس کپڑے کے
علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو جس سے وہ اپنی پوشش کر سکے یا مرد کسی بیماری کا شکار ہو مثلاً
خارش داد کھجلی وغیرہ یا جوں کی کثرت جیسا کہ حدیث انس سے واضح طور سے معلوم

ہوتا ہے۔

ریشمی کپڑے پہننے کا جواز احمد بن حنبل کی دو روایتوں میں سے ایک میں موجود ہے اور شافعی کی مختلف باتوں میں صحیح تر جواز ہی ہے اس لئے کہ کپڑوں میں عموم ہی اصل ہے۔ اور رخصت جب کسی فرد امت کیلئے ثابت ہو تو اس رخصت کا معنی جب کسی دوسرے فرد میں ہو گا تو اس کے لئے بھی رخصت کا جواز ہو گا۔ اس لئے کہ عموم سبب سے حکم بھی عام ہوتا ہے۔

جو اس کے حرمت ہی کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ تحریم کی احادیث عام ہیں اور رخصت کا حکم خصوصی طور سے صرف عبدالرحمن بن عوف اور زبیر کیلئے تھا یہ ممکن ہے کہ اس حکم میں دوسرے بھی ہوں جب خصوص و عموم دونوں ہی محتمل ہوں تو عموم پر ہی عمل ہونا چاہئے اسی وجہ سے بعض راویوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم کہ ان کے بعد کے لوگوں کو رخصت کا علم ہوا یا نہیں۔

اور درست بات تو عموم رخصت ہی ہے اس لئے کہ شریعت کا طرز خطاب ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اس کا حکم عام ہی ہوتا ہے اگر تخصیص کی کوئی صراحت نہ ہو اور جس کو ابتداء میں رخصت دی گئی ہو اس کو اس میں شامل نہ کیا جائے جیسا کہ آپ کا یہ حکم رخصت ابو بردہ کو جب وہ قربانی کے لئے جانے لگے آپ نے فرمایا کہ میاں تمہارے لئے یہ بکری کا بچہ بھی بکری کی جگہ کافی ہے مگر یہ حکم صرف تم تک ہے آگے کسی کے لئے نہیں۔

تَجْزِيكَ وَلَنْ تَجْزِي عَنْ
أَحَدٍ بَعْدَكَ ☆ ۲
یہ تم کو کفایت کرے گا اور تمہارے
بعد کسی کو یہ رخصت نہ ہوگی۔

یا پیغمبر خدا کیلئے نکاح زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں جنہوں نے آپ کے لئے اپنے آپ کو ہبہ کر دیا تھا یہ ارشاد باری

خَالِصَةً لِّكَ مِنْ دُونِ یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے
 الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۰﴾ (ازاب ۵۰) دوسرے مسلمانوں کے لئے
 نہیں۔

تحریم حریر میں ذریعہ کا انسداد کرنا مقصود ہے اسی وجہ سے عورتوں کیلئے مباح ہے اور ضرورت و مصلحت رائج کے موقع پر بھی جائز ہے یہ دستور ہر جگہ ہے۔ جہاں انسداد ذرائع کے لئے تحریم ہو کہ وہ ضرورت و مصلحت کے موقع پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے کہ محرم کو دیکھنا انسداد ذریعہ کے طور پر حرام ہے مگر مصلحت و ضرورت کے تحت جائز ہے اسی طرح نفلی نمازیں پڑھنا ممنوع اوقات میں ممنوع ہیں تا کہ ظاہری طور پر بھی سورج کی پوجا کرنے والوں سے مشابہت نہ ہو۔ مگر کسی مصلحت کے وقت مباح ہے۔ جس طرح کہ ربا الفضل، ربا النسیہ کے ذریعہ کے انسداد کے لئے ممنوع ہے مگر عرایہ ۳ کی صورت میں ضرورت کی بنیاد پر جائز ہے۔ جس میں درخت کسی محتاج کو ایک سال تک اس کے پھل سے نفع کیلئے دیدیا جاتا ہے وہ اس کے پھل سے دوسری فصل تک بھی کچھ لے لیتا ہے تو اس سے وہ ناجائز نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کی مکمل فتویٰ تحقیق ہم نے اپنے رسالہ ”التحیر لما تحلل وتحرّم من لباس الحریر“ میں کی ہے۔

۱۔ بخاری نے ۴۶/۳ میں فی الجہاد باب الحریر فی الحرب کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے فی اللباس ۲۰۷۶ حدیث باب ایاحتہ لبس الحریر للرجل مرد کیلئے ریشمی کپڑے کا استعمال جائز کے تحت بیان کیا ہے۔

۲۔ اس کی تخریج پہلے ہی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج کے تحت آچکی ہے اور وہ صحیح ہے۔

۳۔ العرایہ جمع عربیہ کھجور کا درخت جس کے پھل کھانے کے لئے مالک کسی محتاج کو سال بھر تک کیلئے اجازت دیدے کہ وہ اس کا پھل بلا کسی اجرت کے کھاتا رہے۔ اب اس سے تمیز کیا اس کے پکنے سے پہلے استعمال کر لے تو یہ فضل اس کے لیے مضرت نہیں ہے اس کا کھانا مباح و جائز ہے۔

(۲۸) فصل

ابریشم و ریشم کے بارے میں عملی تحقیق

طبعی حیثیت سے ریشم ان دواؤں میں ہے جو حیوان سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اسی لئے اسے دوا حیوانی شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دوا حیوان ہی سے لی جاتی ہے۔ اور یہ بڑی منفعت بخش قابل قدر دوا ہے۔ اس کی خصوصیت دل کو قوی کرنا۔ اسے فرحت بخشنا اور دل کے بہت سے امراض کو نفع پہنچانا ہے۔ اسی طرح مراریت سوداء کو بھی ختم کرتا ہے۔ اور جو بیماریوں مراریت سوداء سے پیدا ہوتی ہیں ان کے لئے بھی نافع ہے آنکھوں میں اس کا سرمہ مقوی ہے بصر اور ابریشم خام جو اطباء کے یہاں عام طور سے مستعمل ہے۔ درجہ اول میں حاریا بس ہے یا حار رطب ہے۔ یا معتدل ہے۔ جب اس کا کپڑا بنا کر استعمال کیا جائے تو اس میں معتدل حرارت پائی جاتی ہے۔ بدن کو گرمی پہنچاتا ہے۔ کبھی بدن کو ٹھنڈک پہنچا کر اس کو فری بھی بخشتا ہے (یعنی مرکب القوی) ہے۔

رازی نے لکھا ہے کہ ابریشم کنان سے زیادہ گرم ہے۔ اور روئی سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ گوشت بڑھاتا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر کھر درالباس لاغر کرتا ہے اور جلد کو سخت کرتا ہے اور نرم و چمکنا کپڑا اس کے برعکس اثر دکھاتا ہے۔

ملبوسات جو انسان استعمال کرتا ہے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم بدن کو گرم کرتی ہے۔ اور اسے ٹھنڈک سے بچاتی ہے۔ دوسری قسم ٹھنڈک سے بچاتی ہے مگر بدن گرم نہیں کرتی۔ تیسری قسم نہ ٹھنڈک سے بچاتی ہے۔ نہ بدن کو گرم کرتی ہے اور کوئی ایسا ملبوس نہیں معلوم ہوتا ہو کہ نہ گرمی پہنچائے نہ ٹھنڈک سے بچائے اس لئے کہ جو ملبوس بدن کو گرم کرے گا وہ ٹھنڈک سے بھی بچائے گا۔ بال اور اون کے بنے کپڑے گرمی بھی پہنچاتے ہیں اور ٹھنڈک سے بھی بچاتے ہیں۔ کتان و حریر روئی کے کپڑے

ٹھنڈک سے بچاتے ہیں۔ مگر گرم نہیں کرتے کتان کے بنے کپڑے ٹھنڈے خشک ہوتے ہیں اور ان کے گرم خشک ہوتے ہیں۔ اور روئی کے معتدل حرارت ہوتے ہیں اور ریشم کے کپڑے روئی سے ملائم اور حرارت میں اس سے کمتر ہوتے ہیں۔

منہاج کے مصنف نے لکھا کہ ریشم کے پہننے سے روئی کی طرح گرمی نہیں پیدا ہوتی بلکہ وہ معتدل ہے۔ جو کپڑا چکنا چکدار ہوگا اس سے بدن میں بہت کم گرمی پہنچے گی بدن سے تحلیل ہونے والی چیزوں کے لئے کم سے کم تر تحلیل ہے اور موسم گرم میں اس کا استعمال مناسب ہے۔ بالخصوص گرم ممالک میں۔

جب ریشمی کپڑے ایسے ہیں تو اس میں خشکی کھردراپن جو دوسرے کپڑوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے تو اس کا خارش میں نافع ہونا سائنٹفک ہے۔ اس لیے کہ خارش حرارت پیوست اور خشونت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو خشک خارش کے علاج کے طور پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز ریشمی کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی اسلئے کہ جوں رطوبت و حرارت سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ریشمی کپڑے کا مزاج یا معتدل یا بس ہے یا حار و یا بس ہے۔

کپڑے کی وہ قسم جو نہ ٹھنڈک سے بچاتے نہ بدن کو گرم کرتے ہیں وہ لوہے اور رانگ کے بنے کپڑے یا لکڑی اور مٹی سے تیار ہوتے ہیں کوئی معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ جب ملبوسات حریری سب سے زیادہ مناسب اور بدن کو نافع تھے تو پھر پاکیزہ شریعت نے اسے حرام کیوں قرار دیا جبکہ اس نے تمام طبیعات کو حلال اور خباثت کو حرام قرار دیا ہے۔

اس سوال کا جواب مسلمانوں کے مختلف طبقے کی طرف سے مختلف ہے۔ جو لوگ کسی بات میں حکمت و تعلیل کے قائل ہی نہیں وہ اصالتہ تعلیل و حکم کے منکر ہیں اس لئے یہاں حکمت و تعلیل کو کیسے تسلیم کریں گے ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں کہ کیوں

اور کیونکر۔

البتہ جو لوگ حکم اور تعلیل کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نعمت کے نہ ملنے پر صبر اور استقلال انسانی کا امتحان کرنا مقصود ہے۔ اس لیے اسے رضائے الہی کیلئے ترک کر دے اسے اس کا خصوصی اجر دیا جائے گا۔ جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تخلیق اصالتہ عورتوں ہی کے لئے ہوئی ہے۔ جیسے سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں۔ مردوں پر حرام ہیں تاکہ مردوں اور عورتوں میں یکسانیت کا خطرہ نہ ہو۔ اور دیکھنے میں کوئی فرق محسوس ہو۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے بعض رذائل اخلاق نخر و تکبر اور ریا و نمود وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اس لئے حرام قرار دیا گیا۔ بعضوں نے کہا ریشم کے کپڑے پہننے کے بعد چھوٹنے اور ملائمت نرمی سے مساس کرنے والے اور کرانے والیوں پر جذبات شہوانی برانگیختہ ہوتے ہیں۔ جو مخنث بننے بنانے اور عورتوں کے اخلاق و عادات اختیار کر نیکی طرف لے جاتے ہیں۔ اور ان سے مردانگی اور حوصلہ مندی کے جوہر ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے کہ اس کہ پہننے کے بعد دل میں زنا نہ پن ابھرتا ہے اور اکثر ریشمی کپڑے پہننے والوں میں زنا نہ پن اور زنا چپن کے عادات ابھر آتے ہیں۔ نرم مزاجی نرم گفتاری نسوانی انداز لئے ہوئے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھنے میں آیا کہ جو لوگ بڑے حوصلہ مند اور مردانہ تھے ان میں بھی ریشمی کپڑوں کے استعمال کے بعد کسی نہ کسی درجہ میں نسوانیت اور زنا چپن کے انداز ابھر آئے اگرچہ وہ پورے طور سے نہ سہی اگر کسی کو یہ بات نہ بھاتی ہو اور اپنی تصور فہم کی وجہ سے وہ ان حکمتوں اور باریکیوں کو نہ جان سکا ہو تو اسے پھر یہ سبر دانا کی کہی ہوئی باتوں ہی کو تسلیم کر لینا بہتر ہے۔ اسی وجہ سے سر پرستوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسا کپڑا نہ پہنائیں کہ شعور کے بعد ان میں زنا چپن اور زنا نہ پن ابھرے اور بڑھے اس طرح یہ اولیاء اور سر پرست بچوں پر ایک غیر فطری عادت کے ابھارنے اور پروان چڑھانے کے مجرم ہونگے۔ جس کے جوابدہ

عند اللہ بھی ہونگے اور سوسائٹی بھی ان کو معاف نہ کرے گی۔

نسائی نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ "إِنَّ اللَّهَ أَحَلَّ لِأَيِّ نَاسٍ أُمَّتِي الْحَرِيرَ وَالذَّهَبَ وَحَرَّمَهُ عَلَى ذُكُورِهَا" ☆
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے برترو بزرگ نے میری امت کی عورتوں کو ریشم اور سونے کے استعمال کی اجازت دی اور مردوں پر اس کو حرام کر دیا۔

دوسرے لفظوں میں مروی ہے۔

حَرَّمَ لِبَاسُ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبَ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأَجِلَّ لَاءِ نَاهِمُ ☆
ریشمی کپڑے اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا۔ اور عورتوں کیلئے حلال کیا گیا۔

اور بخاری میں حذیفہ سے مروی۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبَسِ الْحَرِيرِ وَالذَّيْبِ وَأَنْ يُجْلَسَ عَلَيْهِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ ☆
خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیباچ کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کر دیا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں تمہارے لئے ہے۔

چنانچہ شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ ذات الجنب پہلو اس کے صفات عضلات صدر، پُلی اور اس کے ارد گرد اذیت وہ سخت قسم کا ورم ہوتا ہے۔ جسکو شوصہ برسام اور ذات الجنب کہتے ہیں۔ اور کبھی یہ درد ہوتا ہے جو کسی ورم کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ریا ح غلیظ کی وجہ سے ہوتا ہے لوگوں کو اس وقت اسی بیماری کا اندیشہ گزرتا ہے۔ حالانکہ وہ بیماری نہیں ہوتی۔ اور ایسا بھی ہے کہ پُلی میں ہونے والے ہر درد کو ذات الجنب کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ مقام درد وہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ذات الجنب کے معنی صاحبۃ الجنب ہے۔ اور یہاں مقصد درد پہلو ہوتا ہے۔ اس لئے ذات الجنب کی معنی صاحبۃ الجنب ہے۔ اور یہاں مقصد درد پہلو ہوتا ہے۔ اس لئے جب کبھی پہلو میں درد ہوتا ہے۔ اور اسی کے تحت بقراط کی وہ بات آتی ہے۔ کہ ذات الجنب کے مریضوں کو حمام سے نفع ہوتا ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس کو پہلو کا درد یا پھیپھڑے کی اذیت سوء مزاج کی وجہ سے ہو یا اخلاط غلیظہ کی بنا پر خلط لذاع کی بنا پر جس میں نہ ورم ہونہ بخار اس میں حمام نافع ہے۔

اطباء نے لکھا ہے کہ یونانی زبان میں ذات الجنب پہلو کا ورم حار ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء باطنہ کے ورم کو ذات الجنب کہتے ہیں ورم حار اگر ہو تو اسے ذات الجنب کہتے ہیں۔ خواہ وہ احتشاء کے کسی عضو میں ہو ذات الجنب حقیقی کے لئے پانچ اعراض ضروری ہیں بخار، کھانسی، چھتا، در ضیق النفس، نبض منشاری۔ ۲۔

حدیث میں موجود علاج اس قسم کا علاج نہیں ہے بلکہ غیر حقیقی کا علاج ہے۔ جو ریح غلیظ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ قسط بحرئ جسے عود ہندی کہتے ہیں۔ دوسری احادیث کی روشنی میں اگر اسی کو کہتے ہیں تو یہ بھی قسط کی ایک قسم ہے اگر اسے باریک پیس لیا جائے۔ اور اگر زیتون میں آمیز کر لیا جائے اور جائے مؤف پر جہاں ریا ح جمی ہو ہلکی ہلکی مالش کی جائے یا چند چمچہ چاٹ لیا جائے تو اس کا عمدہ علاج ہوگا۔ یہ دوا نافع ہونے کے۔ علاوہ محلل اور ام بھی ہے اور محلل مادہ بھی جس سے یہ بیماری کا فور ہو

جاتی ہے۔ اعضاء باطنہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے۔ سدون کو کھولتا ہے اور عود ہندی کا بھی نفع بالکل ایسا ہی ہے۔

مستحی ۳ نے لکھا ہے کہ عود حار یا بس ہے۔ قابض ہے دست بند کرتا ہے۔ اعضاء باطنی کو تقویت پہنچاتا ہے۔ کاسر ریاہ ہے۔ مفتوح سد ذوات الجذب کے لئے نافع ہے۔ فضولات رطوبی کو ختم کرتا ہے۔ دماغ کے لئے بھی مفید ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ذوات الجذب حقیقی میں بھی اس کا نفع ہو۔ اگر یہ بیماری مادہ بلغم سے ہو بالخصوص انحطاط مرض کے وقت۔

ذات الجذب مہلک امراض میں شمار ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ام سلمہ سے مروی ہے کہ:

©2002-2006

فَتَشَاوَرُوا فِي لَدِّهِ فَلَدُّوهُ
وَهُوَ مَغْمُورٌ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ :
مَنْ فَعَلَ بِي هَذَا، هَذَا مِنْ
عَمَلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هَاهُنَا
وَأَشَارَ رِيسَهُ إِلَى أَرْضِ
الْحَبَشَةِ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَ
أَسْمَاءُ لَدِّ تَاهُ. فَقَالُوا:
يَا رَسُولَ اللَّهِ! خَشِينَا أَنْ
يَكُونَ كَ ذَاتِ الْجَنْبِ قَالَ
فَبِمَ لَدُّوْهُ تُمُونِي قَالُوا بِالْعُودِ
الْهِنْدِيِّ وَشَيْءٍ مِّنْ وَرْسٍ
وَقَطْرَاتٍ مِّنْ رَّيْبٍ فَقَالَ
مَا كَانَ اللَّهُ لِيُقْلِدَنِي بِذَلِكَ
الدَّاءِ ثُمَّ قَالَ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ
أَنْ لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ
إِلَّا لَدًّا إِلَّا عَمِّي الْعَبَّاسُ ☆ ۴۷

چچا عباس ام الفضل بنت حارث
اسماء بنت عمیس بھی موجود تھیں ان
سب نے آپس میں دوا پلانے
کے بارے میں مشورہ کیا۔ باہم
مشورہ سے دوا پلائی گئی۔ اور آپ
بیہوش تھے۔ جب آپ کو ہوش آیا
تو آپ نے نے کہا کہ کس نے یہ
کام کیا۔ یہ عورتوں کا کام ہے۔
معلوم ہوتا ہے حبشہ سے آنے
والی عورتوں نے دوائی پلائی یعنی
ام سلمہ اور اسماء نے آپ کو دوا پلایا
تھا ان عورتوں نے کہا کہ اے خدا
کے رسول ہم کو یہ خطرہ ہوا کہ آپ
کو کہیں ذات الجنب ہو۔ آپ
نے پوچھا پھر تم نے کیا دوا پلائی
لوگوں نے عرض کیا کہ عود اور ورس
اور روغن زیتون کے چند قطرے
آپ نے فرمایا اگر خدا نے مجھے
ممکن ہے اس مرض سے نجات
دے دی تو میں نے پکا ارادہ کیا
ہے کہ گھر میں کوئی نہیں رہے گا
جسے دوا نہ پلائی گئی بجز میرے چچا
عباس کے۔

دوسری روایت میں ہے۔۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَدَدُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ أَنْ لَا تَلْدُونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمُ أَنْ تَلْدُونِي لَا يَبْقَى مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا لَدَدَ غَيْرِ عَمِّي الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ ☆

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا پلائی آپ نے اسے ناگوار سمجھا اور نہ پلانے کا اشارہ کیا ہم نے کہا کہ مریض تو دوا کو استعمال کرنا پسند ہی نہیں کرتے یہ ایک فطری امر ہے جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دوا پلانے سے منع کیا تھا تم میں سے کوئی نہیں رہے گا کہ اسے دوا نہ پلائی جائے سوائے

میرے چچا عباس کے۔

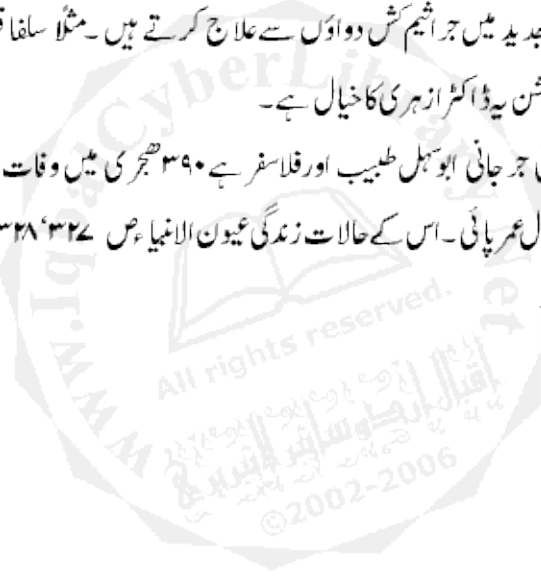
اصمعی نے لدود کا ترجمہ منہ کے کسی حصہ سے یا لب سے دوا پلانا محاورہ کیا ہے۔ اخذ من لدیدی الوادی وادی کے دونوں جانب میں سے کوئی یا دونوں اور وجہ درمیانہ لب سے منہ میں دوا گزارنا۔

لدود بالفتح وہ دوا جو منہ سے پلائی جائے اور سقوط جو دوا ناک سے گذاری جائے۔ اس حدیث سے کسی خطا وار کو ویسی ہی غلطی سے سزا دینا ثابت ہوتا ہے اگر اس کا فعل محرم نہ ہو حقوق خداوندی کی کوئی تلف نہ کرتا ہو یہی بات مناسب ہے۔ ہم نے اس کے لئے تقریباً دس دلیل شرعی دوسرے مقام پر بیان کی ہیں۔ احمد سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور خلفاء راشدین سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور طمانچہ یا چوٹ کا قصاص جس کے بارے میں چند در چند احادیث ہیں وہ اس کے معارض نہیں ہیں۔ اس لئے

بات متعین ہو چکی ہے۔ اور مسئلہ صاف ہو گیا۔

۱۔ یہ اسباب و علامات سینہ کے درد میں ہوتے ہیں۔ پھیپھڑے کے التهاب کی وجہ سے اور عصر جدید میں جراثیم کش دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ مثلاً سلفا قرص پنسلین کا انجکشن یہ ڈاکٹر ازہری کا خیال ہے۔

۲۔ عیسیٰ بن یحییٰ ہر جانی ابوہل طبیب اور فلاسفر ہے ۳۹۰ھ ہجری میں وفات ہوئی صرف ۴۰ سال عمر پائی۔ اس کے حالات زندگی عیون الانبیاء ص ۳۲۷-۳۲۸ میں ملاحظہ کیجئے۔



العباس فإنه لم يشهدكم زواجه ابن أبي الزناد عن هشام عن ابنه عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الحافظ وصلة محمد بن سعد عن محمد بن الصباح عن عبد الرحمن بن أبي الزناد بهذا السند ولفظه كانت تأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الحاصرة فاشتدت به فأغمى عليه فلذذناه فلما أفاق قال هذا من فعل نساء جن من هنا وأشا زالى الحيشة وإن كنتم ترون أن الله يسلب علمي ذات الجنب ما كان الله ليجعل لها سلطانا والله لا ينقضي أحد في البيت إلا لله فما بقي أحد في البيت إلا لله؛ ولذذنا ميمونة وهي صائمة.

حدیث بیان کی علی نے ہم سے حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ و زاونے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ کو مرض میں ہم نے دوا پلائی آپ اس پر اشارہ فرمانے لگے کہ دوانہ پلاؤ ہم نے یہ سمجھا کہ مریض کو نظری طور پر دوا پینے سے ابا ہوتی ہے اس لئے یہ کوئی خاص بات نہیں مگر جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے تم کو دوا پلانے سے روکا نہیں تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ مریض تو ابا کرتا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا خاندان میں کوئی نہیں رہا۔ جسے دوانہ پلائی گئی ہو۔ میں عباس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے چکر میں نہیں آئیں گے۔ ابن ابی الزناد نے ہشام سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عائشہ سے حدیث روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کو محمد بن سعد نے محمد بن الصباح سے وصل کر دیا ہے۔ انہوں نے عبد الرحمن بن ابی الزناد سے انہیں لفظ اور سند میں بیان کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ پیغمبر کو پہلو کے درد نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ درد تیز تر ہو گیا کہ آپ پر نیم بیہوشی طاری ہو گئی۔ اس حالت میں ہم نے آپ کو دوا پلا دی۔ آپ کو جب ہوش آیا تو فرمایا کہ یہ ان عورتوں کا کام ہے۔ جو قلاں جگہ سے آئی ہیں۔ آپ نے اشارہ کیا جسہ کی طرف اگر تم لوگوں کو یہ خیال ہے مجھے خدا نے ذات الحب میں مبتلا کر لیا ہے تو خدا کے سامنے کسی کیا چلتی ہے۔ واللہ گھر کے لوگوں میں کوئی دوا پلائے جانے سے نہ بچے گا اور ہم نے حضرت ميمونة کو دوا پلائی جبکہ وہ روزہ سے تھیں۔

۴ بخاری نے ۱۴۰/۱۰ فی الطب میں باب اللدود و لدود میں دوا پلانے کے ذیل ہیں
حدیث بیان کی اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۱۳ فی السلام باب کراہۃ اللدوی
بالدود و منہ سے دوا پلانے کی کراہت کے تحت ذکر کیا ہے۔

(۳۰) فصل

طب نبوی میں درد سرا اور آدھ سیسی کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس سلسلہ میں ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جس کی
صحت محل نظر ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَدَعَ غُلْفَ رَأْسِهِ بِالْحِنَاءِ وَيَقُولُ إِنَّهُ نَافِعٌ بِإِذْنِ اللَّهِ مِنَ الصَّدَاعِ ☆ ۲
کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کبھی درد سر ہوتا تو آپ
اپنے سر پر مہندی کا لپ کر تے
مہندی کا پلاسٹر چڑھاتے۔ اور
فرماتے کہ یہ صداع کے لئے خدا
کے حکم سے نافع ہے۔

صداع الم الراس ہے یہ تکلیف پورے سر میں یا جزء راس میں ہو سب جگہ صحیح ہے
اس میں سے جو سر کے کسی ایک حصہ میں ہو اور ہر وقت موجود رہے۔ اسے شقیقہ کہتے
ہیں۔ اور جو پورے سر میں ہو اسے بیضہ یا خودہ کہتے ہیں جیسے خود جو سر کے سبھی حصے کو
شامل ہوتی ہے۔ کبھی سر کے اگلے کبھی سر کے پچھلے حصے میں بھی یہ بیماری پائی جاتی
ہے۔

اس کی قسمیں بہت سی ہیں۔ اور اسباب صداع بھی مختلف ہیں۔ مگر صداع کی
حقیقت سخونت راس یا اس کا گرم ہو جانا ہے اس لیے کہ بخارات اس میں گھومتے
رہتے ہیں۔ جو نکلنے کے لئے منافذ اور سوراخ کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مگر منفذ نہیں ملتا

تو سر پہ یہ دباؤ ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے پیپ ۳۔
 جب معقد نہیں پاتا تو درد پیدا کرتا ہے اور ہر چیز جب گرم ہوتی ہے تو وہ اپنے لئے
 اس مقام سے جس میں وہ اس وقت ہے زیادہ پھیلی جگہ تلاش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے
 کہ یہ بخارات جب سر میں پھیل جاتے ہیں ان کے تحلیل ہونے یا ختم ہونے کی کوئی
 صورت باقی نہیں رہتی تو سر میں گردش کرنے لگتے ہیں۔ اسی گردش بخارات کو سرد
 (اندھیری) کہتے ہیں۔

صداع مختلف اسباب کی بنا پر ہوتے ہیں۔

۱۔ اخلاط اربعہ یا طبائع اربعہ حار بار در طب و یا بس کے غلبہ کی بنیاد

پر۔

۵۔ کسی زخم معده کی وجہ سے کہ معده کا اعصاب کے ذریعہ براہ راست دماغ

سے تعلق ہے۔ قرعہ معده کی وجہ سے وہ عصبہ متورم ہو جاتا ہے۔ یا خود معده

کا مقام ماؤف متورم ہو کر عصبہ تناؤ کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح معده کی

اذیت کا احساس سر کو ہوتا ہے۔ اور درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔ ریاخ غلیظہ جو معده میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا صعود کھوپڑی کی

جانب ہوتا ہے جس سے کھوپڑی میں تناؤ کے بعد درد پیدا ہوتا

ہے۔

۷۔ معده کے عروق میں ورم پیدا ہوتا ہے۔ ان عروق میں ورم کی وجہ

سے سر میں درد کا احساس ہوتا ہے۔

۸۔ کثرت غذا کی وجہ سے امتلاء معده پیدا ہو جاتا ہے۔ کچھ حصہ تو

معده سے براز وغیرہ کی شکل میں نیچے آ جاتا ہے۔ کچھ خام حصہ

باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی گرانی سے سر میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔

- ۹۔ جسم کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے جماع کے بعد درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ خلخل کی وجہ سے ہوا کی گرمی سر میں مقدار سے زیادہ پلائی ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ صداع بعض وقت تے اور استفراغ کے بعد ہوتا ہے۔ جس کا سبب یا تو خشکی ہوتی ہے۔ یا معدہ سے بخارات سر کی طرف سے آنے لگتے ہیں۔
- ۱۱۔ بعض وقت درد سر گرم ہوا اور گرم موسم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔
- ۱۲۔ شدید ٹھنڈک کی وجہ سے اس لئے کہ ٹھنڈک سے بخارات کثیف ہو جاتے ہیں۔ اور سر سے تحلیل نہیں ہوتے بلکہ جم جاتے ہیں۔
- ۱۳۔ غیر معمولی بیداری نیند کا فقدان۔
- ۱۴۔ سر کے اوپر غیر معمولی دباؤ یا گراں چیزوں کے اٹھانے سے۔
- ۱۵۔ کثرت گفتار جس سے دماغ اس کی مکان محسوس کرتا ہے۔ اور ضعف کی وجہ سے برداشت کی قوت کمتر ہو جاتی ہے۔ درد سر کا سبب بن جاتا ہے۔
- ۱۶۔ غیر معمولی ریاضت و محنت شدید کثرت حرکت کی وجہ سے بھی درد سر پیدا ہوتا ہے۔
- ۱۷۔ اعراض نفسانیہ کی بنا پر جیسے غم، فکر رنج و سوساں افکار ادنیہ۔
- ۱۸۔ شدت بھوک سے اس لئے کہ اس وقت پیدا ہونے والے بخارات کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا تو وہ اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور دماغ کی جانب چڑھتے ہیں۔ جس سے درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ دماغ کی جھلی میں ورم کی وجہ سے جس میں مریض کو دماغ پر تھوڑا

چلنے اور سر پھٹنے کا احساس ہوتا ہے۔

۲۰۔ بخار کی وجہ سے بھی صداع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بخار میں حرارت

اور شدید پیدا ہوتی ہے۔ جو سر کی تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔

۱۔ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ صداع سر کے کسی حصہ میں درد کے احساس کو کہتے ہیں

جس کے اسباب بے شمار ہیں۔ ہر مرض کی تمیز صداع معین مقامات کے تعین اور

اوقات کے تعین سے کی جاتی ہے۔ علاج سبب کے تحت ہوتا ہے۔

۲۔ یہ حدیث ابن ماجہ ۳۵۰۲ میں حدیث سلمیٰ ام رافع باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول خدا کو زخم یا کانٹا لگنے کی کوئی تکلیف ہوتی تو

آپ وہاں مہندی رکھتے یہ حدیث سنن ابوداؤد نمبر ۳۸۵۸ میں اور احمد نے

۴۶۲/۶ پر روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبید اللہ بن علی بن ابورافع ہیں جو لین

الحدیث میں اور بزار نے روایت کیا ہے۔ جن کا ذکر تیشمی نے مجمع میں ۹۵/۵

کے تحت حدیث ابو ہریرہ کے ذیل میں کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر

جب نزول وحی ہوتا تو آپ کو گرانی سر ہوتی۔ اس کو دور کرنے کے لئے حنا کا خمداد

کرتے۔ تیشمی نے لکھا ہے کہ اس میں احوص بن حکم راوی کی توثیق تو کر دی گئی مگر

اس میں ضعف بھی خاصا ہے اور ابو یونس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔

۳۔ الوعی پیپ زرواب ریم کو کہتے ہیں۔

(۳۱) فصل

در د شقیقہ کا تفصیلی بیان

صداع شقیقہ (آدھاسیسی) کا سبب سر کی شرائین میں غیر طبعی مواد خود اسی میں

پیدا ہونا یا دوسرے اعضاء سے بصورت صعود و ارتقاء سر کی طرف بلند ہونا اور سر اور

دماغ کی دونوں تصنیفوں میں سے کمزور حصے کا اسے قبول کرنا یہ غیر طبعی مواد یا تو بخارات ہوتے ہیں۔ یا اخلاط حارہ و بارہ ہوتے ہیں۔ جس کی مخصوص علامت شرائین کی تڑپ بالخصوص اخلاط حارہ میں اگر خون کی کثرت ہو یا ریح کا ارتقاء زیادہ ہو جب اسپر پٹی لگائی جائے اور تڑپ روکنے کا عمل کیا جائے تو درد رک جاتا ہے اور مریض کو سکون ہو جاتا ہے۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں لکھا ہے کہ درد سر کی یہ اذیت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو جایا کرتی۔ جس کا اثر پورے چوبیس گھنٹے یا دو دن رہتا اور نکلتا نہ تھا۔

ابن عباسؓ کے اثر سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا اور آپ کے سر مبارک پر پٹی بندھی تھی۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اپنے مرض موت میں فرمایا۔ وارساہ! ہائے رے درد سر اور اپنا سر پٹی سے اپنے مرض میں باندھے رہتے۔ سر پر پٹی کی بندش سے شقیقہ اور دوسرے قسم کے درد سر میں نفع ہوتا ہے۔

بخاری نے ۱۰/۱۰۵ فی المرض میں باب ما رخص للمریض کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے وارساہ کہا تو آپ نے اس کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو ستمہارے لئے اس نام وثبوت پر استغفار کروں گا۔ اور دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کسی کی جان گئی آپ کی ادا تھری آپ میری موت کے خواہاں ہیں کیا اگر ایسا ہو جاتا تو کیا خوب ہوتا۔ کہ بعض پہلے سے وفات پانے والی ازواج کی نہرست میں میں بھی ہوتی اور دولہن بنتی اسپر پیغمبر نے فرمایا۔ بل انا وارساہ۔

(۳۲) فصل

درد سر کا علاج

درد سر کا علاج نوعیت و اسباب کے پیش نظر مختلف ہوتا ہے۔ اس کی بعض قسم کا استفرغ سے کیا جاتا ہے۔ بعض کا غذا استعمال کر کے بعض میں آرام و راحت رسانی علاج ہے۔ اور بعض کا پلاسٹر سے بعض کا درد سر ٹھنڈک پہنچانے سے ختم ہوتا ہے۔ بعضوں میں گرمی پہونچا کر علاج کیا جاتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں آواز سننے حرکت کرنے کی سخت ممانعت ہوتی ہے۔ اسی سے انہیں نفع ہو جاتا ہے۔

اس بات کے علم کے بعد آپ اس بات کو سمجھیں کہ حدیث میں حنا سے معالجہ کا ذکر جزئی صداغ کا ہے۔ کلی صداغ کا نہیں یہ صداغ کی ایک قسم کا علاج ہے۔ جب کہ صداغ تیز حرارت کی بنا پر ہو۔ اور صداغ سادہ ہو مادی نہ ہو۔ کہ اس میں استفرغ ضروری ہو۔ ایسے صداغ میں حنا سے کھلے طور پر نفع ہوگا۔ حنا کو پیس کر سرکہ میں ملا کر پیشانی پر ضما د کیا جائے تو درد سر جاتا رہے گا۔ اس لئے کہ حنا میں اعصاب کے مناسب قوت موجود ہے۔ جب اس کا ضما د ہوگا تو درد جاتا رہے گا۔ یہ کچھ درد سر کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی عضو کا درد اگر غیر مادی اور حرارت سادہ کی بنا پر ہو تو اس میں یہ نافع ہے۔

اس میں ایک قسم کا قبض ہے جس سے اعضاء میں قوت اور جان آتی ہے اور اگر کسی ورم جاری التهاب کے مقام پر لگایا جائے تو اس کے ضما د سے درد کو سکون ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَكِيَ إِلَيْهِ أَحَدٌ
 وَجَعًا فِي رَأْسِهِ إِلَّا قَالَ لَهُ
 احْتَجِمْ وَلَا شَكِيَ إِلَيْهِ
 وَجَعًا ۚ فِي رِجْلَيْهِ إِلَّا
 قَالَ لَهُ اخْتَضِبْ بِالْحِنَاءِ
 وَفِي التَّرْمِذِيِّ عَنْ سَلْمَى أُمِّ
 رَافِعِ خَادِمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ لَا
 يُصِيبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قُرْحَةٌ وَلَا شَوْكَةٌ إِلَّا
 وَضَعَ عَلَيْهَا الْحِنَاءَ ☆ ۲

- ۱۔ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۵۸ اور احمد نے ۴۶۲/۶ سلمیٰ زوجہ ابو رافع کی حدیث کے تحت بیان کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ جو پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔
- ۲۔ ترمذی نے اسے حدیث نمبر ۲۰۵۵ کے تحت اور حدیث نمبر ۳۵۰۲ میں ابن ماجہ نے روایت کیا اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سے پہلے آچکا ہے۔

(۳۳) فصل

حنا کے فوائد پر سیر حاصل بحث

مہندی اول درجہ میں سرد اور دوسرے میں خشک ہے۔ درخت اور اس کی ٹہنیوں کی ترکیب میں ایک ایسی قوت محللہ ہوتی ہے جو آبی جوہر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی حرارت معتدل ہے۔ دوسری قوت قلاضہ ہے۔ جس میں جوہر ارضی بارود شامل ہے۔

اچھا ہو جائے گا اور اگر ورم متفرج پرانا ہو تو اسے اور بھی نفع دیتا ہے۔ بال اگاتا ہے اور بالوں کو قوی کرتا ہے۔ ان کو رونق بخشتا ہے۔ قوت دماغ کو بڑھاتا آبلوں کو روکتا ہے۔ پنڈلیوں اور پیر میں ہونے والے ثورات کو ختم کرتا ہے اسی طرح پورے جسم کے ثورات کے لئے نافع ہے۔

۱۔ سلاق دانہ ہے۔ جو زبان کی جڑ میں نکلتا ہے۔ اور زبان کی جڑ میں بھوسی سی ہو جاتی ہے۔

۲۔ اقلع آ کلہ منہ آ نامہ کے جلد اور زبان کی سطح کے ثورات۔

۳۔ تذکرہ میں اس کی حقیقت بیان کرنے میں تردد رہا اور یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔ یہ ہندوستان کے علاقوں سے لائی جاتی ہے۔

(۳۴) فصیل

زیر علاج مریضوں کو مناسب کھانا پانی دینے کی ہدایت

ترمذی اور ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْرَهُوا
مَرَضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ
وَالشَّرَابِ فَإِنَّ عَزَّوَجَلَّ
يُطْعِمُهُمْ وَيُسْقِيهِمْ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اپنے بیماروں کو زبردستی
کھانے پلانے کی کوشش نہ کرو
کیونکہ خدا پاک انہیں کھلاتا پلاتا
ہے۔

فاضلین اطباء نے اس حدیث کے مضمون پر سر و دھنا شروع کیا کہ ان چند لفظوں میں جو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ کتنی حکمتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص معالجین جو مریضوں کا علاج کرتے ہیں ان کے لئے تو بے شمار حکمتیں ہیں۔ اس لئے کہ مریض کو جب کھانے پینے کی خواہش

نہ ہو تو اس کا سبب مریض کی طبیعت کا مرض کے بگڑنے میں لگنا ہوتا ہے۔ یا اس کی خواہش کے ختم ہونے کی بنا پر یا حرارت غریزی کی کمی کی بنیاد پر یا اس کے بالکل ختم ہونے کی وجہ سے غرض وجہ کچھ بھی ہو ایسے موقع پر مریض کو غذا دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

بھوک تو اعضاء کے غذا طلب کرنے کا نام ہوتا ہے کہ طبیعت اس غذا کے ذریعہ بدل مائع کا نظم کرے اس لئے کہ معدہ سے دور کے اعضاء قریب کے اعضاء سے جذب غذا کرتے ہیں۔ پھر غذا کے جذب کرنے کا سلسلہ معدہ تک پہنچتا ہے۔ جس سے انسان میں بھوک کا احساس ہوتا ہے اور غذا طلب کرتا ہے۔ اور جب مریض ہوگا تو طبیعت مادہ مرض کو پختہ کرنے اس کے نکالنے کی طرف مشغول ہو جائے گی۔ اور طلب شراب و غذا سے کوئی سروکار ہی نہ رہ جائے گا۔ ایسی صورت میں اگر کسی مریض کو غذا یا مشروب کے استعمال پر مجبور کیا جائے تو طبیعت اپنے عمل ہی کو معطل کر دے گی اور بجائے مرض کے مادہ کے انضاج و اخراج کے دیئے گئے کھانے کے پکانے کھانے لگانے میں لگ جائے گی۔ نتیجہ اس غذا سے مریض کو سخت نقصان پہنچے گا۔ خصوصاً بحران ۲ کے وقت یا ضعف حرارت غریزی یا حرارت غریزی کے بالکل بجھ جانے کے وقت تو پوچھئے نہیں کہ کیا کچھ نہ ہو جائے گا۔ اس وقت ایسی چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہے جس سے اس کی رہی ہی قوت باقی رہے۔ اس میں کسی قدر توانائی آئے نہ یہ کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے طبیعت اور مضحل ہو جائے قوت اور سکت ٹوٹ جائے۔ اس موقع پر تو لطیف غذا اور پاکیزہ مشروبات دئے جانے چاہئیں۔ جن کا مزاج معتدل ہو جیسے شربت نیلوفر ۳ شربت عرق سیب گل تازہ عرق گلاب وغیرہ اور غذا میں چوزے کا شوربہ جس میں خوشبو دار مسالے پڑے ہوں اور مناسب انداز کی مفرح اور منعش قوت خوشبو اور محلے سنگھائے جائیں۔ لطیفے سنائے جائیں۔ خوش کن باتیں کی جائیں اس لئے کہ طبیب تو طبیعت کا ملازم ہے۔ اسی کا یا رعمگسار

ہے۔ نہ کہ دشمن جفا شعار۔

عمدہ خون ہی بدن کی غذا ہے۔ اور بلغم خون کی وہ قسم ہے۔ جو پوری طرح پختہ نہ ہو بلکہ کسی قدر اس میں خامی رہ گئی ہو جن مریضوں کے جسم میں بلغم کی بڑی مقدار ہوتی ہے۔ اور اصل غذا کی مقدار اس کثرت بلغم کی بنا پر تقریباً ناپید ہو جاتی ہے۔ تو طبیعت بلغم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اسے پکاتی خون بناتی اور اعضاء کے کام آتی ہے۔ اور جسم و اعضاء کو دوسری غذا سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

طبیعت اس قوت کو کہتے ہیں جسے خدائے پاک نے بدن کی تدبیر اور اس کی حفاظت اس کی صحت کا وکیل بنایا ہے۔ طبیعت انسانی جسم کی ساری زندگی نگرانی کرتی ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مریض کو کبھی کبھار اور پانی دینے کی اور اسے قبول کرنے پر مجبور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ یہ بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ایسا بھی ہوتا ہے۔ اور عموماً غذا پر جبر کرنے کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے۔ جب مریض اختلاط عقل کا شکار ہو اس طرح سے حدیث کے عموم کو مخصوص کرنے سے اور اس کے مطلق کو مقید کرنے کی ضرورت موجود ہو۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مریض بلا غذا کے ایک طویل مدت تک باقی رہتا ہے کہ انداز کی زندگی تندرست بھی بلا غذا کھائے نہیں گذار سکتا۔

اور پیغمبر علیہ السلام کا قول فَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُمْ وَيُسْقِيهِمْ یعنی خدا مریضوں کو کھلاتا پلاتا ہے کا معنی زیادہ لطیف ہے۔ وہاں تک اطباء کی عقل کی رسائی نہیں بلکہ اس کا مطلب تو وہی سمجھ سکے گا جو قلب و روح کے معاملات اور اس کے اثرات بدن انسانی سے پوری طرح واقف ہو یا طبیعت کا انفعال ان تاثیرات روحی و قلبی سے ہو جس طرح کہ روح و قلب طبیعت سے منفعل ہوتے ہیں اس کی طرف ایک ہلکا اشارہ ہم کرتے ہیں۔

کہ نفس کو جب کسی ایسی چیز سے سابقہ پڑتا ہے جو اسے مشغول رکھتی ہے۔ خواہ وہ چیز پسندیدہ ہونے کی وجہ سے یا نا پسند ہونے کی وجہ سے یا خطرناک ہونے کی وجہ سے نفس کو مشغول کر دیتی ہے۔ تو اس اشتعال کی وجہ سے غذا کی مانگ اور پیاس کی خواہش نہیں ہوتی نہ بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ نہ پیاس کا حتیٰ کہ گرمی و ٹھنڈک کا بھی احساس نہیں رہتا۔ بلکہ بعض اوقات تو سخت سے سخت درد و اذیت کا بھی احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کو ان سب باتوں اور واقعات سے سابقہ پڑتا ہے۔ جب انسان کی یہ حالت ہو کہ اسے بھوک کی تکلیف نہ ہو۔ ایسی صورت میں نفس کو کسی مفرح یا غیر معمولی نشاط آور چیز پیش آتی ہے۔ تو وہ نشاط انگیز چیز غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اس سے طبیعت آسودہ ہو جاتی ہے۔ اور ساری قوتوں میں جان آ جاتی ہے۔ بلکہ ساری قوت دگنا ہو جاتی ہے۔ اور خون کا جریان اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ خون ظاہر جسم سے ابلتا نظر آتا ہے۔ جس سے چہرہ پر رونق آ جاتی ہے۔ اور خون جسم سے جھلکنے لگتا ہے ایسے موقع پر اعضاء کو غذا کی عادت کے مطابق مانگ نہیں ہوتی اس لئے کہ طبیعت اس سے زیادہ پسندیدہ چیز کے ساتھ مشغول و مربوط ہوتی ہے اور جب طبیعت کا قابو اپنے محبوب شئی پر جاتا ہے تو اس سے کمتر چیز کی طرف متوجہ نہیں رہتی۔

اگر بدن پر وارد چیز تکلیف دہ غم انگیز اور خوفناک ہوتی ہے تو طبیعت اس سے جنگ اسے خن و بن سے اکھاڑنے اور اس کی مدافعت میں لگ جاتی ہے اس جنگ کرنے کی وجہ سے اس کی مشغولیات کا رخ صرف مدافعت کی جانب ہوتا ہے۔ نہ کہ غذا و شروب کی جانب اور طبیعت ایسی چیزوں کو خلیفہ بنا دیتی ہے۔ جو اس گم شدہ قوت کو بازیاں کر سکے چنانچہ قوت بازیاں ہوتی رہتی ہے اور اگر طبیعت مقہور و مغلوب ہو جاتی ہے تو پھر قوت میں تدبیر کی انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ جنگ جو طبیعت اور مرض کے مابین بگڑتی اور بنتی رہتی ہے باقی رہ جائے تو پھر قوت کبھی بڑھ جاتی ہے۔ کبھی گھٹ جاتی ہے۔ غرض طبیعت و مرض کے مابین یہ جنگ بالکل آمنے سامنے

لڑنے والی دشمن قوتوں کی طرح ہوتی ہے۔ اور غلبہ تو جیتنے والے کے لئے ہے۔ ہارا ہوا یا تو شہید ہوتا ہے۔ یا زخمی یا قیدی۔

مریض کی اعانت منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اس کا تغذیہ اس انداز میں ہوتا ہے کہ اطباء اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ خدا کی یہ اعانت اس کے ضعف اور باری تعالیٰ کے سامنے انکسار و عاجزی کی بنیاد پر اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے وہ اپنا ضعف عاجزی و در ماندگی خدا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس سے دوسرا نفع قرب الہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ کی قربت سب سے زیادہ ٹوٹے دلوں کے ساتھ ہوتی ہے خدا کی رحمت اس کے پلے میں ہوتی ہے۔ اگر مریض خدا کا دوست ہے تو اسے قلبی تغذیہ خدا کی جانب سے ہوتا رہتا ہے جس سے اس کی طبیعت کی تمام قوتوں میں توانائی باقی رہتی ہے۔ بلکہ اس کی توانائی اس کی اس قوت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جو وہ بدنی اور مادی غذاؤں سے حاصل کرتا ہے جب اس کا ایمان و یقین جاگ جاتا ہے تو اس کا تعلق خدا کے ساتھ ابھر آتا ہے اس کو خدا کے ساتھ لگن ہو جاتی ہے اور وہ اس میں سرمست رہتا ہے۔ چونکہ اس کے یقین کی قوت اور خدا کے ساتھ حسن ظن بڑھ جاتا ہے اس کا شوق تیز تر ہو جاتا ہے۔ وہ خدا سے راضی رہتا ہے۔ اور اس کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔ ان سب چیزوں سے اس میں وہ توانائی وہ قوت اور ایسی جان آ جاتی ہے کہ اس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں ملتے نہ کسی طبیب کے نسخے میں اس کی گنجائش ہوتی نہ اس کے علم کی رسائی۔

کسی کی عقل بہت موٹی ہو اس کی طبیعت میں زیر کی کا کوئی شمع نہ ہو تو وہ ان باتوں کو کیا سمجھے گا۔ اور اس کی تصدیق کیا کرے گا ایسے لوگوں کے لئے صورت کے پرستاروں کو دیکھنا چاہئے کہ یہ عشاق ان مادی چہروں اور جسمانی بناوٹوں میں کیا کچھ نہیں پاتے ان کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کر گزرتے ہیں۔ بعضوں کو صورت سے عشق ہوتا ہے۔ بعضوں کو جاہ کی طلب ہوتی ہے۔ بعض مال کے رسا

ہوتے ہیں۔ بعض علم کے شائق ہر ایک اپنے محبوب کے حصول اور اس کے وصول میں ایک عجیب توانائی ایک عمدہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس کارات دن لوگ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان انوکھے انداز پرستش کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ایک روایت اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نَبِي كَرِيم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پے در

وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يُؤْ

أَصِلُ فِي الصَّيَامِ الْآيَامَ عرصے تک رکھتے مگر اپنے

ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَيَنْهَى ساتھیوں کو اس وصال سے روکتے

أَصْحَابَهُ عَنِ الْوَصَالِ اور فرماتے کہ میں تمہارے طرز کا

وَيَقُولُ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ نہیں ہوں مجھے تو میرا پروردگار

إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ پھر تم

وَيُسْقِيَنِي ☆ ۴ کہاں اور میں کہاں؟

یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ کھلانا پلانا اس انداز کا نہ تھا جو دوسرے انسان غذا استعمال کرتے ہیں اور اپنے منہ سے کھاتے ہیں اگر منہ سے کھاتے ہوتے تو پھر آپ موصل صیام کیسے ہوتے اور پھر دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ وہ تو کھانے پینے کے بعد روزہ دار ہی نہیں رہتے۔ اسی لئے فرمایا اَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيُسْقِيَنِي میرا رب مجھے غذا دیتا ہے۔ اور مشروب پلاتا ہے۔

مزید برآں آپ نے خود وصال ہی میں اپنے اور دوسروں کے مابین تفریق کر کے سمجھایا کہ آنحضرت جس پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس پر ان کو قدرت نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے منہ سے کھاتے پیتے ہوتے تو پھر یہ کیسے فرماتے لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ یہ بات اسی کی سمجھ میں آئے گی جس کے حصہ میں غذائے روحانی و قلبی آچکی ہوگی۔ اور اس کی قوت و تاثیر سے پوری طرح واقف ہوگا اور یہ کہ غذائے روحانی کو جسمانی غذا

سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

۱۔ یہ حدیث قوی ہے اس کی تخریج ترمذی نے نمبر ۲۰۴۱ اور ابن ماجہ نے ۳۴۴۴ پر کی ہے۔ اس کی سند میں بکر بن یونس بن بکیر ضعیف ہے۔ مگر حاکم نے ۴/۴۱۰ میں عبد الرحمن بن عوف کی حدیث تائید میں پیش کی ہے۔ اور ابو نعیم نے الحلیہ میں ۱۰/۵۱۵۰ میں جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے تائید کی اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے۔

ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ مرض کا سب سے بڑا سبب مریض کا کھانے کے لئے آمادہ نہ ہونا پھر بھی زور دے کر کھلانا اس کے ضرر کو متزاہد کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ آلات ہضم اپنے کام سے لبا کرتے ہیں اور غیر ہضم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے مریض کا حال اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔

۲۔ بحر ان ضمه کے بعد سکون امراض حارہ میں اچانک پیدا ہونے والا تھیر۔

۳۔ تذکرہ میں ہے کہ اس مشہور لغت نون کا مقدم ہوتا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ پرداز کے ہیں یہ ایک آبی پودا ہے۔ جس کی جڑ گاجر کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی ڈھنسل چکنی ہوتی ہے۔ پانی میں گہرے تک اس کی منجاف جاتی ہے۔ جب یہ منجاف پانی کی طرح سطح کے برابر ہوتی ہے تو پتیاں نکلتی ہیں اور پھول کھلتے ہیں۔

۴۔ بخاری نے اس حدیث کو ۴/۱۷۹ میں فی الصیام باب التکلیل لمن اکثر الوصال و باب الوصال الی الآخر میں لاتے ہیں۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۱۰۳ فی الصیام باقہ انھی عن الوصال فی الصوم میں ذکر کیا ہے اس سلسلے میں حضرت عائشہ عبد اللہ بن عمرو انس کی احادیث بھی موجود ہیں۔

(۳۵) فصل

تکسیر کا علاج نبوی

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
 دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ
 وَعِنْدَهَا صَبِيٌّ يَسِيلُ مَنَحْرَاهُ
 دُمًا فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا
 الْعُدْرَةُ أَوْ وَجَعٌ فِي رَأْسِهِ
 فَقَالَ وَيْلُكُمْ لَا تَقْتُلْنَ أَوْلَادَ
 كُنَّ أَيْمًا امْرَأَةً أَصَابَ وَلَدُهَا
 عُذْرَةٌ أَوْ وَجَعٌ فِي رَأْسِهِ فَلَتَأْ
 خُذْ قُسْطًا هِنْدِيًّا فَلْتَحْكُهُ
 بِمَاءٍ ثُمَّ تُسِطِّعْهُ إِيَّاهُ. فَأَمَرَتْ
 عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
 فَصْنَعَ ذَلِكَ بِالصَّبِيِّ فَبُرَأَ

☆ ۲

حضرت جابر بن عبد اللہ نے
 روایت کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا کے پاس تشریف لائے آپ
 کے پاس ایک بچہ تھا جس کے
 نتھنوں سے خون جاری تھا۔ آپ
 نے دریافت فرمایا یہ کیا لوگوں نے
 کہا کہ کو امیں چونکے لگانے کی وجہ
 سے یا در دوسر کی وجہ سے سیلان
 خون ہے آپ نے فرمایا تمہاری
 سمجھ پر پتھر پڑے اپنی اولاد
 کو ہلاک نہ کرو۔ جب کسی عورت
 کے بچہ کو کوئے کی تکلیف ہو یا درد
 سر ہو تو اسے عود ہندی کو لے کر
 پانی سے رگڑنا چاہئے۔ پھر اسے
 ناک میں چڑھانا چاہئے۔ یہ سن
 کر حضرت عائشہ نے اس تدبیر
 کے کرنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ
 یہ ترکیب عمل میں لائی گئی بچہ
 پوری طرح تندرست ہو گیا۔

الوعید نے الوعیدہ سے نقل کیا ہے کہ غدرۃ حلق میں ہیجان دہوی کو کہتے ہیں جب
 اس کا علاج کیا جائے۔ یہ بھی محاورہ ہے کہ غدر بہ یعنی وہ معذور ہے بعضوں نے بیان کیا

بہت سی کتابوں میں محدثین نے کیا ہے۔ خود ابو داؤد نے اس روایت کو اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْطَ كَهْنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ناک میں دوا ڈلوائی۔

- ۱۔ بخاری نے اسے ۱۰/۱۲۷ فی الطب میں باب الحجامۃ من الداء بیماری میں پچھنا لگانے کے تحت بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے ۱۵۷۷ فی المساقاۃ میں باب حل اجدۃ الحجامۃ پچھنا لگانے کی مزدوری جائز کے تحت لکھا ہے۔
- ۲۔ احمد نے ۳/۳۱۵ میں ذکر کیا اس کی اسناد صحیح ہے اور ثنثی نے مجمع میں ۵/۸۹ میں ذکر کیا اور اس کی نسبت ابو یعلیٰ اور بزار کی طرف بڑھا دی ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کے رجال وہی ہیں جو صحیح کے رجال ہیں۔

(۳۶) فُصْل

دل کے مریض کا علاج نبوی ﷺ

ابو داؤد کی روایت جسے مجاہد نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے بایں الفاظ مذکور

ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَبَّحَ
 بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ مِنْ تَمْرِ الْعَالِيَةِ
 لَمْ يَضُرَّهُ ذَاكَ الْيَوْمَ سَمٌّ
 وَلَا سِحْرٌ ☆
 جناب نبی کریم علیہ الصلوۃ
 والتسلیم نے فرمایا کہ جس نے نہار
 منہ مدینہ کی سات کھجوریں
 استعمال کر لیں اس دن نہ تو اسے
 زہر سے نقصان ہوگا اور نہ جادو کا
 اثر ہوگا۔

دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں یوں ہے۔
 مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا
 بَيْنَ لَا بَتَيْهَا حِينَ يُصْبِحُ لَمْ
 يَضُرَّهُ سَمٌّ حَتَّى يَمْسِيَ ☆
 جس نے سات چھوہارے صبح
 سویرے اس وادی سیاہ کے
 استعمال کئے تو اسے زہر سے
 نقصان رات گئے تک نہ پہونچے
 گا۔

تمر دوسرے درجہ میں گرم پہلے میں خشک ہے بعضوں نے پہلے میں تر لکھا ہے
 بعضوں نے معتدل اس میں اعلیٰ درجہ کی غذا نیت ہے۔ محافظ صحت ہے بالخصوص جو
 اس کا عادی ہو۔ جیسے اہل مدینہ وغیرہ کہ ان کی غذا کا بڑا جز کھجور ہی ہے۔ مزید برآں
 کھجور ٹھنڈے علاقوں اور گرم علاقوں کی اعلیٰ ترین غذا ہے۔ خصوصیت سے وہ ممالک
 جن کا درجہ حرارت دوسرے درجہ میں ہو ان کے لئے اس کی غذا نیت سے ٹھنڈے
 علاقوں والوں سے زیادہ نفع پہونچتا ہے۔ اس لئے کہ گرم ملک والوں کے شکم بارد
 ہوتے ہیں اور ٹھنڈے ملک والوں کے شکم گرم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حجاز یمن
 طائف اور ان جیسے علاقے جو ان کے ارد گرد ہیں۔ ان کو گرم غذاؤں سے نفع پہونچتا
 ہے جبکہ دوسروں کو اتنا نفع نہیں ہوتا۔ جیسے چھوہارا، شہد، اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ
 زنجبیل کے بجائے گزک ۳ (جو پستے بادام اور پیتا اور گاجر کی قاشوں سے بنتا ہے)

استعمال کرتے ہیں۔ ان کے مناسب پڑتا ہے۔ باوجود معدے کے بردھونے کی کوئی نقصان نہیں پہونچاتا اور حرارت کا بیرون جسم پایا جانا بالکل ایسا ہے کہ گرمیوں میں کنویں کی ظاہری سطح گرم ہوتی ہے۔ مگر پانی نہایت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور سردیوں میں اس کے برخلاف پانی گرم سطح ظاہر ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اسی طرح سردیوں میں کثیف غذاؤں کو جتنا معدہ ہضم کر لیتا ہے۔ گرمیوں میں اس درجہ کا نصح و طبع مشکل ہے۔

کھجور اہل مدینہ کے لئے دوسرے علاقوں کے لوگوں کے لئے گیہوں جیسی حیثیت رکھتی ہے۔ اور عوالی مدینہ کی کھجوران میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ سمجھی جاتی ہے کھجور دیکھنے میں سڈول کھانے میں لذیذ شیریں سے شیریں ذائقہ کی مالک ہوتی ہے۔ اس کا شمار غذا دوا اور پھل تینوں ہی میں ہوتا ہے۔ اکثر بدن انسانی کے لئے مناسب حرارت غریزی کو قوت دیتی ہے اس کے کھانے کے بعد فضلات ردیہ کی وہ مقدار نہیں پیدا ہوتی جتنی دوسری غذاؤں اور دوسرے پھلوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ جو لوگ اس کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کو تعفن اخلاط اور فساد مواد سے روکتی ہے۔

حدیث کا مخاطب مخصوص انداز کا ہے اس سے اہل مدینہ اور اس کے مضافات کے لوگ مراد ہوتے ہیں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بعض مقامات میں خصوصی طور سے بعض دواؤں سے نفع ہوتا ہے۔ جو دوسرے مقامات کے لوگوں کو نہیں پہونچتا۔ اسلئے ان علاقوں میں وہیں اگنے والی اور پائی جانے والی دواؤں سے بجد نفع ہوتا ہے اگر اسی دوا کو دوسری جگہ کاشت کیا جائے یا استعمال کیا جائے تو اس میں وہ اثر اور اتنا غیر معمولی نفع دیکھنے میں نہیں آتا اس لئے کہ زمین اور ہوا کے اثرات ہر جگہ الگ ہوتے ہیں۔ کبھی زمین بدلنے سے کبھی کبھی ہوا بدلنے سے اثر متاثر ہوتا ہے۔ کبھی دونوں کے بدلنے سے اثر میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ زمین میں بھی انسان ہی کی طرح طبائع اور خواص مختلف ہوتے ہیں بعض علاقوں میں ان نباتات کو غذا کی حیثیت حاصل

ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں وہی نباتات سم قاتل ہوتی ہے بہت سی دوائیں دوسری قوم کے لئے غذا ہوتی ہے۔ اور بہت سی قوم کے لئے جو دوائیں کسی مرض میں استعمال ہوتی ہیں وہی دوائیں کسی دوسری قوم کے لئے دوسرے امراض میں نافع ہوتی ہیں۔ بعض علاقوں کی دوائیں دوسرے علاقوں میں نافع نہیں ہوتیں۔

رہ گئی سات عدد کی بات اس کو حساب اور شریعت دونوں میں خاص مقام حاصل ہے۔ خدا نے سات آسمان بنائے سات زمین پیدا کی ہفتے کے سات دن مقرر فرمائے۔ انسان کی اپنی تخلیق سات مرحلوں میں ہوئی خدا نے اپنے گھر کا طواف اپنے بندوں کے ذمہ سات مرتبہ مشروع کیا سعی بین الصفا والمروہ بھی سات سات دفعہ مقرر کئے عیدین کی تکبیریں سات رہیں اور سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی ترعیب دلانے کا حکم دیا۔

حدیث میں ہے۔

مُرُوهُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ ۞ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

دوسری حدیث میں مذکور ہے۔

إِذَا صَارَ لِلْعَلَامِ سَبْعُ سِنِينَ ۞ جب لڑکا سات سال کا ہو گیا تو خَيْرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ ۞ اپنے والدین میں سے ایک کے لئے بنا دیا جاتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔

أَبُوهُ أَحَقُّ بِهِ مِنْ أُمِّهِ ۞ اگر مذکر ہے تو باپ سے قریب رہے اور رکھنے میں ماں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

تیسری روایت میں ہے۔

اور اس عدد کا نفع خاص اس چھوہارے کے سلسلے میں جو اس ارض مقدس کا ہو۔ اور اس علاقے کا ہو جادو اور زہر سے دفاع کرتا ہے اس کے اثرات اس کے کھانے کے بعد روک دیئے جاتے ہیں کھجور کے اس خواص کو اگر بقراط و جالینوس وغیرہ اطباء بیان کرتے تو اطباء کی جماعت آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتی اور اس پر اس طرح یقین کرتی جیسے نکلتے آفتاب پر یقین رکھتی ہے۔ حالانکہ یہ اطباء خواہ کسی درجہ کے عاقل ہوں۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ان کی رسا عقل اور انکل یا گمان ہوتا ہے۔ ہمارا پیغمبر جس کی ہر بات یقینی اور قطعی اور کھلی دلیل وحی الہی ہو اس کا قبول و تسلیم کرنا۔ تو بہر حال ان اطباء سے زیادہ حسن قبولیت کا مستحق ہے۔ نہ کہ اعتراض کا مقام ہے اور زہر کی دافع دوائیں کبھی بالکینیت اثر انداز ہوتی ہیں بعض بالخاصیتہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے بہت سے پتھر یا قوت و جواہر کو ہاتھ پر لینے لگانے ساتھ رکھنے ہی سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔

۱۔ ابو داؤد نے اس حدیث کو نمبر ۳۸۶۷ میں ابن عباس کی حدیث سے بیان کیا ہے اس کی سند قوی ہے۔

۲۔ ابو داؤد نے فی الطب حدیث نمبر ۳۸۷۵ میں بیان کیا ہے۔ جہاں باب ثمرۃ الحجۃ قائم کیا ہے۔ اس کی سند جدید ہے آپ کا یہ قول کہ ثلیجاً بن بنو امیہ سے مراد اسے پینا ہے۔ اور وحیثہ ستو جو خرما اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔ جسے مریض منہ سے پیتا ہے۔

۳۔ لاتیہما۔ سیاہ پتھر کی چٹانیں جو وادی کے دونوں جانب ہوں۔ لابتہ بروزن غابتہ۔

۴۔ بخاری نے ۴۹۳/۹ فی الاطعمہ کے باب الحجۃ میں اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۰۴۷ فی الاشربتہ میں باب فضل ثمر المدینۃ مدینہ کے پھلوں کی بڑائی کے تحت بیان کیا ہے۔

۵۔ جیسے پستہ دانے بادام اور بندق ریٹھا۔

برس کا ہو جائے تو اسے اپنے والدین کے ساتھ رہنے میں کسی ایک کو پسند کرنا ہو گا۔ اگر وہ پیدائشی طور پر احمق نہ ہو اور دونوں آپس میں اس کے لئے جھگڑ رہے ہوں۔ تو بچہ جسے ان دونوں میں سے پسند کرے گا اسی کو وہ دیا جائے گا۔ یہ فیصلہ حضرت عمر علی قاضی شریعہ کا ہے۔ اور شافعی کا مسلک بھی یہی ہے ابو حنیفہ اور مالک تکخیر کے قائل نہیں ہیں۔ ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جب بچہ خود اٹھنے بیٹھنے لگے اپنے کپڑے خود بدلے اور اپنا استنجہ خود پاک کرے تو باپ دانت نکٹنے تک اس کا زیادہ حقدار ہے اور اس کو اختیار دینا صحیح نہیں ہے۔ کہ بچے کی بات کا کیا اعتبار اسے اپنے نفع و نقصان کا علم نہیں عموماً وہ اس کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کے ساتھ کھیلے یا کھیلنے کی چھوت دے اس کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اس کی خواہشات کو پورا کرے جس سے اس میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ابھی بالغ نہیں پھر جو سات سے نیچے ہو اس کو کیا کیجئے گا۔ پھر ابو ہریرہ اور عمارہ البحری کی حدیث نقل کی۔

۸۔ بخاری نے مغازی میں باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حدیث عائشہ ۱۰۸/۸ میں نقل کیا ہے۔

۹۔ بخاری نے ۴۱۰/۲ اول استقاء میں اور ۱۶۳/۱۱ فی الدعوات میں باب الدعاء علی المشرکین کے تحت نقل کیا ہے۔ جو حدیث ابن مسعود پر مشتمل ہے۔

(۳۷) فصل

دواؤں کے ضرر و منافع میں طبیعت کی استعداد

اس کھجور کا نفع بعض اقسام سموم کے لئے ممکن ہے اس لئے اس حدیث سے عموم کے بجائے کسی خاص زہر میں نافع ہونے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے اس علاقے میں اس کا یہ نفع ہو۔ یا کوئی خاص زمین جو اس قسم کے زہروں کے دفاع کے لئے مناسب ہو۔ اس کے علاوہ ایک بات خاص طور سے قابل توجہ ہے وہ یہ کہ کسی دوا کے نفع کرنے کے لئے مریض کو اس کے نفع کا یقین اور طبیعت کا اطمینان ضروری ہے۔ اس سے بیماری کے دفاع میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ جس اعتقاد کی بنیاد پر بہت سی دوائیں نافع

ہوتی ہیں یا مریض اسے بڑھ کے لیتا ہے۔ پھر اس کا نفع مشاہدہ میں آتا ہے۔ دنیا کو
 ان عجائبات کا پوری طرح تجربہ و مشاہدہ ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو قبول کرتی ہے۔ تو
 اس سے طبیعت میں ایک طرح کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ قوت میں جان آ جاتی اور
 طبیعت مضبوط ہو جاتی ہے جس سے حرارت غریزی میں ابھار اور جوش پیدا ہو جاتا
 ہے۔ نتیجہ اذیت کے دفاع میں مدد ملتی ہے۔ مرض کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور جب اس
 کے برعکس معاملہ ہوتا ہے تو بہت سی دوائیں جو اس مرض کے لئے سودمند ہوتی ہیں۔
 محض مریض کی بد اعتقادی کی وجہ سے ان کا عمل فنا ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت بھی ابا
 کرنے لگتی ہے۔ پھر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ دور کیوں جانیے سب سے زیادہ
 شافی دوا جس سے دل اور بدن دونوں ہی کو نفع پہونچنا یقینی معاش و معاد کی خیریت
 اس پر منحصر دنیا و آخرت کی فلاح اس سے متعلق ہے۔ یعنی قرآن کریم جو ہر بیماری کے
 لئے شفاء کامل ہے۔ مگر ان لوگوں کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ جو قرآن کے شافی اور
 نافع ہونے کا یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کی بیماری میں عدم اعتقاد کی وجہ سے برابر
 اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ دلوں کی بیماری دور کرنے میں قرآن سے زیادہ کوئی نافع نہیں
 ہے۔ اس میں تو وہ تاثیر ہے کہ بیماری کا کوئی شبہ ہی باقی نہیں رہتا بلکہ عام صحت کی بھی
 حفاظت کرتا ہے جو موذی و مضر سے حفاظت و حمایت کے کام آتا ہے۔ ان ساری
 خوبیوں کے ہوتے ہوئے اکثر قلوب اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس قرآن میں شک کی
 گنجائش نہیں ان کو اس کے ساتھ اعتقاد نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ اس کو کام میں نہیں لاتے
 اور قرآن کو چھوڑ کر دوسری دواؤں کی طرف جو خود اس کے ہم جنسوں نے تیار کی ہے۔
 رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ اس بد اعتقادی سے ان کو شفاء نہیں ہوتی۔ اس پر عادت کا غلبہ
 ہو جاتا ہے۔ امراض بڑھتے جاتے ہیں اور دلوں کی بیماری راسخ اور مزمن ہو جاتی
 ہے۔ مریضوں اور طبیبوں کو اس معاملہ پر بھروسہ ہے جو خود ہم جنسوں یا ہم جنسوں کے
 شیوخ نے تجویز کئے وہ اس کو قدر و عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن

ظن رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں مصیبت بڑھتی جاتی ہے۔ بیماری میں اور زیادہ رسوخ اور پائیداری ترقی کرتی ہیں۔ امراض کے پے بہ پے حملے ہوتے ہیں جن کا علاج ان کے بس کی بات نہیں رہتی۔ اور وہ انہیں علاجوں کی طرف رجوع کر کے اور بھی نا استواری پیدا کر لیتے ہیں مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق ہوتے جاتے ہیں مگر آنکھ نہیں کھلتی۔

وَمِنَ الْعَجَائِبِ وَالْعَجَائِبُ جَمَّةٌ قُرْبُ الشِّفَاءِ وَمَا إِلَيْهِ وَصُولُ
نرالا طرز دوا ہے کہ طالبان شفاء پہنچ ہی نہیں پائے درشفاء پر ابھی
كَالْعَيْسِ فِي الْبَيْدَاءِ يَفْتُلُّهَا الظَّمَا وَالْمَاءُ فَوْقَ ظُهُورِهَا مَحْمُولُ
کہ جیسے اشتر صحرا نور در مر جائے طلب میں پانی کے پانی ہو پشت بار ابھی

(۳۸) فصل

اصلاح غذا و نوا کہہ میں آپ کی ہدایات عالیہ اور ان کے

مصلحات کا بیان سنت نبوی کی روشنی میں

صحیحین میں حدیث عبداللہ بن جعفر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔

فرمایا کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا آپ کھجور لکڑی کے
ساتھ استعمال فرماتے۔

بِالْقَنَاءِ ☆ ا

کھجور دوسرے درجہ میں حار و رطب ہے۔ بروقت معدہ کو ختم کر کے اسے قوی کرتی ہے معدہ کی طبیعت کے مناسب ہے۔ باہ کو قوی کرتی ہے۔ مگر سرج العفونت ہے پیاس لاتی ہے۔ خون میں تلچٹ پیدا کرتی ہے۔ دوسرے پیدا کرتی ہے۔ مولد سده ہے درد مثانہ پیدا کرتی ہے دانتوں کے لئے ضرر رساں ہے ورقاء (لکڑی) دوسرے درجہ

سے سنا کی اصلاح کی جاتی ہے۔ جس سے اس میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا کا درود و سلام اس ذات گرامی پر جس کی نبوت کا منشاء دل اور بدن کی تعمیر اور دنیا و آخرت کی اصلاح تھی۔

۱۔ بخاری نے ۴۸۸/۹ کتاب الاطعمہ میں باب انشاء بالمرطب کھجور کے ساتھ گکڑی کے استعمال میں بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۰۴۳ میں فی الاثریہ کے باب اکل انشاء بالمرطب کھجور گکڑی کے ساتھ کھانے کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ المیسنج فارسی لفظ ہے مراد جو شانہ انگور یا رب انگور ہے۔

(۳۹) فصیل

حفظان صحت کے نبوی اصول پر ہیز کے طریقے اور منافع

علاج حقیقت میں دو چیزوں پر عمل کرنے کا نام ہے ایک پر ہیز دوسرے حفظان صحت جب کبھی صحت کے گڑبڑ ہونے کا اندازہ ہو تو مناسب استقراغ سے کام لیا جائے الغرض طب کا مدار انہیں تین قواعد پر ہے۔ پر ہیز دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ ایسا پر ہیز جس سے بیماری پاس نہ پھٹکے۔

۲۔ ایسا پر ہیز جس سے مزید اضافہ بیماری میں نہ ہو۔ بلکہ مرض جس حال میں ہے کم از کم اسی جگہ رہ جائے۔

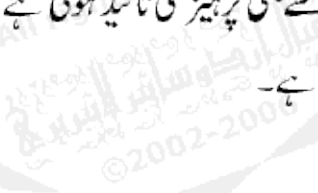
پہلے پر ہیز کا تعلق تندرستوں سے اور دوسرے کا مریضوں سے ہے اس لئے کہ جب مریض پر ہیز کرتا ہے تو اس کی بیماری بجائے بڑھنے کے رک جاتی ہے۔ اور قوتوں کو اس کے دفاع کا موقع ملتا ہے۔ پر ہیز کے سلسلے میں اصل قرآن کی یہ آیت ہے۔

وَأِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ☆ (نساء ۲۳)

تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے واپس ہو یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔

مانندہ-۶)

یہاں مریض کو پانی سے پرہیز کی ہدایت ہے اس لئے کہ مریض کو اس سے ضرر کا اندیشہ ہے۔ حدیث سے بھی پرہیز کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ام المندر بنت قیس انصاریہ کی حدیث میں ہے۔



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ
 عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ نَاقَةٌ مِنْ مَرَضٍ
 وَلَنَادُوا لَيْسَى مُعَلَّقَةً فَقَامَ
 رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ
 يَأْكُلُ مِنْهَا فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
 لِعَلِيٍّ إِنَّكَ نَاقَةٌ حَتَّى كَفَّ
 قَالَتْ وَصَنَعْتُ شَعِيرًا وَسَلَقًا
 فَجِئْتُ بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مِنْ
 هَذَا أَصَبَ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ لَكَ
 وَفِي لَفْظٍ فَقَالَ مِنْ هَذَا
 فَأَصَبَ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ ☆

صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں
 تشریف لائے آپ کے ہمراہ
 حضرت علیؓ بھی تھے۔ جو بیماری کی
 وجہ سے کمزور و ناتواں تھے
 ہمارے یہاں کھجور کے خوشے
 لٹکے ہوئے تھے جناب نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس
 کے کھانے میں مشغول ہو گئے اور
 حضرت علیؓ بھی اس سے چبن کر
 کھانے لگے اس پر پیغمبر خدا علیہ
 الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علیؓ کو
 مخاطب کر کے فرمایا اے علی تم
 بہت ناتواں ہو یہاں تک کہ
 حضرت علیؓ نے کھانے سے ہاتھ
 کھینچ لیا۔ راویہ بیان کرتی ہیں کہ
 میں نے جو اور چقندر کے آمیز
 سے آش تیار کیا تھا اسے آپ
 کے پاس لائی رسول اللہؐ نے
 حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اسے لویہ
 تمہارے لئے بہت نفع بخش
 ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ مذکور
 ہے کہ اس میں لگ جاؤ کیونکہ یہ
 تمہارے زیادہ مناسب ہے۔

سنن ابن ماجہ میں بھی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

قَالَ قَدِمْتُ عَلَى نَبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ
خُبْزٌ وَتَمْرٌ فَقَالَ أَذِنَ فِكُلْ
فَأَخَذْتُ تَمْرًا فَأَكَلْتُ فَقَالَ
أَتَا كُلُّ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ؟
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَفْعُ مِنَ
النَّاحِيَةِ الْآخِرَى فَتَبَسَّمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ☆ ۲

انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
آپ کے آگے روٹی اور کھجور رکھی
ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا
کہ قریب آ جاؤ اور کھاؤ میں نے
ایک کھجور اٹھائی اور کھانے لگا۔
آپ نے فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے
ہو۔ جب کہ تم کو آشوب چشم
ہے۔ میں نے عرض کیا اے
رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں دوسری جانب سے کھا رہا
ہوں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مسکرا پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک محفوظ حدیث میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا أَحَمَّهُ
مِنَ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِي أَحَدُ
كُفْمَ مَرِيضَةٍ عَنِ الطَّعَامِ
وَالشَّرَابِ وَفِي لَفْظٍ إِنَّ اللَّهَ
يَحْمِي عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ مِنَ
الدُّنْيَا ☆ ۳

جب خدا کسی سے محبت کرتا ہے۔
تو اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے۔
جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے
مریض کو کھانے پینے سے بچاتا
ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو
دنیا سے محفوظ رکھتا ہے۔

اور یہ حدیث جو زبان زد عوام ہے کہ پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو جسم بیماری کا خوگر ہو۔ اس کی عادت کی رعایت کرو یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حارث بن کلدہ کا کلام ہے۔ جو عرب کا بہت بڑا طبیب تھا۔ اس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے محدثین کا یہی قول ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے۔

أَنَّ الْمِعْدَةَ حَوْضُ الْبَدَنِ وَ
الْعُرْوُوقُ إِلَيْهَا وَارَادَةُ فَإِذَا
صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتْ
الْعُرْوُوقُ بِالصَّحَّةِ وَإِذَا
سَقَمَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتْ
الْعُرْوُوقُ بِالسَّيِّئِ ☆ ۴

معدہ بدن کا حوض ہے۔ جس سے
بدن کی تمام رگیں لگی ہوتی ہیں۔
جب معدہ صحیح ہوتا ہے تو رگیں
صحت کے ساتھ رطوبت لے کر
چلتی ہیں۔ اور جب معدہ نا
درست ہو تو رگیں رطوبت مریضہ

لے کر بدن میں چلتی ہے۔

حارث بن کلدہ کا قول ہے کہ سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اطباء کے نزدیک پرہیز کا مطلب یہ ہے کہ تندرست کو ضرر سے بچانا ایسا ہی ہے جیسے مریض اور ناتواں و کمزور کے لئے مضر چیز کا استعمال کرنا مرض کے سبب سے جو شخص کمزور و ناتواں ہو گیا ہو۔ اسے پرہیز سے بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی طبیعت مرض کے بعد ابھی پوری طرح سنبھل نہیں پاتی اور قوت ہاضمہ بھی ابھی کمزور ہی ہوتی ہے۔ نیز طبیعت میں قبولیت و صلاحیت ہوتی ہے اور اعضاء ہر چیز لینے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ اس لئے مضر چیزیں استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مرض کو دوبارہ دعوت دی جائے یہ مرض کی ابتدائی صورت سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کے خوشوں سے لے کر کھجور کھانے سے اس لئے منع فرمایا کہ آپ مرض سے اٹھے تھے لہذا آپ کا روکنا

اور پرہیز کرنا اعلیٰ درجہ کی تدبیر تھی۔ اس لئے کہ دوا لی تازہ کھجور کے ان خوشوں کو کہتے ہیں جو گھروں میں کھانے کے لئے لٹکائے جاتے ہیں۔ جیسے انگور کے خوشے لٹکائے جاتے ہیں۔ اور پھل ایسے کمزور شخص کے لئے جو مرض سے ابھی اٹھا ہو۔ سرعت استحال اور ضعف طبیعت کی وجہ سے مضر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ثقاہت کی وجہ سے کسی غذا کا جواز قسم پھل ہو جلد ہی استحالہ ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت ضعف کی وجہ سے اس کا دفاع نہیں کر پاتی اس لئے کہ اسے ابھی پہلے جیسی قوت حاصل نہیں ہوئی۔ دوسرے بیماری کے اثرات مٹانے میں ابھی وہ مشغول ہے۔ اور بدن سے پوری طرح اس کا ازالہ کرنے میں مشغول ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تازہ کھجور میں ایک قسم کی کثافت ہوتی ہے۔ جو معدہ پر گراں ہوتی ہے اس لئے کھجور کھانے کے بعد معدہ اس کی درستگی اور طبیعت اس کی اصلاح میں لگ جاتی ہے جبکہ طبیعت کو ابھی مرض کے آثار مٹانے کا پورے طور پر موقعہ نہیں ملا ہے۔ ایسی صورت میں یہ باقی کام یا تو ادھورا رہ جاتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جو نئی آتش جو چقدر آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ یہ ناتواں و کمزور کے لئے بہترین غذا بھی ہے۔ کیونکہ آتش جو میں تبرید کیساتھ غذائیت بھی ہوتی ہے۔ اور تلطیف و تلین کی قوت بھی ہوتی ہے طبیعت کو جو کمزور ناتواں کے لئے بہت ضروری چیز ہے خصوصاً غذا ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے ایسے اخلاط بھی رونما نہیں ہوتے جس سے صحت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔

زید بن اسلم نے بیان کیا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مریض کو پرہیز کرایا یہاں تک کہ یہ مریض پرہیز کی سختی کی وجہ سے کھجور کی گٹھلیاں چوستا تھا۔ کھانا اس کے لئے بالکل ممنوع تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ پرہیز بیماری سے پہلے سے بہتر اور کارگر نسخہ ہے جس سے آدمی بیمار ہی نہیں ہونے پاتا مگر بیمار ہو جانے پر پرہیز سے نفع یہ ہوتا ہے کہ مرض میں زیادتی

اور اس کے پھیلنے پر قدغن لگ جاتی ہے۔ اور مرض بڑھنے نہیں پاتا۔

۱۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۲ میں ترمذی نے ۲۰۳۸ میں ابوداؤد نے ۳۸۵۶ میں امام احمد

نے ۳۶۴/۲ کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۳ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے۔ بوصیری نے

”زوائد“ ۲/۲۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ

ہیں۔

۳۔ اس حدیث میں یحییٰ باطبی نامی ایک راوی ضعیف ہیں مجمع الزوائد ۱۸۶۵۔

۴۔ اس حدیث میں یحییٰ باطبی نامی ایک راوی ضعیف ہیں مجمع الزوائد ۱۸۶۵۔

(۴۰) فصل

طبیعت کی رغبت کے مطابق غذا کا استعمال

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ بہت سی چیزیں اور بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ مریض تو مریض، کمزور و ناتواں اور صحت مند کو اس سے بچانا چاہئے۔ جب مریض کی خواہش اس کی جانب غیر معمولی ہو۔ اور طبیعت اس کی طرف پوری طرح راغب ہو ایسی صورت میں اس چیز کا معمولی استعمال کرنا مضر نہیں ہے۔ جو طبیعت اور ہضم پر گراں نہ ہو۔ بلکہ مواقع پر اس طرح کی چیز کے استعمال سے نفع ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ طبیعت اور معدہ دونوں ہی اسے پسند کرتے ہیں۔ اور اس غذا کو رغبت قبول کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جس ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح کرتے ہیں اس کے استعمال سے اس وجہ نفع پہنچتا ہے۔ جیسے کسی ایسی چیز سے پہنچتا ہے۔ جس کو طبیعت ناپسند کرتی ہو۔ اور اس کو قبول نہ کرتی ہو۔ پھر بھی اس کا استعمال کر لیا جائے تو اس سے غیر معمولی ضرر پہنچتا ہے کیونکہ اس غذا سے دوا کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ یا متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک تو طبیعت کی نفرت اور دوسرے اس کے

استعمال کے بعد طبیعت کا اس کے ہضم کی فکر میں لگ جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوا کی طرف سے طبیعت کا رخ ہٹ کر اس کھانے کے ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیبؓ کو جو کہ آشوب چشم میں مبتلا تھے کھجور کے چند دانے استعمال کرنے پر سرزنش نہیں فرمائی اس لئے کہ آپ کا خیال تھا کہ رغبت ہوتے ہوئے۔ چند دانوں سے ضرر نہ ہوگا۔ اسی قبیل سے وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ آپ کے پاس آئے اور وہ آشوب زدہ تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کھجور کے دانے چنے ہوئے تھے۔ جسے آپ تناول فرما رہے تھے آپ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ کیا جی چاہتا ہے۔ اور ایک دانہ کھجور کا ان کی طرف بڑھایا۔ پھر اسی طرح سات دانے عنایت کئے اور فرمایا۔ بس علی بس اسی قسم کی وہ بھی روایت ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عکرمہ سے نقل کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا تَشْتَهِي؟ فَقَالَ أَشْتَهِي خُبْزَ بُرٍّ وَفِي لَفْظٍ أَشْتَهِي كَعْكًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بُرٍّ فَلْيَبْعْهُ إِلَى أَخِيهِ ثُمَّ قَالَ إِذَا أَشْتَهَى مَرِيضٌ أَحَدَكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ ☆۱

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی تیمارداری فرمائی اس موقع پر آپ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کو جی چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ گیہوں کی روٹی یا دوسرے لفظوں میں کہا کیک۔ آپ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کے یہاں گیہوں کی روٹی موجود ہو۔ وہ اس کو دے دے۔ پھر فرمایا کہ جب تمہارے مریض کو کسی چیز کی رغبت ہو تو اسے کھلا دیا کرو۔

اس حدیث میں ایک لطیف حکمت مضمر ہے کہ مریض کو جب کسی چیز کے کھانے کی پوری رغبت ہو اور وہ اسے حقیقی طبعی بھوک کے ساتھ کھالے تو بالفرض اس میں نقصان کا کوئی اندیشہ بھی ہو گا تو وہ اس کے لئے نفع بخش ہوگی اور اس کا ضرر اس چیز کے بہ نسبت کمتر ہوگا۔ جتنا کہ غیر مرغوب چیز کے کھانے سے ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر مرغوب چیز فی نفسہ اس مریض کے لئے نافع ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کی سچی خواہش اور طبعی رغبت اس کا ضرر دور کر دیتی ہے اور طبیعت کی نفرت اور کراہت نافع چیز کو بھی مریض کے حق میں نقصان دہ بنا دیتی ہے۔ الغرض لذیذ و پسندیدہ چیز کو طبیعت بڑی رغبت سے قبول کرتی ہے۔ اور اس کے ہضم کا اچھے انداز میں نظم کرتی ہے۔ بالخصوص جبکہ طبیعت راغب ہو۔ اور نفس کو پوری خواہش ہو اور وہ اسے استعمال کرے اور اگر

مریض صحیح و تندرست ہو اور اس کی قوت پوری طرح کام کر رہی ہو تو اس کی منفعت اور بھی سوا ہو جاتی ہے۔

۱۔ ان ماجہ نے ۱۴۲۹ جنائز کے باب ماجاء فی عبادۃ المویض میں اس کو نقل کیا ہے۔
 اور ۳۴۴۰ میں حدیث ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی
 صفوان بن ہبیرہ ہے۔ جو لین الحدیث ہے۔ جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہے۔

(۴۱) فصل

سکون و آرام حرکات اور آشوب افزا چیزوں سے پرہیز کے ذریعہ آشوب چشم کا علاج نبوی

اس سے پہلے گذر چکا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صہب کو
 چھوہارے کا پرہیز بتایا اور اس کے کھانے سے ان کو روکا جبکہ ان کو آشوب کا مرض تھا۔
 اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تازہ کھجور کے استعمال سے منع فرمایا اس لئے کہ آپ
 آشوب چشم میں مبتلا تھے۔

اور ابو داؤد نے اپنی کتاب ”طب نبوی“ میں لکھا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے
 اگر کسی کو آشوب چشم ہوتا تو جب تک اس سے شفا نہ ہو جاتی آپ ان سے مباشرت نہ
 فرماتے۔

رد (آشوب چشم) آنکھ کے طبقہ ملتئمہ کا ورم حار ہے۔ یہ طبقہ وہ سفید حصہ ہوتا ہے
 جو ہمیں کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آنکھ کی جانب اخلاط اربعہ
 میں سے کسی کی ریش یا حار ریا ح بدن اور سر میں کیت کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔
 جس کا ایک حصہ آنکھ کی طرف رخ کرتا ہے۔ یا دھوپ سے آنکھ متاثر ہو جاتی ہے۔
 جس سے طبیعت خون اور روح کی وافر مقدار آنکھ کو مہیا کرتی ہے۔ طبیعت اس ارسال
 کثیر سے آنکھ کو آفتاب کی لپٹ سے بچانا چاہتی ہے۔ جس سے آنکھ کے کناروں پر

ورم آ جاتا ہے اس لئے کہ دھوپ کی لپٹ سے عضو ماؤف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس اس کے خلاف چاہتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح زمین سے دو قسم کا بخار اٹھ کر فضا کی جانب جاتے ہیں۔ ایک حار یا بس دوسرا حار رطب تو یہ دونوں بخارات نہ بہتہ بدلی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کو آسمان نظر نہیں آتا قعر معدہ سے بھی اسی قسم کے بخارات اوپر کی طرف اٹھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر طبیعت میں قوت ہے۔ اور ان کو خیا شیم کی جانب پھینک دیتی ہے۔ تو زکام ہو جاتا ہے۔ تو خناق ہو جاتا ہے۔ اور اگر پہلو کو روانہ کرتی ہو تو شوصہ کی بیماری ہوتی ہے۔ اور اگر سینے کی طرف آتی ہے۔ تو نزلہ ہو جاتا ہے تو آشوب چشم ہوتا ہے۔ اور اگر جوت کی طرف چل پڑی تو سیلان الرحم اور دماغ کے مجاری کی طرف رخ ہو تو نسیان ہو جاتا ہے۔ اور اگر دماغ اس سے تر ہو جائیں اور اس کے عروق اس کی وجہ سے سیراب ہو جائیں تو سخت نیند کا غلبہ طاری ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نیند رطوبت سے ہوتی ہے اور خشکی سے شب بیداری ہوتی ہے اور اگر بخارات سر سے نکلنا چاہیں۔ اور ایسا نہ ہو سکے تو پھر درد سر پیدا ہوتا ہے۔ جس سے مریض کو نیند نہیں آتی اور اگر سر کے کسی جناب وارد ہو جائے تو پھر آدھ سیسی ہو جاتی ہے۔ اور اگر سر کے بالائی حصہ اور نیچے سے اس کا تاثر ہو تو بیضہ کی بیماری ہوتی ہے۔ اگر دماغ کا پردہ اس سے ٹھنڈا پڑ جائے یا گرم یا تر ہو جائے۔ اور ریاح جوش مارنے لگے تو چھینک آنے لگتی ہے۔ اور اگر رطوبت بلغمی میں ہیجان ہو جائے کہ حرارت غریزی اس سے مغلوب ہو جائے تو بے ہوشی اور سکتہ طاری ہوتا ہے۔ اور سوداء میں جوش آ جائے جس سے دماغ کی فضا تاریک ہو جائے تو اس سے وسواس کی بیماری ہوتی ہے۔ اور اگر اعصاب کی مجاری کی طرف اس کا رخ ہو جائے تو طبعی مرگی ہوگی۔

اور اگر عقود و جذور ماجری دماغ میں اس کی ریزش ہو تو فالج ہو جاتا ہے۔ اور اگر

بخارات صفراء سے پیدا ہو۔ جس سے دماغ گرم ہو جائے تو برسام ۱ ہوتا ہے۔ اور اگر سینہ بھی اس میں شریک ہو تو سرسام ۲ کہلاتا ہے۔ غرض اس بخار کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس سے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر یہ معدہ ہی کی عنایت ہے۔

حاصل یہ کہ اخلاط جسم انسانی خواہ اس کا کوئی حصہ بدن سے متعلق ہو یا سر سے آشوب چشم کے وقت جوش میں ہوتے ہیں اور جماع سے اس کا جوش اور اس کی حرکت اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے کہ جماع میں جسم انسانی روح اور طبیعت تینوں ہی حرکت میں ہوتے ہیں۔ بدن میں ہمیشہ حرکت ہونے کی وجہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کی تحریکات حصول و تکمیل لذت کے لئے غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اور نفس و بدن کی تحریکات کے باعث روح میں بھی حرکت آ جاتی ہے۔ اور طبیعت کی حرارت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ منی کی اس خاص مقدار کو رحم تک پہنچانے میں مشغول ہونا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اس کے بغیر تکمیل نطفہ ممکن نہیں۔

اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جماع ایک تحریک کلی عمومی ہے۔ جس میں انسان کا جسم اس کی ساری قوتیں طبیعت اخلاط غرض سبھی چیزیں حرکت میں آ جاتی ہیں حتی کہ روح و نفس بھی متحرک ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر حرکت سے اخلاط میں جوش آتا ہے۔ تو وہ رقیق ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں کی وجہ سے ان کا کمزور اعضاء کی طرف ریزش کرنا نہایت درجہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور آنکھ کی لطافت و ضعف آشوب کے وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے ایسے موقع پر جماع سے بڑی حد تک نقصان و ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔

بقراط نے اپنی کتاب ”الفصول“ میں تحریر کیا ہے کہ کشتی میں سفر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرکت سے بدن میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ گویہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ آشوب چشم جہاں بیماری ہے۔ وہیں بہت سے منافع بھی اس بیماری کے ساتھ انسانی

جسم کو حاصل ہوتے ہیں۔ آشوب سے آنکھ کا استسراغ اس کی آلائشوں کی صفائی۔ سر اور جسم انسانی میں پیدا ہونے والے فضولات و گندگیوں سے تحقیق ہو جاتا ہے۔ اور غصہ رنج و غم، شدید قسم کی دشواریاں حرکات اور مشقت طلب کاموں سے نفس اور جسم کو پہونچنے والے نقصان اور اذیت کا مدارک و تلافی آشوب چشم سے ہو جاتا ہے۔ سلف کے آثار میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آشوب چشم سے گھبراؤ نہیں کیونکہ اس سے روشنی زائل کرنے والی رگیں منقطع ہو جاتی ہیں۔

اس کا بہترین طریقہ علاج اس بیماری کے بعد مکمل راحت و سکون ہی ہے اسی طرح آنکھ ملنے اور پونچنے سے بھی گریز کرنا ضروری ہے۔ اس کے برخلاف کرنے سے مادہ کا انصباب تیزی سے ہونے لگتا ہے۔ بعض اسلاف نے بڑی چھیتی بات کہی ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا حال آنکھ کی طرح ہے۔ آنکھ کا علاج اسے چھونے اور پونچنے سے بچنا ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ آشوب چشم کا علاج آنکھ میں ٹھنڈا پانی پکانا ہے۔ اطباء نے رمد حار کی بہترین دوا ٹھنڈا پانی لکھا ہے۔ اس لئے کہ پانی ایک سرد دوا ہے۔ جس سے آشوب چشم کی حرارت دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر تم وہ کرتی جسے پیغمبر خدا نے کیا تو تمہارے لئے بہتر ہوتا اور تم آنکھ کی بیماری سے شفا یاب بھی ہو جاتی اپنی آنکھ میں پانی کی چھینٹ دیتی اور یہ دعا پڑھتی۔

أَذْهَبِ الْبَأْسَ رَبِّ النَّاسِ اے لوگوں کے رب! تو تکلیف
وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ ختم کر دے اور مجھے شفا عطا کر تو
إِلَّا شِفَاءَكَ شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا
سَقَمًا ☆ ۳ کے سوا کوئی شفا نہیں جو کسی بیماری

کو نہیں چھوڑتی۔

ہم نے اس سے پہلے کئی بار یہ بات دہرائی ہے کہ یہ علاج خاص ممالک و منطقہ کے لئے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ در چشم کی بعض مخصوص صورتوں میں یہ علاج شافی و کافی ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے جزوی علاج کو کلی عمومی نہ سمجھا جائے۔ اور نہ کسی کلی عام کو جزئی خاص تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اس انداز سے غلطی کے وقوع کا اندیشہ ہے اور جو صورت بھی سامنے آئے گی۔ وہ کچھ درست ثابت نہ ہوگی۔

- ۱۔ برسام۔ جگر اور قلب کے درمیان پائے جانے والے حجاب میں التهاب کو کہتے ہیں۔
- ۲۔ سرسام۔ دماغ کی جھلیوں میں ورم ہوتا ہے۔ جس سے بخار اور اختلاط ذہن پیدا ہوتا ہے۔ اسے سرسام کہتے ہیں۔
- ۳۔ ابو داؤد نے ۳۸۸۳ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۳۰ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(۴۲) فصل

طب نبوی میں خدر کا علاج نبوی جس سے بدن اکڑ جاتا ہے

”غریب الحدیث“ میں ایک حدیث مذکور ہے جسے ابو عبید نے ابو عثمان نحدی سے روایت کیا ایک جماعت کا گزر ایک درخت سے ہوا انہوں نے اس کا پھل کھالیا۔ کھانے کے بعد ان پر ہوا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا جسم اکڑ گیا اس میں حس و حرکت نہ رہی۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔

توجہ دینے اور ان کی قدر کرنے کی کہاں فرصت کہ ان پر غور و فکر کر کے ان پر عمل کریں۔

(۴۳) فصل

مکھی پڑی ہوئی غذا کی اصلاح اور مختلف قسم کے زہر کے ضرر کو دفع کرنے کی بابت ہدایات نبوی

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ إِنْسَاءِ أَحَدِكُمْ فَأَمْقُلُوْهُ فَإِنَّ فِيْ أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْآخَرِ شِفَاءٌ ☆ ۱

جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے لیا کرو اس لئے کہ اس کے دونوں بازوؤں میں سے ایک میں بیماری

اور دوسرے میں شفاء ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

أَحَدُ جَنَاحَيْ الذُّبَابِ سَمٌ وَالْآخَرُ شِفَاءٌ فَإِذَا وَقَعَ فِي الطَّعَامِ فَأَمْقُلُوْهُ فَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السَّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ ☆ ۲

مکھی کے ایک بازو میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہے۔ جب کبھی کھانے میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے دو اس لئے کہ وہ زہر کے بازو کو آگے اور شفا والے بازو کو موخر کرتی ہے۔

بازو کو موخر کرتی ہے۔

اس حدیث میں دو مباحث ہیں ایک فقہی دوسرے طبی۔

فقہی تو یوں سمجھئے کہ اس سے کھلے طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مکھی پانی یا کسی سیال چیز میں گر کر مر جائے تو اس سے وہ چیز نجس نہیں ہوتی۔ یہی جمہور علماء کا قول

ہے۔ اس سے پہلے کے لوگوں نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوڑبو نے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ کبھی پانی یا سیال چیز میں گرنے کے بعد زندہ نہیں رہتی بلکہ مر جاتی ہے۔ خصوصاً جب کھانا بہت گرم ہو۔ بالفرض اگر اس سے کھانا نجس ہو جاتا تو آپ کھانے کے خراب ہونے کا حکم فرماتے مگر آپ نے اس کے بجائے کھانے کی اصلاح کا حکم دیا۔ پھر اسی حکم کے تحت وہ ساری چیزیں آگئی جن میں سیال مادے خون وغیرہ نہ ہو جیسے شہد کی مکھی، بھر، مکڑی وغیرہ اس لئے کہ حکم علت کے عام ہونے کی وجہ سے عام ہوتا ہے۔ اور سبب کے ناپید ہونے کے باعث حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ نجاست کا سبب کسی جاندار چیز میں اس کی موت کے بعد وہ خون ساکل ہوتا ہے جو موت کے بعد بدن میں رکاوٹ جاتا ہے۔ جن جانداروں میں سیال خون نہ ہو علت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ حکم بھی باقی نہیں رہتا۔

پھر اس سے ان لوگوں کی بات میں جو مردار کی ہڈی کو نجس نہیں مانتے، کسی قدر جان آ جاتی ہے۔ کہ جب یہ بات ایسے جاندار میں جن میں رطوب فضلات موجود ہوتے ہیں۔ اور ان کی ساخت میں نرم ریشے اور عضلات شامل ہوتے ہیں۔ ان کی موت سے نجاست پیدا نہیں ہوتی۔ تو پھر ہڈی میں جو فضولات و رطوبات سے خالی اور دور ہے۔ اور ان میں احتقان دم بھی نہیں تو پھر ایسی چیز میں جن میں ان سب چیزوں کے نہ ہوتے ہوئے قوت بھی موجود ہو تو ہڈی کا نجس نہ ہونا قابل تسلیم ہے۔

سب سے پہلے اس حقیقت تک جو پہونچا اور دم ساکل نہ ہونے کی بات کی وہ ابراہیم خنمی ہیں۔ اور انہیں سے دوسرے فقہاء نے استفادہ کیا اور نفس لغت میں خون کو کہتے ہیں چنانچہ عربی میں نفست المراء اسی سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب عورت کو خون حیض آنے لگے۔ یہ نون کے فتح کے ساتھ ہے۔ اور نون کے ضمہ کے ساتھ نفست اس وقت بولتے ہیں جب عورت بچہ جنے۔

طبی حیثیت سے تو ابو عبید نے کہا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مکھی کو غوطہ دونا کہ شفا کا جز جو دوسرے بازو میں ہے۔ وہ مصلح کے طور پر کھانے میں آجائے اور بیماری وزہر کا حصہ نکل جانے یا شفاء کا حصہ مل جانے سے اس کی قوت ختم ہو جائے۔ چنانچہ عربی میں محاورہ ہے۔ ہما۔ تما قلان جب دو شخص ایک دوسرے کو پانی میں غوطہ دیں۔

اطباء نے مکھی میں زہریلی قوت کو تسلیم کیا ہے۔ جس کے ہونے کا ثبوت ورم اور سوزش ہے۔ جو اس کے ڈسنے کے بعد جسم انسانی میں پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس کے بازو ہتھیار ہیں۔ اس کے ڈبوں سے تکلیف دہ چیز گر جاتی ہے۔ تو دوسرے بازو سے اذیت دینے والی چیز کا بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھی کو پورے طور پر غوطہ دینے کا حکم فرمایا۔ تاکہ زہریلے مادہ کو مادہ تریاق سے دور کیا جاسکے اور اس طرح نقصان کا دفاع کیا جاسکے۔ یہی وہ طریقہ علاج نبوی ہے۔ جہاں تک بڑے سے بڑے طبیب کی نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ یہ روشنی تو صرف مشعل نبوت ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بڑے سے بڑا طبیب بھی اس طریقہ علاج کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی تاثیر کا اعتراف کرتا ہے۔ اور یہ کہ بغیر اس کو نجات نہیں کہ اس طریقہ علاج کو پیش کرنے والا انسانیت میں سب سے برتر ہے۔ اور آپ کا علاج وحی الہی کے ذریعہ آپ تک آیا ہے۔ قوائے بشریہ سے بالکل خارج اور ماوراء ہے۔

اطباء کی ایک بڑی جماعت نے اسی طریقہ علاج کے متعلق لکھا ہے کہ بھڑ اور بچھو کے ڈنگ کی جگہ پر مکھی کا رگڑنا نہایت درجہ مفید ہے۔ اس سے ڈنگ کی سوزش سے سکون ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سکون اسی مادہ کی وجہ سے ہے۔ جس کے شفاء ہونے کی خبر آپ نے دی ہے۔ اسی طرح گورنجی کے ورم پر جو آنکھ میں پیدا ہوتی ہے۔ مکھی کا سر اڑا کر اسے ملا جائے تو وہ ورم جاتا رہتا ہے۔

۱۔ بخاری نے ۲۱۳/۱۰ الطب میں مکھی برتن میں پڑ جانے کے باب کے تحت اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے ۳۸۴۴ فی الطب میں کھانے میں مکھی گر پڑنے کے باب کے تحت اسے نقل کیا اور ابن ماجہ نے ۳۵۵ فی الطب میں برتن میں مکھ کے گرنے کے باب کے ذیل میں اسے بیان کیا امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اس کی تخریج نہیں کی جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۵۰۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۴۴) فصل

طب نبوی میں گرمی دانوں کا علاج

ابن سنی نے اپنی کتاب میں بعض ازواج مطہرات سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ فِي أَصْبَعِي بَثْرَةٌ فَقَالَ عِنْدَكَ صَبْرَةٌ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ ضَعِيهَا عَلَيْهَا وَقُولِي االلَّهُمَّ مُصْغِرَ الْكَبِيرِ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيرِ وَصَغِّرْ مَا بِي ☆۱

انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اس وقت میری انگلی میں دانہ نکلا ہوا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس چرانتہ ہے؟ میں نے کہا ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا اسے اس پر لگاؤ اور یہ کہو اے بڑے کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا بنانے والے خدا مجھے جو چیز پیش آئی ہے۔ اسے چھوٹا کر دے۔

ایک ہندوستانی دوا ہے جو جڑ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ معدہ جگر کے ورم اور استسقاء کے لئے نافع ہے۔ اور اس کی خوشبو کی وجہ سے دل کو تقویت پہونچاتی ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ طَيِّبَتْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فَمِنْ
حَجَّةِ الْوُدَاعِ لِلْجِلِّ
وَالْإِخْرَامِ ☆ ۲۰

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
حجۃ الوداع کے موقع پر احرام
باندھنے اور کھولنے کے وقت
اپنے ہاتھ سے چوبی خوشبو لگائی۔

بڑھ

چھوٹا، معمولی، پھوڑا پھنسی جو مادہ حارہ کی وجہ سے جسم میں دافع طبیعت کے قوی ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں دافع کے زور سے پھنسی نکلنے والی ہوتی ہے۔ وہاں کی جلد رقیق ہو جاتی ہے۔ اب نضح اور اخراج مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چرانتہ سے یہ عمل بڑی جلدی تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ چرانتہ میں خوشبو کے ساتھ انضاج و اخراج مادہ کی بھی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ مزید برآں اس میں اس سوزش کو بھی ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جو اس مادہ میں موجود ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے صاحب ”قانون“ ابوعلی سینا اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ آگ سے جلنے کے بعد جو چیز سب سے زیادہ مفید ہوتی ہے وہ چرانتہ ہے۔ جسے روغن گل اور سرکہ میں آمیز کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابن سنی نے (۶۴۰) ص ۲۳۷ میں اس کی تخریج کی ہے ان کو اس کی سند میں وہم ہوا ہے۔ اسے احمد نے ۵/۳۷۰ میں حدیث روح جسے ابن جریج نے عمرو بن عمارۃ بن ابوحسن سے حدیث نقل کی انہوں نے مریم بنت ایاس بن یکیر صحابی رسولؐ سے انہوں نے بعض ازواج مطہرات سے حدیث بیان کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”امالی الاذکار“ میں ابن علان سے ۴/۴۹ میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ جن کی تخریج نسائی نے ”ایوم واللیلۃ“ میں کی ہے۔ اور حاکم نے نقل کیا۔ اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ اس کی راوی احمد سے اخیر تک سوائے مریم بنت ایاس بن یکیر کے صحیحین کے راوی ہیں مریم بنت ایاس صحابی رسولؐ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کے والد اور چچا کبھی کبار صحابہ میں سے تھے۔ اور ان کے بھائی محمد کی روایت بھی مصدق ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۱۰/۳۱۳ فی اللباس باب الذریرہ کے تحت اور امام مسلم نے ۱۱۸۹ فی الحج باب الطیب عند الاحرام کے ذیل میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور احمد نے ۶/۲۴۴۲۰۰ میں اس کی تخریج کی ہے۔

(۴۵) فصل

طب نبوی میں ورم اور ان بڑے پھوڑوں کا علاج جو محتاج

آپریشن ہوں“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یادداشت ہے۔

إِنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَلَى رَجُلٍ يُعَوِّدُهُ بِظَهْرِهِ وَرَمَّ
 فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ بِهِدْمِ
 مِدَّةً قَالَ بُطُوا عَنْهُ. قَالَ عَلِيٌّ
 فَمَا بَرَحْتُ حَتَّى بُطْتُ
 وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 شَاهِدٌ ☆

آپ نے بیان کیا کہ میں پیغمبر خدا
 علیہ السلام کے ساتھ ایک شخص کی
 عیادت کرنے کے لئے گیا۔ بیمار
 کی پشت پر ورم تھا۔ لوگوں نے
 دریافت کیا کہ اے پیغمبر خدا اس
 کے پیپ ہو گیا ہے۔ آپ نے
 فرمایا کہ اس کا آپریشن کر دو۔
 حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں
 آپریشن کرا رہا تھا۔ اور پیغمبر علیہ
 السلام اس کا ملاحظہ فرما رہے
 تھے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَمَرَ طَبِيبًا أَنْ يُبْطَّ بَطْنُ
 رَجُلٍ أَجْوَى الْبُطْنِ فَقِيلَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَنْفَعُ الطَّبُّ
 قَالَ الْبَدِيءُ أَنْزَلَ الدَّاءَ أَنْزَلَ
 الشِّفَاءَ فِيمَا شَاءَ ☆

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس بڑے
 پیٹ والے مریض کا پیٹ شق کر
 دو آپ سے پوچھا گیا اے رسول
 خدا! اس کو بھی دوا فائدہ کرے گی!
 آپ نے فرمایا کہ جس خدا نے
 بیماری اتاری اسی نے شفا بھی
 نازل کی جہاں خدا نے نفع
 پہنچانا چاہا نفع دے دیا۔

دوسری حدیث میں آپ نے ایک طبیب کو آپریشن کر کے استسقاء کے مریض کے شکم سے فاسد مادہ نکالنے کا حکم دیا۔

حدیث میں اجوی البطن کا لفظ ہے جس کا ایک معنی بدبو دار پانی جو پیٹ میں جمع ہو کر استسقاء پیدا کرتا ہے۔

اطبا استسقاء کے مادہ کو بذریعہ آپریشن نکالنے میں مختلف ہیں۔ ان کی ایک جماعت نے آپریشن کرنے سے روکا ہے۔ اس لئے کہ اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک دوسری جماعت نے اسے جائز اور درست سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا علاج ان کے سامنے نہیں اور یہ صورت ان کے نزدیک استسقاء زقی کی ہے اس میں یہ شکل اختیار کرنی چاہئے اس سے پہلے ہم استسقاء کی تین قسمیں بیان کر چکے ہیں۔

طَبَلِی

جس میں شکم پھول جاتا ہے۔ اس میں ریاحی مادہ موجود ہوتا ہے۔ اس کو ٹھوکنے پر اس سے طبلہ جیسی آواز ہوتی ہے۔

لُحْمِی

جس میں تمام جسم کا گوشت مادہ بلغم کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس بلغمی مادہ میں خون کے اجزاء میں بھی موجود ہوتے ہیں یہ استسقاء کی بدترین شکل ہے۔

زَقِی

وہ ہے جس میں شکم کے زیریں حصہ میں روی مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ اس میں اس طرح کی آواز حرکت کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ اکثر اطباء ان تینوں صورتوں میں سے سب سے بدتر صورت اسے کہتے ہیں۔ لیکن ایک جماعت لُحْمِی کو بدترین قرار دیتی ہے۔ استسقاء زقی کے منجملہ علاجوں میں سے ایک علاج آپریشن کرنا ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا روی اور فاسد مادہ نکالنا فصد کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فصد کے ذریعہ فاسد

دم کو خارج کیا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں خطرہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے بزل یعنی آپریشن کرنے کے ذریعہ مائیت و رطوبت فاسدہ کے نکالنے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۔ ابو یعلیٰ نے اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابو ریح سمان ضعیف ہے،
 جمعی الروائد ۵/۹۹۔

۲۔ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے یہ خراج کی ایک دقیق تعریف ہے اور ان احتمالات کی طرف واضح اشارہ ہے۔ جن کے ذریعہ جسم کو ہم اذیت سے بچا سکتے ہیں۔ خراج اس التہاب کو کہتے ہیں جو جسم کے کسی حصہ میں پیپ کے اندرونی جانب پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا سب سے عمدہ طریقہ علاج آپریشن ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا منہ کھول دیا جاتا ہے تاکہ ریم وغیرہ اس سے نکل کر باہر آ جائے۔

(۴۶) فُصْل

طب نبوی میں دلوں کی تقویت اور شگفتہ باتوں کے ذریعہ

مریضوں کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى
 الْمَرِيضِ فَنَفْسُوا لَهُ فِي
 الْأَجْلِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ
 شَيْئًا وَهُوَ يُطَيِّبُ نَفْسَ
 الْمَرِيضِ ☆
 ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ
 انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
 کسی مریض کے پاس تم جاؤ تو
 فوراً اس کے سامنے خوش کن
 باتیں کرو کہ اس سے کچھ بھی نہ
 ہو۔ مگر پھر بھی اس سے مریض کی
 ڈھارس بندھتی ہے۔ اسے بھلا لگتا

ہے۔

اس حدیث میں ایک عمدہ طریقہ علاج بیان کیا گیا ہے۔ کہ تیماردار مریض کے پاس پہنچ کر اس سے خوش کن باتیں کرے جس سے اس کی طبیعت قوی اور مضبوط ہو اور قوت کو نشاط ملے اور حرارت غریزی جوش میں آئے اس سے بیماری کے دفاع میں بہت مدد ملتی ہے۔ یا مرض اس سے کسی قدر ہلکا ہوتا ہے۔ جو طبیعت کا عین مقصد ہوتا ہے۔

مریض کے دل کو خوش کرنا اور اس کو تقویت دینا اور اس میں ایسی چیزیں جمانا جس سے اسے مسرت و فرحت حاصل ہو یہ چیزیں بیماری کو جڑ سے ختم کرنے یا اس کو ہلکا کرنے میں ایک زبردست تاثیر رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں سے روح اور اعضا دونوں ہی میں جان آ جاتی ہے۔ جس سے طبیعت تکلیف دہ چیز کو روکنے اور ختم کرنے میں مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دوستوں کی عیادت سے مریض میں جان پیدا ہوتی ہے۔ اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا دیکھنا ان کی عنایات ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش کن گفتگو بڑی ہی زبردست فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس سے مریض کی تیمارداری کا نفع سامنے آ گیا۔ اس لئے کہ مریض

کی عیادت میں چار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ صرف مریض سے متعلق ہے۔ اور دوسرا عیادت کرنے والوں سے اور تیسرا فائدہ مریض کے متعلقین سے اور چوتھا فائدہ کا تعلق عامۃ الناس سے ہوتا ہے۔

آپ کی ہدایت کا ذکر پہلے ہو چکا کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس سے تکلیف دریافت کرتے اور فرماتے کہ اب کیا حال ہے۔ اور کیا کچھ کھانے کی رغبت ہے۔ یا اس کی دوسری خواہشات معلوم کرتے اپنا دست مبارک کبھی اس کی پیشانی پر اور کبھی اس کے سینے پر رکھتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس کے لئے ایسی چیز تجویز فرماتے جو اس کے لئے نافع ہوتی کبھی آپ وضو فرماتے اور بچا ہو اپنی مریض پر چھڑکتے کبھی مریض کی تسلی یوں فرماتے۔

لَا بَأْسَ طُهُورٌ إِنِّشَاءَ اللّٰهُ ☆ کچھ حرج نہیں بیماری سے پوری طرح پاکی ہو جائے گی انشاء

اللہ۔

آپ کی کمال عنایت حسن معالجہ اور خوبی تدبیر نہ پوچھئے۔

- ۱۔ ابن ماجہ نے ۱۴۳۸ فی الجنائز باب ماجاء فی عیادة الریض کے تحت اس کو نقل ”گذشتہ سے پیوستہ“ کیا ہے۔ اور ترمذی نے ۶۰۸۷ میں ذکر کیا اس کی سند میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تمیمی ایک راوی ہے۔ جو منکر الحدیث ہے۔
- ۲۔ امام بخاری نے ۱۰۳/۱۰ میں ابن عباس کی حدیث کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

(۴۷) فصل

غیر مادی وغیر مرغوب دواؤں، غذاؤں کے بہ نسبت مادی و

مرغوب دواؤں اور غذاؤں کے ذریعہ علاج

یہ اصول علاج میں سب سے بڑا اور اہم اصول ہے۔ اور علاج میں بہت زیادہ نفع بخش بھی ہے۔ اگر کسی طبیب نے اس کو نظر انداز کر دیا تو مریض کو اس سے نقصان ہو گا۔ اس لئے کہ وہ اسے اپنی فہم کے مطابق نافع سمجھتا ہے۔ طب کی کتابوں میں لکھی ہوئی دواؤں سے بے اعتنائی صرف ایک جاہل طبیب ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ دواؤں اور غذاؤں کا بدن میں نافذ ہونا اور ان کا قبول کرنا دوا اور ابدان کی استعداد و قبول پر منحصر ہے۔ دیہات کے باشندوں، خانہ بدوشوں وغیرہ کو شربت نیلوفر، تازہ گلاب اور جو شانہ سے نفع نہیں ہوتا۔ ان کی طبیعت میں ندان کا اثر ہوتا ہے اور نہ رغبت ہوتی ہے۔ بلکہ شہر کے باشندوں اور متمدن لوگوں کی عام دوائیں ان پر کچھ بھی کارگر نہیں ہوتیں۔ تجربہ اس کا شاہد ہے ہم نے علاج نبوی کا جو حصہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس پر اگر آپ نے غور و فکر کیا تو آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ آپ کے علاج میں مریض کے عادات اور آب و ہوا کی خصوصی رعایت ہوتی تھی۔ یہی وہ اہم ترین اصل ہے۔ جس کی طرف تمام اصول علاج میں سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ تمام بڑے بڑے اطباء نے تصریح کی ہے حتیٰ کہ عربوں کا طبیب اعظم حارث بن کلدہ نے بھی تصریح کی ہے۔ حارث کی حیثیت عربوں میں بقراط جیسی ہے۔ اس نے کہا کہ پرہیز و احتیاط سب سے بڑی دوا ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو بدن جس بات کا عادی ہو اس کی عادت کے مطابق اسے دوا دو اور دوسرے لفظوں میں اس کی ایک روایت ہے۔ پیٹ کو ذرا بھوکا رکھو کیونکہ بھوک سب سے بڑی دوا ہے۔ اگر کثرت امتلاء ہیجان اخلاط اور حدت اخلاط نہ ہو تو استفراغ سے بھی زیادہ کارآمد علاج آرام ہی ہے۔

تشریح معدہ

معدہ بیماری کا گھر ہے معدہ ایک عصبانی عضو ہے۔ جو اندر سے کدو کی طرح

کھوکھلا ہوتا ہے۔ اور شکل بھی کدو ہی کی طرح ہوتی ہے۔ معدہ تین طبقات سے مرکب ہے۔ اس کے کنارے باریک عصبانی ریشوں سے جنھیں لیف کہتے ہیں۔ لپٹے ہوتے ہیں۔ ان ریشوں میں گوشت لپٹا ہوتا ہے۔ ایک طبقہ کے ریشے طولانی ہوتے ہیں۔ اور دوسرے کے افقی اور تیسرے کے مورب (ترچھے) ہوتے ہیں۔ یہ روئیں (Villi) شکم کے درمیان حصہ تک پائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کا رخ دائیں جانب ہوتا ہے۔ اس میں معمولی جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ خدا نے اپنی حکمت بالغہ کے مظاہرے کے طور پر اسے پیدا فرمایا یہ بیماری کا گھر ہے۔ اور ہضم اول کا مقام بھی یہیں غذا پکتی ہے اور یہیں سے جگر اور آنتوں کی جانب چلتی ہے۔ اور جن چیزوں کے ہضم سے معدہ کی قوت ہاضمہ بیکار رہ جاتی ہے۔ وہ فضلات کی صورت میں باقی رہ جاتے ہیں۔ ہاضمہ کا کام نہ کبھی تو غذا کی زیادتی کبھی اس کی خرابی اور کبھی استعمال میں بے ترتیبی اور کبھی ان تمام چیزوں کے ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے بعض سے انسان عموماً نجات نہیں پاتا معدہ اس صورت میں بیماری کا گھر بن جاتا ہے۔ گویا معدہ خود آپ کو تقلیل غذا اور دل کو خواہشات سے روکنے اور فضلات سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔

رہ گئی عادت تو اس کا درجہ انسانی طبیعت کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ عادت طبیعت ثانی ہے۔ بدن پر اس کا بڑا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی چیز اگر مختلف بدنوں اور متعدد عادتوں کے معیار پر جانچی جائے تو ان کی نسبت مختلف ثابت ہوگی۔ اگرچہ یہ ابدان دوسری حیثیتوں سے مختلف ہوں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ تین بدن جن میں سے ہر ایک کا مزاج حار ہو۔ اور تینوں کی عمر جوان ہو۔ ان میں سے ایک گرم چیزوں کے کھانے کی عادت رکھتا ہے۔ دوسرا ٹھنڈی چیزوں کے استعمال کو عادت بنالیتا ہے۔ اور تیسرا درمیانے درجہ کی چیزیں استعمال کرتا ہے۔ تو پہلا شخص اگر شہد کھاتا ہے تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور دوسرا اگر شہد کھالے تو اسے ضرر پہونچے

گا۔ اور تیسرے کو اس کے استعمال سے معمولی نقصان ہو گا۔ اس لئے عادت کو بیماریوں کے علاج حفظانِ صحت میں کلیدی درجہ حاصل ہے۔ اسی چیز کے پیش نظر علاجِ نبوی میں عادت کے مطابق غذا اور دوا کے استعمال کی ہدایت موجود ہے۔

(۴۸) فصل

مریض کو عادی غذاؤں میں سے زود ہضم غذا دینے کی

ہدایاتِ نبوی

صحیحین میں حدیثِ عروہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

وَأَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا وَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَى أَهْلِهِنَّ أَمَرْتُ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطَبَخْتُ وَصَنَعْتُ ثَرِيدًا ثُمَّ صَبَبْتُ التَّلْبِينََةَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَتْ كُلُّوا مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّلْبِينَةُ مَجْمَعَةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ

جب آپ کے گھر کا کوئی مرتا تو عورتیں پردے میں آتیں پھر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہو جاتیں تو آپ حریرہ کی ہانڈی چڑھاتیں۔ جو پک کر تیار ہوتی پھر ٹرید بنتی اس ٹرید پر یہ بھوسی دودھ حریرہ ڈالا جاتا پھر آپ فرماتیں اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حریرہ مریض کے لئے مفرحِ قلب ہے۔ اور رنج و غم کو ختم کر دیتا ہے۔

الْحُزَنِ ☆ ا

اور سنن میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَيْكُمْ
 بِالْبَغِضِ النَّافِعِ التَّلْبِينِ"
 قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِذَا اشْتَكَى أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِهِ لَمْ
 تَزَلِ الْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ حَتَّى
 يَنْتَهِيَ أَحَدُ طَرَفَيْهِ يَعْنِي يَبْرَأُ
 أَوْ يَمُوتُ ☆ ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
 بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا تم نفع بخش دودھ
 بھوسی حریرہ کے چند تچے استعمال
 کرو۔ اس لئے کہ پیغمبر خدا کے گھر
 کا کوئی فرد جب بیمار ہوتا تو حریرہ
 کی ہانڈی آگ پر چڑھی رہتی
 جب تک کہ دو رخوں میں سے
 ایک رخ کھل کر سامنے نہ آ جاتا
 یعنی موت یا صحت۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قِيلَ لَهُ أَنَّ
 فَلَانًا وَجَعَ لَا يَطْعُمُ الطَّعَامَ
 قَالَ عَلَيْكُمْ بِالتَّلْبِينَةِ فَحُسُوهُ
 أَيَّهَا وَيَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي
 بِيَدِهِ إِنَّهَا تَغْسِلُ بَطْنَ
 أَحَدِكُمْ كَمَا تَغْسِلُ أَحَدًا
 كُنَّ وَجْهَهَا مِنَ الْوَسْخِ ☆ ۳
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 جب ذکر کیا جاتا ہے کہ فلاں
 بتلائے درد ہے کھانا نہیں کھاتا تو
 آپ فرماتے کہ اسے بھوسی دودھ
 کا حریرہ استعمال کراؤ چنانچہ یہ
 حریرہ مریض کو دیا جاتا۔ آپ نے
 فرمایا قسم اس ذات کی جس کے
 قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔
 یہ حریرہ تمہارے شکم کو اس طرح
 صاف شفاف کر دیتا ہے جیسے کوئی
 عورت اپنا چہرہ گرد و غبار سے
 صاف کر کے نکھار لیتی ہے۔

تلبین

حریرہ کی ایک قسم ہے۔ جو دودھ اور شہد کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے اسی وجہ سے
 اسے تلبینہ کہتے ہیں۔ ہروی نے لکھا ہے کہ تلبینہ کے نام رکھنے کی وجہ اس حریرہ کی
 سفیدی اور رقت ہے۔ یہ غذا بیمار کے لئے از حد مفید ہے۔ یہ رقیق پکی ہوتی ہے۔
 گاڑھی نا پختہ نہیں ہوتی اگر تم حریرہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو تو ماء الشعیر (جو کاپانی)
 کی خوبی کو سامنے رکھو اس لئے کہ عربوں کے لئے یہ حریرہ ماء الشعیر کے قائم مقام
 ہے۔ کیونکہ ماء الشعیر ایک ایسا حریرہ ہے۔ جو جو مسلم کے آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ ماء
 الشعیر اور تلبینہ میں فرق یہ ہے۔ کہ ماء الشعیر میں جو مسلم پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ میں
 جو کاپانی پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ ماء الشعیر سے زیادہ مفید ہے۔ اس لئے کہ پینے کی وجہ
 سے جو کی خاصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ دوا اور غذا

کے پوری طرح اثر کرنے میں عادات کو بہت بڑا دخل ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ماء الشعیر بنانے میں جو کو مسلم کی بجائے پیس کرا استعمال کرتے ہیں۔ اور اس سے بھر پور غذا بیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اثر بھی زیادہ سے زیادہ نیز جلاء کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ اور شہری معالجین اس کو مسلم استعمال کراتے ہیں۔ تاکہ اس سے تیار ہونے والا حریرہ رقیق اور زود ہضم ہو۔ اور اس سے مریض کی طبیعت پر گرانی نہ ہو۔ اور یہ شہریوں کی نازک مزاجی کے مطابق و مناسب ہوتی ہے۔ اور پسے ہوئے جو کا ماء الشعیر ان کی طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ الغرض ماء الشعیر مسلم جو کا پکایا ہوا سر بعل النفوذ ہوتا ہے۔ اور کھلے طور پر آنتوں کی صفائی کرتا ہے۔ زود ہضم ہوتا ہے۔ اور اگر گرم استعمال کیا جائے تو اس کا جلاء اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ اور غیر معمولی اثر دکھاتا ہے۔ اس سے حرارت غریزی میں بھی غیر معمولی نمو ہوتا ہے۔ معدہ کی سطح کو بھی پوری طرح متاثر کرتا ہے۔

آپ کا یہ قول ”نجمۃ افواد المریض“ دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ میم اور جیم کے فتح کے ساتھ اور میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ لیکن پہلی لغت زیادہ مشہور ہے۔ جس کے معنی مریض کے لئے آرام دہ یعنی وہ مریض کے دل کے لئے فرحت بخش ہے۔ یہ اجسام سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آرام و سکون کے ہیں۔ آپ کا قول ”نَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ“ یہ اللہ تعالیٰ ہی بخوبی جانتا ہے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ غم و حزن سے مزاج اور روح میں ترمید پیدا ہوتی ہے۔ اور حرارت غریزی کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ حرارت غریزی کی دوش بردار روح قلب کی جانب سے مائل ہوتی ہے۔ جو روح کا منشا و مولد ہے۔ اور یہ حریرہ حرارت غریزہ کے مادہ میں اضافہ کر کے اس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس طرح سے غم و حزن کے اکثر اسباب و عوارض کو زائل کر دیتا ہے۔

بعضوں نے ایک بات اور لکھی ہے جو کسی قدر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس سے رنج و غم دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں مفرح ادویہ جیسی خصوصیات بھی موجود

ہیں۔ چنانچہ بہت سی دوائیں بالخاصیہ مفرح ہوتی ہیں۔ ”واللہ اعلم“
یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مغموم شخص کے قوی اس کے اعضاء پر خشکی غالب ہونے
کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کے معدہ میں غذا کی کمی کی وجہ سے خصوصیت کے
ساتھ بیس طاری ہوتی ہے۔ اور اس حریرہ سے اس میں تری، تقویٰ اور تغذیہ سبھی
چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور دل کے مریض پر بھی اس کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی
دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض کے معدہ میں خلط مراری یا بلغمی یا خلط صدیدی جمع ہو جاتی
ہے۔ اس حریرہ سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے اس کی آلائش دور ہو جاتی ہے۔ اس کے
اندر پائے جانے والے فضلات زیریں جانب آ جاتے ہیں۔ اور اس میں مائیت پیدا
ہو جاتی ہے۔ اس کی کیفیات میں تعدیل ہوتی ہے۔ جو اس کی حدت کو ختم کر دیتی
ہے۔ اس طرح مریض کو سکون ملتا ہے۔ بالخصوص ایسا مریض جسے جو کی روٹی کھانے
کی عادت ہو اور اہل مدینہ کی یہ عادت دور قدیم سے ہی یہی رہی ہے۔ بلکہ ان کی تمام
اقسام غذا میں سب سے زیادہ عام یہی چیز تھی گیہوں کی روٹی انھیں پسند ضرورتھی مگر اس
کا حصول مشکل ہونے کی وجہ سے اس کا رواج کم تھا۔

۱۔ امام بخاری نے ۴۷۹/۹ فی الاطعمہ باب التلبیۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ اور
امام مسلم نے ۲۲۱۶ فی السلام میں حریرہ مریض کے لئے مفرح قلب ہے۔ کے
باب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۶ میں احمد نے ۴۴۲/۲ میں حاکم نے ۲۰۵/۴ میں اس کو ذکر کیا
”گذشتہ سے پیوستہ“ ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

۳۔ احمد نے ۷۹/۶ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

(۴۹) فصل

خیبر میں یہود کے دیئے ہوئے زہر آلود کھانے کا طریقہ علاج نبوی

عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبدالرحمن بن کعب

بن مالک سے حدیث روایت کی ہے۔

أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مُصَلِّيَةً
بَخِيرَ فَقَالَ مَا هَذِهِ قَالَتْ هَدِيَّةٌ وَحَدَرْتُ أَنْ تَقُولَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَلَا يَأْكُلُ
مِنْهَا فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلَ الصَّحَابَةُ ثُمَّ قَالَ أُمْسِكُوا
ثُمَّ قَالَ لِلْمَرْأَةِ هَلْ سَمِعْتِ هَذِهِ الشَّاةُ قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ بِهَذَا قَالَ هَذَا
الْعَظْمُ لِسَاقِهَا وَهُوَ فِي يَدِي قَالَتْ لَعَمْرُكَ قَالَ لِمَ قَالَتْ أَرَدْتُ أَنْ كُنْتُ
كَاذِبًا أَنْ يَسْتَرْيَحَ مِنْكَ النَّاسُ وَإِنْ كُنْتُ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ قَالَ
فَاخْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ عَلَى الْكَاهِلِ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ
أَنْ يَخْتَجِمُوا فَاخْتَجَمُوا فَمَاتَ بَعْضُهُمْ ☆

کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنی
ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس
نے جواب دیا کہ ہدیہ ہے۔ صدقہ نہیں کیا کہ صدقہ آپ کھاتے نہیں۔ چنانچہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھایا۔ اور آپ کے صحابہؓ نے بھی کھایا آپ نے کھاتے وقت
ہی صحابہ کرامؓ سے کہا کہ روکو پھر عورت سے پوچھا کہ اس بکری کے گوشت میں تو نے
زہر ملایا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے۔ آپ نے
فرمایا اس ساق کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے اقرار کر لیا آپ نے اس
سے پوچھا کہ اچھا کیوں تم نے کیا اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر آپ اپنی نبوت
میں جھوٹے ہوں گے تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچ بچ نبی
ہوں گے تو آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا صحابی نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے
شانہ پر تین مرتبہ پچھنا لگوا یا اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیا چنانچہ ان لوگوں نے
بھی پچھنا لگوا یا مگر ان میں سے کچھ لوگ چل بسے۔

یہ روایت ایک دوسرے طریقہ سے یوں مروی ہے۔

وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةَ وَهُوَ مَوْلَى لَبْنَى بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ وَبَقِيَ بَعْدَ ذَلِكَ ثَلَاثَ سِنِينَ حَتَّى كَانَ وَجَعُهُ الَّذِي تُوَفِّي فِيهِ فَقَالَ مَا زِلْتُ أَجِدُ مِنَ الْأُكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ مِنَ الشَّاةِ يَوْمَ خَيْبَرَ حَتَّى كَانَ هَذَا أَوْ أَمَّا انْقِطَاعُ الْأَبْهَرِ مِنِّي فَتُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِيدًا قَالَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ☆ ۲

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شانے پر پچھنا لگوایا اس جان لیوا زہر آلود کھانے کی وجہ سے جس کو آپ نے بکری کے گوشت سے کھایا تھا۔ آپ کو ابو ہند نے سیگی اور چھری سے پچھنا لگایا جو انصار کے قبیلہ بنو بناضہ کا ایک مولی تھا آپ زہر خورانی کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اسی کے درد ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیبر کے دن بکری کے زہر آلود گوشت کا اثر میں ہمیشہ محسوس کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میری رگ جان کے کٹنے کے وقت بھی یہ تھا۔ چنانچہ آپ کی وفات شہید کی طرح ہوئی یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے۔

زہر کا علاج مختلف قسم کے استسفرغ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور کبھی ان دواؤں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ جو اس زہر کے اثرات کے معارض ہوتی ہیں۔ اور ان کو ختم کر دیتی ہیں یا تو ان کا عمل کیفیات سے ہوتا ہے یا خصوصیات سے ہوتا ہے جو دوا نہ پاسکے اسے استسفرغ کلی ۳ ہی سے کام لینا چاہئے۔ اس استسفرغ میں عمدہ طریقہ استسفرغ حجامت ہے۔ بالخصوص پچھنا ان لوگوں کے لیے نافع ہے۔ جو گرم ممالک کے باشندے ہوں۔ اور اتفاق سے موسم بھی گرم ہو۔ اس لئے کہ زہر کی ساری توانائی خون میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور خون کے بدن کے عروق و مجاری کے ذریعہ اس زہریلے مادہ کو قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ

خون ہی زہر کو پورے طور پر قلب اور اعضاء تک پہنچانے والا ہے۔ اس لئے اگر اس زہر آلود خون کی طرف فوراً توجہ دے کر اسے باہر نکال دیا جائے۔ تو زہر کے اثرات بھی اس خون کے ساتھ نکل جائیں گے۔ جو خون میں آمیز ہوں گے، اگر مکمل طور سے خون میں استفرغ کر دیا جائے تو پھر زہر کا اثر نہ رہے گا بلکہ یا تو اس کا اثر بالکل ختم ہو جائے گا۔ یا اس کا اثر اتنا ہلکا ہو جائے گا کہ طبیعت اس پر قابو پا سکے گی۔ اور اس طرح سے اس کے اثر کو بالکل ختم کر دے گی۔ یا کم از کم اسے کمزور تو کر ہی دے گی۔

آپ نے جب بھی پچھنے لگوائے شانے پر ہی لگوائے اس لئے کہ یہ ان مقامات میں سے سب سے قریب ہے جن کا تعلق براہ راست دل سے ہوتا ہے اس سے زہر بلا مادہ خون کے ساتھ نکل جاتا ہے، مگر پورے طور پر نہیں اس کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے۔ گو کہ وہ کمزور ہو گیا ہو کیونکہ باری تعالیٰ آپ کے تمام مراتب فضل و کمال کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ اور آپ کو شہادت کی فضیلت سے بھی نوازا چاہتا تھا۔ اس لئے اس زہر کے پوشیدہ اثرات بلا خرمایاں ہو کر رہے۔ تاکہ خدا کی قضا و قدر کا منشا پور اہو کر رہے اور خدا کے اس قول کا راز آپ کے دشمن یہود پر بالکل عیاں ہو جائے۔

اَوْ كَلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ اَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ
وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ ☆ (بقرہ۔ ۸۷)

جب پیغمبر کوئی ایسی چیز پیش کرتے جو تمہاری خواہشات کے خلاف ہوتی تو تم اکڑ دکھلاتے ہو اور تمہاری ایک ٹولی نے نبیوں کی تکذیب کی اور ایک گروہ ان کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

اس آیت میں کَذَّبْتُمْ فعل ماضی لایا جو ان سے سرزد اور متحقق ہو چکا اور تَقْتُلُوْنَ کا لفظ لایا اس لئے کہ مستقبل میں اس کی توقع کی جا رہی ہے۔ اور اس کا انتظار کیا جاتا رہا ہے۔

۱۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث ”مصنف“ میں ۱۹۸۱۴ میں مذکور ہے۔
 امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ۱۹۵/۶، ۲۰۸/۱۰ میں حدیث ابو ہریرہ کے
 تخریج کی ہے۔ جس میں یوں مذکور ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ جب خیر فتح ہوا تو
 رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ میں پیش کی گئی جس میں
 زہر کی آمیزش تھی آپ نے فرمایا یہاں جتنے یہود موجود ہیں۔ سب کو بلا لو چنانچہ وہ
 سب بلائے گئے اور اسی میں ہے کہ پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تم
 لوگوں سے کچھ پوچھوں تو کہا تم لوگ اسے سچ مچ بتا دو گے؟ انہوں نے جواب دیا
 کہ ضرور ہم بتائیں گے۔ آپ نے دریافت کیا کہ ہم لوگوں نے اس بکری میں
 زہر ملایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تم کو اس
 کی کیوں ضرورت پڑی تھی۔ سب نے بیان کیا کہ ہم نے چاہا کہ اگر آپ اپنے
 دعوے نبوت میں جھوٹے ہوں گے تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر
 آپ سچ مچ نبی ہیں تو آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ دارمی ۱۳۰۳۲/۱
 ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ فتح الباری ۹۹/۸ میں حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے اس حدیث کو
 ”مغازی“ میں زہری سے روایت کیا ہے مگر یہ مرسل ہے اور امام بخاری نے
 ۹۹/۸ میں علیاً تخریج کی ہے۔ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَرِيدٍ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ
 قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ
 لَطْعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْرٍ فَهَذَا أَوْ أَنْ انْقَطَعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ
 السَّمَ - یعنی سند کے ملاحظہ کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام اپنے مرض الموت میں فرما رہے تھے اے عائشہؓ میں اس زہر
 آلود کھانے کے اثرات جسے میں نے خیر میں کھا لیا تھا۔ آج تک محسوس کرتا
 ہوں۔ اس وقت تو اس زہر کی وجہ سے میری رگ جان ہی کٹ رہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس حدیث کو بز ارحام اور اسماعیلی نے عتبہ بن خالد عن یونس کے طریق سے اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے ۱۸/۶ میں حدیث زہری کو عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن امہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ ام مبشر اس درد کے وقت جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا آپ کے پاس داخل ہوئیں۔ اور آپ سے کہا کہ اے رسول خدا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کو کیا شبہ گذرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی شبہ نہیں صرف اسی زہر آلود کھانے کا اثر ہے۔ جسے میں تمہارے ساتھ خیبر میں کھالیا تھا۔ اسی ضرر سے ان کا لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ شبہ نہیں ہے۔ اب تو میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اس کو عبد الرزاق نے ۱۹۸۱۵ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ام مبشر کے طریق سے روایت کیا اور حاکم نے ۲۱۹/۳ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ ام منشر کی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

۳۔ غذائی سمیت کا اثر ہو یا کسی زہریلی دوائی: ان کی اہم ترین اعراض میں سے بار بار قے کا آنا ہے۔ اور اس کا سب سے بہتر طریقہ علاج یہ ہے کہ معدہ کو زہریلے مادہ سے صاف کیا جائے۔ اور پاخانہ لایا جائے اس طریقہ سے کہ نیم گرم پانی جس میں نمک آمیز ہو پلایا جائے اور اس سے قے کرائی جائے اور یہ عمل بار بار کیا جائے تا آنکہ پانی اصلی حالت میں جیسا اس کو پلایا گیا تھا قے سے خارج ہو اس طرح معدہ زہریلے مادہ سے بالکل خالی اور صاف ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد ایک مسہل دوا دی جائے۔ تاکہ جو زہریلا مادہ آنسوؤں اور قہاۃ مبرز میں پھنس کر رہ گیا ہو وہ بھی ان مقامات سے نکل جائے۔ اور زہر کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

(۵۰) فصل

یہودیہ کے اس جادو کا طریقہ علاج نبوی جو آپ پر کیا گیا تھا

ایک جماعت نے اس کا انکار کیا اور یہ کہہ بیٹھے کہ پیغمبر خدا کے مسح ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے خیال میں پیغمبرؐ پر جادو کا اثر ہونا عیب اور نقص ہے۔ حالانکہ ان کے خیال کے مطابق بات نہیں ہے اس لئے کہ آپ کو امراض اور اسقام سے بھی سابقہ پڑنا تھا، اور یہ بھی ایک مرض ہی ہے۔ اور چونکہ آپ بشر ہی تھے۔ اس لئے آپ پر جادو کا اثر نہ ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب آپ پر زہر کا اثر ہو سکتا ہے۔ تو پھر جادو کا اثر نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور یہ بات صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہو چکی ہے۔

أَنَّهَا قَالَتْ سَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِنْ كَانَ لِيُخِيلَ إِلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَنِي نِسَائُهُ وَلَمْ يَأْتِهِنَّ وَذَلِكَ أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ ☆

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ مباشر ہوئے حالانکہ آپ ان کے ساتھ ہم بستر نہ ہوتے یہ جادو کا شدید ترین اثر تھا۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جادو ایک بیماری ہے۔ اور اس کا تعلق ان بیماریوں سے ہے۔ جس میں آپ کا مبتلا ہونا قابل تعجب نہیں۔ جس طرح دوسری بیماریاں آپ کو ہوتی تھیں ویسے ہی جادو بھی آپ پر اثر کرتا تھا۔ اس سے مرتبہ نبوت میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا، اور آپ کا یہ خیال کرنا کہ آپ نے یہ کام کیا۔ حالانکہ آپ سے وہ عمل سرزد نہ ہوتا تھا اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ آپ کی خبر نبوت کی صداقت میں بھی کسی طرح کی آمیزش ممکن ہے۔ کیونکہ اس کی صداقت پر واضح دلائل شاہد ہیں۔ اور آپ کی عصمت پر اجماع امت موجود ہے۔ یہ صورت سحر تو آپ کے دنیاوی معاملات میں پیش آتی جس کے لئے آپ کی بعثت نہ تھی۔ اور نہ آپ کی برتری ان دنیاوی معاملات پر مبنی تھی۔ دنیاوی معاملات میں تو دوسرے انسانوں کی طرح آپ پر

بھی افتاد آتی جاتی تھی پھر اگر دنیاوی معاملات آپ کو ایسی صورت میں پیش کرنے کی جو حقیقت ہے۔ اس کے برعکس آپ کا سوچنا اور خیال کرنا کچھ بعید نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی آپ پر حقیقت آئینہ ہو جاتی تھی۔

الغرض یہاں علاج سحر کی بابت آپ کا طریقہ علاج کا ذکر کرنا ہے۔ جسے آپ نے خود کیا یا دوسروں کو اس کی ہدایت فرمائی۔ اس سلسلے میں دو طرح کی روایتیں آپ سے بیان کی گئی ہیں۔

پہلی صورت جو سب سے بہتر ہے وہ یہ کہ مادہ سحر کو نکال دیا جائے اور اس کے اثر کو زائل کر دیا جائے۔

جیسا کہ صحیح روایت میں منقول ہے کہ اس بارے میں آپ نے باری تعالیٰ سے دریافت فرمایا تو خدا نے اس کے مقام اور اداۃ کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ ایک کنویں سے نکالی گئی یہ سحر ایک کنگھی چند بالوں اور کھجور کے کھوکھلے خوشوں پر ۲ کیا گیا تھا۔ جب اسے کنویں سے نکال دیا گیا تو آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ آپ بندش ۳ سے آزادی محسوس کرنے لگے کسی مسحور کا علاج اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جادو کی بنیاد ہی ختم کر دی جائے۔ یہ طریقہ علاج اس طریقہ کے مماثل ہے جس میں بذریعہ استفراغ مادہ خبیثہ کو جسم سے بالکل ختم کر دیا جائے۔

دوسری صورت وہ جس میں سحر کے اس مقام کا استفراغ کیا جاتا ہے۔ جہاں سحر کی تکلیف کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جادو کا طبیعت پر اثر انداز ہونا ایک حقیقت ہے۔ جادو سے طبیعت پر ایک اثر ہوتا ہے۔ اور اس کے اخلاط میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور مریض کا مزاج متخل ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب کسی عضو میں سحر کی اثر نمایاں ہو تو اس عضو سے ردی مادہ استفراغ ممکن ہو جاتا ہے۔ اور اس سے غیر معمولی فائدہ پہنچتا ہے۔

ابوعبید نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں اپنی سند سے عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ کے واسطے سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ عَلَى رَأْسِهِ بِقَرْنٍ حِينَ طُبَّ ۚ
 قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ مَعْنَى طُبَّ أَيْ سُحِرَ ☆

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکلیاں کھنچوائیں۔ جب کہ آپ پر جادو کیا گیا۔ ابو عبیدہ نے طب کا معنی بیان کیا یعنی سحر کیا گیا۔

اس طریقہ علاج پر کم عقلوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ حجامت اور جادو ان دونوں یعنی مرض اور دوا میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اگر اس طریقہ علاج کو بقراط اور بوعلی سینا نے بیان کیا ہوتا تو یہ اسے فوراً قبول کر کے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے حالانکہ یہ اس عظیم المرتبت کا بتایا ہوا طریقہ علاج ہے۔ جس کی دانائی اور فضل میں کوئی دورائے نہیں۔

آپ اس پر غور کیجئے کہ اس سحر کے مادہ سے پیغمبر خدا کو جو نقصان پہنچا تھا۔ وہ صرف آپ کے دماغ کی ہی ایک قوت کو پہنچا تھا۔ بایں طور کہ آپ جو کام نہ کرتے تھے اس کے کرنے کا گمان ہوتا تھا۔ گویا ساحر نے آپ کی طبیعت اور مادہ دمیہ میں تصرف کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مادہ کا غلبہ آپ کے طعن مقدم پر ہو گیا۔ جو مقام تخیل ہے۔ اور اس غلبہ کی بنا پر آپ کی طبیعت اصلیہ کا مزاج بدل گیا تھا۔

۔۔۔۔۔

ارواح خبیثہ کی تاثیرات کا ایک مرکب ہے۔ جس سے انسان کے مقدم قوائے طبعی متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ جادو کی اعلیٰ ترین تاثیر ہے۔ بالخصوص آپ پر جو سحر کیا گیا تھا اس کا مقام سحر تو سب سے زیادہ خطرناک تھا اور حجامت کا ایسے موقع پر استعمال کرنا جس سے آپ کے افعال کو ضرر پہنچا تھا۔ سب سے عمدہ طریقہ علاج ہے۔ اگر اسے دستور و قاعدہ کے مطابق استعمال کریں۔

بقراط کا مقولہ ہے کہ جن چیزوں میں استفراغ کرنا ممکن ہے۔ ان میں ایسی جگہ سے استفراغ کرنا چاہئے۔ جہاں مادہ موجود ہو۔ ایسے مناسب طریقہ سے جن سے

استفراغ کیا جاتا ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو جب بیماری ہوئی۔ جس میں آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تھا تو یہ مادہ ذموی کی وجہ سے ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے ایسے مادہ کی بنا پر ہے۔ جو دماغ کی جانب چل پڑا۔ اور وطن مقدم پر غالب آ گیا چنانچہ اس کا طبعی مزاج بدل دیا۔ اس لیے آپ نے پچھنا لگوا یا۔ اور یہ طریقہ علاج آپ نے اس وحی سے پہلے کیا تھا۔ جس میں آپ کو اس کے سحر ہونے کی خبر دی گئی۔ جب آپ کو سحر ہونے کی خبر بذریعہ وحی الہی ہوئی تو آپ نے علاج حقیقی یعنی اس جادو کو بنیاد سے ختم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ نے خدا سے دریافت کیا تو آپ کو وہ جگہ اور چیزیں بتلا دی گئیں۔ جن میں یہ سحر کیا گیا تھا۔ آپ نے انہیں اس جگہ سے نکال پھینکا اس کے بعد آپ بالکل تندرست ہو گئے۔ جیسے کوئی اونٹ جو رسی سے جکڑا ہو رسی کھولنے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے۔ اس جادو کا اثر آپ کے جسم ہاتھ پیر تک محدود تھا۔ اس کا آپ کی عقل اور دل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس خیال کو جو ارواح کے پاس آنے جانے کے سلسلے میں آپ کو آتا اس کی صحت کا آپ کو یقین نہ ہوتا بلکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایک وہم ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی قسم کی صورت بعض دیگر امراض میں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

۱۔ امام بخاری نے ۱۰/۹۹ فی الطب میں کیا جادو نکالا جاسکتا ہے۔ کے باب کے تحت ”گذشتہ سے چوستہ“ اور مسلم نے ۲۱۸۹ فی السلام میں بابا السحر کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

۲۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کا اتمام ہے۔ ”مشط“ سبھی جانتے ہیں۔ مشاطہ ان باتوں کو کہتے ہیں جو سر یا داڑھی سے کنگھی کرتے وقت گرتا ہے۔ ”الجف“ کھجور کے درخت کا وہ کھوکھلا حصہ جو خوشوں کے پختہ ہونے کے بعد رہ جاتا ہے۔ اور نرو مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے حدیث میں طلعتہ ذکر سے مفید کر دیا۔

۳۔ دیکھئے فتح الباری ۱۰/۲۰۰ میں۔

۴۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(۵۱) فصل

سحر کا علاج

سحر کا سب سے عمدہ علاج دواء الہی ہی ہے۔ اس لئے کہ یہ دوائیں نافع بالذات ہیں چونکہ جادو ارواح خبیثہ سفلیہ کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا دفاع اسی جیسے معارض و مقابل اذکار، آیات اور دعاؤں کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ جو اس کے اثر اور عمل کو بالکل ختم کر دیں۔ اذکار جتنے شدید اور قوی ہوں گے۔ ان کے ذریعہ سحر کا علاج اتنا ہی مفید اور ۱۔ کارگر ہوگا۔ گویا یہ دو مقابل فوجیں ہیں۔ جو انتہائی مسلح اور لاتعداد ہوں۔ اور دونوں ایک دوسرے پر غالب آنے کی سعی کرتی ہیں۔ ان میں سے جو بھی غالب آجائے گی۔ وہ اپنے مقابل کو مقہور و مجبور کرے گی۔ اور پھر غالب و فاتح کی حکمرانی ہوگی۔ اور جو دل خدا کی یاد سے شاداب ہوگا۔ اور جس میں ذکر، توجہ، دعوت، تعوذ کا درود ہوگا۔ وہ اس سے خلل پذیر نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی دل اور زبان میں یکسانیت ہوگی۔ ایسے شخص پر بہت کم جادو کا اثر ہوتا ہے۔ اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا بہترین علاج بھی یہی ہے۔

جادو گروں کا کہنا ہے کہ ان کے جادو کا پورے طور پر اثر ان دلوں پر ہوتا ہے۔ جو کمزور اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ یا ان شہوانی نفوس پر ہوتا ہے۔ جن کا تعلق سفلیات

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَنَوَضًّا فَلَقِيتُ نُوَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَتَّى كِيَا پھر وضو فرمایا میں نے
جامع مسجد دمشق میں ثومان
فَذَكَرْتُ لَهُ ☆

ذَلِكَ فَقَالَ صَدَقَ أَنَا
سے ملاقات کی اور اس کا ذکر کیا تو
صَبَّحْتُ لَهُ وَضُوءَهُ ☆
انہوں نے کہا کہ بالکل سچی بات
ہے میں نے خود آپ کو وضو کرایا
قَالَ السَّرْمِذِيُّ وَهَذَا أَصَحُّ
ترمذی نے لکھا کہ اس بات میں
شَيْءٌ فِي الْبَابِ ☆
سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث
ہے۔

تے

اصول استغراغات خمسہ میں سے قے بھی ایک ہے۔

اصول استغراغات یہ ہیں۔ قے/۱ اسہال/۲ اخراج دم/۳ (خون نکلوانا)/۴
بخارات اور پسینہ/۵ کا بدن سے خارج کرنا۔ ان اصول استغراغات کا ذکر
احادیث نبویہ میں بھی آیا ہے۔

اسہال

حدیث میں ”خیر ماتد اویتم بہ المشی“ سب سے بہتر دوا اسہال ہے۔
اس کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حدیث ”السنا“ میں بھی اس کا ذکر ہے۔

اخراج دم

حجامت و نصد سے متعلق مروی احادیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

استغراغ انجرہ

اس فصل کے بعد ہی عنقریب اس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ۔

استفراغ بالعرق

پسینہ کا نکلنا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ بلکہ دافع طبیعت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جو جسم کے ظاہری حصہ کی جانب لے جاتی ہے۔ اور کھلے ہوئے مسام سے ٹکرا کر خارج کر دیتی ہے۔

قے استفراغ ذہنی ہے۔ معدہ کے اوپری حصہ سے بذریعہ دہن استفراغ کو قے کہتے ہیں۔ اور اگر یہی استفراغ زیریں جانب مقعد کے سوراخ سے ہو تو اسے حقنہ کہتے ہیں۔ دوا اوپری اور زیریں دونوں حصے سے شکم میں پہونچائی جاتی ہیں۔
قے کی دو قسمیں ہیں

ایک غلبہ مادہ اور ہیجان مادہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔
دوسرے ضرورت و تقاضا کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں قے کا روکنا اور اس کا دفاع مناسب نہیں۔ ہاں اگر ہیجان اتنا ہو کہ قے کی زیادتی سے مریض کے جان کا خطرہ ہو۔ تو پھر اسے روکا جاسکتا ہے۔ اور ایسی دوائیں استعمال کرائی جاسکتی ہیں۔ جن سے قے رک جائے۔

دوسری صورت میں قے کرنا اس وقت مناسب ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہو۔ مگر اس میں بھی زمانے کی رعایت اور اس کی رعایت اور اس کی شرائط کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے گا۔

قے کے اسباب دس ہیں

- ۱۔ صفراء خالص کا غلبہ اور اس کا فم معدہ پر آتے رہنا کہ اس سے مری کی طرف صعود کی بناء پر قے ہونے لگتی ہے۔
- ۲۔ بلغم لزج کی وجہ سے قے ہوتی ہے۔ جس سے معدہ میں تحریک پیدا ہو جائے اور باہر نکلنے کے لئے مجبور ہو۔

۳۔ خود معدہ میں اس قدر ضعف ہو۔ جس کی وجہ سے ہضم طعام نہ ہو سکے چونکہ ہضم کے بعد معدہ آنتوں کی طرف غذا کو دھکیلتا ہے۔ اور ہضم نہ ہونے کی صورت میں اسے بالائی جانب پھینکتا ہے۔

۴۔ کوئی غلط ردی معدہ میں آمیزہ ہو کر معدہ کے مشتملات میں مل جائے جس سے بد ہضمی پیدا ہو جائے اور معدہ کا فعل کمزور پڑ جائے۔

۵۔ معدہ کی قوت برداشت سے زیادہ کھانے پینے سے معدہ اس کو روک نہیں سکتا بلکہ اس کو دفع کرتا اور باہر نکالنا چاہتا ہے۔

۶۔ ماکول و مشروب معدہ کے موافق نہ ہو بلکہ معدہ اسے ناپسند کرتا ہو اور یہ ناپسندیدگی اس حد تک ہو کہ معدہ اسے دفع کرنا اور باہر نکالنا چاہتا ہو۔

۷۔ معدہ میں کسی ایسی چیز کا پایا جانا جو کھانے کی کیفیت و طبیعت کو بگاڑ دے یا اسے باہر نکالنے پر آمادہ کرے۔

۸۔ اچھوت یعنی ایسے مریضوں سے اختلاط جو متلی اور قے کا باعث ہوں۔

۹۔ اعراض نفسانی جیسے شدید قسم کا رنج و غم حزن طبیعت کا غیر معمولی اشتغال یا قوی طبعی کا ان ہی اعراض نفسانی کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا۔ ان کے انسان پر وارد ہونے کی وجہ سے طبیعت کا تدبیر بدن سے غافل ہو جانا یا اصلاح غذا سے غفلت یا اس کے انضاج و ہضم سے بے اعتنائی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ معدہ اسے باہر پھینک دیتا ہے۔ اور کبھی اختلاط میں تیز حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ نفس میں جوش پیدا ہو۔ اس لیے کہ نفس اور بدن ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ کسی قے کرنے والے کو دیکھ کر اس کی طرف طبیعت کا منتقل ہونا کہ انسان کسی کو قے کرتے دیکھتا ہے۔ تو خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ اور غیر اختیاری طور پر قے آ جاتی ہے۔ اس لیے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے۔

بعض ماہرین فن طب کا کہنا ہے کہ میرا ایک خواہر زادہ تھا۔ جس نے محل میں بڑی دسترس حاصل کر لی۔ وہ ایک کمال کے پاس بیٹھتا تھا۔ جب کمال کسی آشوب زدہ کی آنکھ کھولتا اور آشوب تجویز کرنے پر اسے سرمہ لگاتا تو یہ بھی محض بیٹھنے کی وجہ سے آشوب زدہ ہو جاتا یہ بار بار پیش آیا پھر اس نے اس کے پاس بیٹھنا چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ نقل طبیعت کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ طبیعت نقال ہے اس نے کہا کہ اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی میں جانتا ہوں۔ کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے جسم کے کسی حصہ میں ایک پھوڑا ہے جسے وہ کھجلا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر اس نے بھی ٹھیک اسی جگہ کھجلا یا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جگہ پھوڑا نکل آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ ساری بات طبیعت کے استعداد پر ہے۔ مادہ غیر متحرک سا کن تھا۔ ان اسباب میں سے ایک سبب کی وجہ سے وہ حرکت میں آ گیا۔

یہ مادہ کے تحریک کے اسباب ہیں۔ اس عارض کے لئے موجب نہیں ہیں۔

۱۔ النثرۃ: ضمہ کے ساتھ یہ فسون کاری و کاہن گری کا ایک طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ اس شخص کا علاج کیا جاتا ہے۔ جس کو یہ خیال ہو کہ اس پر جن سوار ہے اسی کا نام نثرۃ ہے۔ نثر اسے اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بیماری کا ضرر رساں حصہ دور کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے زائل اور ختم کیا جاتا ہے۔

(۵۳) فصل

مختلف علاقوں میں استفراغ کے طریقے

چونکہ گرم علاقوں اور گرم موسم میں اخلاط رقیق ہو جاتے ہیں اور ان کا رخ اوپر کی جانب ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں قے بہت مفید ہوتی ہے۔ اور سرد علاقوں اور سرد موسم میں اخلاط غلیظ ہو جاتے ہیں۔ ان کا بالائی جانب رخ کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے وقت میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کرنا زیادہ نافع ہے۔

اخلاط کا ازالہ اور ان کو باہر نکالنا جذب اور استفراغ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور جذب مشکل ترین طریقہ ہے۔ اور استفراغ آسان ترین طریقہ۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مادہ جب انصباب کے رخ پر ہویا اوپر جا رہا ہو۔ جس کا ٹھہراؤ مشکل ہو تو اسے جذب مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کا انصباب ہو رہا ہو تو بالائی جانب سے جذب کیا جائے گا۔ اور اگر اپنی جگہ پر ہو تو اس قریب کے راستہ سے باہر نکالا جائے گا۔ اسی لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مادہ نکالنے کے لئے کبھی اپنے شانے پر کبھی سر پر کچھنا لگوا یا۔ اور کبھی پشت قدم پر سینکلیاں کھینچوائیں اس طرح سے نبی علیہ السلام تکلیف دہ مادہ کا استفراغ سب سے قریب راستے سے کراتے تھے۔ واللہ اعلم۔

فصل (۵۴)

تے کے ذریعے استفراغ کے فوائد

تے سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے۔ اس میں قوت آتی ہے آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ سر کی گرانی ختم ہو جاتی ہے۔ گردوں اور مثانہ کے زخموں کے لئے بے حد نافع ہے مزمن امراض مثلاً جذام، استسقاء، فالج اور ریشہ کے لئے نفع بخش ہے۔ اور یرقان کے لئے اکسیر ہے۔

اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تندرست شخص ہر مہینہ دو بار متواتر تے کرے جس میں کسی خاص دور کا لحاظ نہ ہوتا کہ پہلی تے میں جو کمی رہ گئی ہو۔ دوسری میں پوری ہو جائے اور ان فضلات کا بالکل خاتمہ ہو جائے۔ معدہ کو تے کی کثرت نقصان پہونچاتی ہے اور اسے کمزور کر کے فضلات کی آماجگاہ بنا دیتی ہے۔ دانت آنکھ اور کان کو ضرر پہونچاتی ہے۔ بعض وقت اس سے کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔ اور جس کے حلق میں ورم ہو اسے تے سے پوری طرح پرہیز کرنا چاہئے۔ یا جس کا سینہ کمزور ہو یا گردن تپتی ہو۔ یا نفث دم کی استعداد رکھتا ہے۔ یا اجابت بمشکل ہوتی ہو تو ایسے تمام لوگوں کو تے سے اجتناب ضروری ہے۔

بہت سے بے ترتیب لوگ شکم کو خوب بھر لیتے ہیں۔ جب مکمل طور سے شکم بھر جاتا ہے تو اسے تے کے ذریعہ باہر نکالتے ہیں۔ اس طریقہ میں چند در چند آفات ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے۔ دوسرے خراب قسم کے امراض سے مریض دو چار ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ تے ایک عادت بن جاتی ہے۔ چوتھے کثرت تے کی وجہ سے خشکی پیدا ہوتی ہے۔

پانچویں احشاء جسم انسانی میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ چھٹے۔ مراق دہلا ہو جاتا ہے یا قصد اے کرنے والا کمزور ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے تے

کرنے والوں کو سخت خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

قے کا بہترین زمانہ موسم گرما یا موسم بہار ہے۔ موسم سرما یا موسم خزاں میں اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور قے کرنے کے وقت احتیاطی طور پر آنکھوں کے سامنے اور شکم پر پٹی باندھ لی جائے اور فراغت کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھویا جائے اس کے بعد مسمیٰ کا شربت پیاجائے جس میں عرق گلاب اور ۲ مصطکی کی آمیزش ہو اس سے خاصا نفع ہوتا ہے۔

قے سے معدہ کے بالائی حصہ کا استفراغ ہوتا ہے۔ اور معدہ کے زیریں حصہ کے مواد کو کھینچ کر لاتی ہے۔ اور اسہال سے اس کے برعکس ہوتا ہے۔
بقراط نے لکھا ہے کہ گرمیوں میں اس استفراغ بالبداء سے زیادہ قے کے ذریعہ استفراغ کرایا جائے اور موسم سرما میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کیا جائے۔

۱۔ احمد نے ۴۴۳/۱ میں ترمذی نے ۸۷ میں ابو داؤد نے ۳۴۸۱ میں دارقطنی نے ۲۳۸۵۷/۱ میں طحاوی نے ۳۴۸۳۴۷/۱ میں حاکم نے ۴۲۶/۱ میں ہر ایک نے اس روایت کو ”قاء فانطر“ کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ان کی روایت لفظ ”قاء فتوضاء“ کے ساتھ مروی ہے۔ اور احمد کی ایک روایت ۴۴۹/۶ میں جو ابو درداء سے مروی ہے۔ اس میں استقاء رسول اللہ فانطر فاتی ساء فتوضاء“ کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی تصحیح حاکم ابن مندہ اور ترمذی نے کی ہے۔

۲۔ مراق البطن شکم کے نرم حصہ کو کہتے ہیں۔

(۵۵) فصل

ماہرین اطباء سے رجوع کرنے کے بارے میں ہدایات

نبوی

امام مالکؒ نے اپنی کتاب ’موطا‘ میں زید بن اسلم کی حدیث نقل کی ہے۔

أَنَّ رَجُلًا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابَهُ جُرْحٌ فَاحْتَقَنَ الْجُدْحُ الدَّمَ وَأَنَّ الرَّجُلَ دَعَا رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِي أُنْمَارٍ فَنَظَرَا إِلَيْهِ فَرَزَعَمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا أَيُّكُمَا أَطَبُّ؟ فَقَالَ أَوْفَى أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ ☆۞۞۞

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ایک شخص کو زخم آ گیا اور اس زخم سے خون بہنے لگا اس نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلوایا انہوں نے مریض کو دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا ہے۔ کہ ان میں سے کون طب میں کون زیادہ ماہر ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ اے رسول خدا کیا طب میں بھی خیر ہے آپ نے فرمایا کہ جس خدا نے بیماری نازل کی ہے اسی نے اس کی دوا بھی نازل کی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر علم و صنعت میں اس کے سب سے زیادہ ماہر سے رجوع کرنا چاہئے۔ اور کئی ایک ماہر ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ ماہر ہو اس سے رجوع کیا جائے اس لئے کہ وہ جو کچھ کرے گا مناسب سے مناسب ترین ہوگا۔ اسی طرح مستفتی پر بھی واجب ہے کہ کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لئے کسی ماہر عالم سے رجوع کرے اگر وہ خود عالم ہو تو اپنے سے بڑے عالم کی جانب رجوع کرے اس لئے کہ وہ صحت جواب میں اپنے علاوہ سے بہتر ہوگا۔

اسی طرح سے جس پر قبلہ کا تعین مشکل ہو تو وہ اپنے سے زیادہ واقف کار کی بات کو تسلیم کرے اور یہی فطرت انسانی ہے۔ جس پر باری تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا دیکھنے میں آتا ہے کہ بحر و بر میں سفر کرنے والے کی طبیعت اور دل کو سب سے زیادہ سکون و اطمینان ماہر رہنما اور بہتر واقف کار ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انسان کا مقصد بھی یہی ہے اور اسی پر اسے اعتماد ہوتا ہے۔ اسی پر شریعت، عقل اور فطرت سب کا اتفاق و

عمل ہے۔

آپ کا یہ قول ”أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِي أَنْزَلَ الدَّاءَ“ یعنی جس ذات نے بیماری نازل کی اس نے اس کی دوا بھی اتاری اس انداز پر تو آپ سے مروی متعدد احادیث موجود ہیں ان میں ایک حدیث ہے جس کو عمرو بن دینار نے ہلال بن لیساف سے روایت کی ہے ملاحظہ کیجئے۔

قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ فَقَالَ أَرْسِلُونِي إِلَى طَبِيبٍ فَقَالَ قَائِلٌ وَأَنْتَ تَقُولُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً ☆

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا کہ طبیب کو بلا کر اسے دکھاؤ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ یہ فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں خدا نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ دَاءٍ إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً ☆
خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ پیدا کی ہو۔

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

”أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالَّذِي أَنْزَلَ الدَّاءَ“ کے مفہوم کے بارے میں اختلاف رہا ایک جماعت نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو اس سے روشناس کرایا۔ یہ مفہوم ذرا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی طور پر دوا اور بیماری کی خبر دی ہے یہ خبر عام ہے لیکن اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ اہل علم نے اسے جان لیا اور جاہل اس سے ناواقف ہی رہے۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ انزل سے مراد اس کی تخلیق اور اس کے روئے

زمین پر اس کا نمو ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کا بیان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَصْعَ دَاءً إِلَّا وَصَعَ
خدا نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر
اس کی دوا بھی وہیں رکھ دی۔

یہ مطلب پہلے سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انزال کا لفظ خلق اور وضع کے
لفظ سے زیادہ انحصار ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ خصوصیت لفظ کو بغیر کسی سبب کے نظر انداز کر
دیا جائے۔

تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دوا اور بیماری کا انزال ان فرشتوں کے ذریعہ کیا
گیا جو انسان کی بیماری اور شفاء کے انتظام کے لئے متعین ہیں اس لئے کہ فرشتوں کو
اس عالم کا نظام سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جو اس عالم ہی کی مخلوق ہے
اس کا معاملہ رحم مادر میں آنے سے لے کر اس کی موت تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بھی انھی
فرشتوں کے سپرد ہوگا اسی طرح بیماری ہو یا اسکی دوا دونوں انھی فرشتوں کے ذریعے
انجام پائے گا۔ جو نوع انسانی کے امور متعلقہ کے لئے موکل ہیں۔ اور یہ دونوں مزکورہ
جماعتوں کے مفہوم سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی جماعت کا قول ہے کہ بیماریاں اور دوائیں عام طور سے بارش کی وجہ سے
پیدا ہوتی ہیں۔ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے غذائیں ذریعہ
معاش دوائیں اور بیماریاں اور ان کے تمام آلات و اسباب و مکملات اور بلند ترین
معاون جو پہاڑوں سے نازل ہوتی ہیں۔ اور وادیاں نہریں پھل جو پیدا ہوتی ہیں۔
سب کے سب اسی بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ کائنات کا اکثر حصہ یہی سموات
ہیں اس لئے جن کا تعلق براہ راست آسمان سے نہیں ہے۔ وہ بھی بطور تغلیب اسی میں
شمار ہوتی ہیں۔ اور بطور تغلیب استعمال عربوں کی زبان میں عام ہے چنانچہ بعض
اشعار اہل عرب سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ جیسے ایک شاعر کا قول ہے۔

وَعَلَّفْتُهَا تَبْنًا وَمَاءً بَارِدًا

حَتَّىٰ عَدَّتْ هُمَالَةً عَيْنَاهَا ۲

میں نے اسے گھاس چرایا اور ٹھنڈا پانی پدایا

یہاں تک کہ اس کی آنکھیں برسے لگیں

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے۔

وَرَأَيْتُ زَوْجَكَ قَدْ عَدَا

مُتَقَلِّدًا سَيْفًا وَرُمَحًا ۳

میں نے تمہارے شوہر کو کل دیکھا

کہ وہ تلوار لٹکائے اور نیزہ تانے ہوئے ہے

دوسرے شاعر کا ایک شعر ہے۔

إِذَا مَا الْعَانِيَاتُ بِرَزْنِ يَوْمَا

وَزَجَّجْنَ الْحَوَاجِبَ وَالْعُيُونَا

۴ اور اپنے ابرو اور آنکھوں کو

مٹکانے لگیں

یہ اوپر بیان کی گئی تمام صورتوں سے بہتر صورت ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ خدائے پاک کی حکمت کا ملہ کا مظہر ہے اور اس کی ربوبیت تامہ کا اعلان ہے کہ اس نے جس طرح اپنے بندوں کو بیماری میں مبتلا کیا اسی طرح اس نے ان کی دوا سے اعانت فرما کر انہیں سرور ہونے کا موقع دیا۔ جیسے اس نے بندوں کو گناہ میں مبتلا فرمایا ویسے ہی دوسری طرف انہیں توبہ و استغفار کی دولت سے نوازا اور وہ حسنات عطا فرمائے جو ان گناہوں کو مٹا دیں۔ اور مصائب و آلام عطا فرمایا جن سے ان کے گناہ دھل جائیں۔ جس طرح خدا نے شیاطین کی ارواح خبیثہ میں مبتلا کیا ان کے مقابل پاکیزہ روحوں کی فوج کے ذریعہ ان کی اعانت فرمائی۔ جو ملائکہ مقربین کے نام سے

معروف و مشہور ہیں۔ خدا نے اگر انسان کو شہوات کا پتلا بنایا۔ تو دوسری جانب ان کی اعانت اس طرح فرمائی کہ انہیں شرعی لذات اور قضائے خواہشات کی دولت سے نوازا خدا نے جب کبھی کسی انسان کو کسی اذیت سے دوچار کیا تو فوراً ہی دوسری جانب اس اذیت کے خلاف اعانت فرمائی اور اس سے اس کو نجات دلائی ہر جارح قوت کی مدافعت کی بھی پوری قوت عطا فرمائی اور علم کے اعتبار سے انسان میں تفاوت اور فرق قائم رکھا۔ اور اللہ نے ان ساری چیزوں کے حصول اور ان تک پہنچنے کا علم عطا فرمایا۔ واللہ المستعان۔

۱۔ مصطلک جسے مطکا بھی کہتے ہیں۔ ایک درخت ہے۔ جس میں ایسا پھل ہوتا ہے۔ جس کا ذائقہ مائل بہ تلخی ہوتا ہے اور اس سے لیس دار کو نہ نکلتا ہے۔

۲۔ موطا ۳۲۸/۴ میں یہ حدیث مذکور ہے۔ اور زرقانی کی شرح کے مطابق یہ حدیث مرسل ہے۔

۳۔ یہ شعر ذی الرمہ کا ہے۔ مقتضب ۲۲۳/۴ خصائص ۱۴۳۱ مالی الرقعی ۲/۲۵۹ مالی ابن اثیریؒ ”گزشتہ سے پیوستہ“ ۳۲۱/۲ الانصاف ۲۱۳ شرح المفصل ۲/۷ اور خزائنہ ۴۹۹/۱ میں موجود ہے۔

۴۔ یہ شعر عبد اللہ بن زہری کا ہے۔ الکامل ۲۰۹۱۸۹ مقتضب ۵۱/۲ الخائص ۴۳۱/۲ مالی ابن اثیریؒ ۳۲۱/۲ اور مالی الرقعی ۱/۴۲۰۵۲۶۰۵۳ میں مذکور ہے۔

(۵۶) فصل

علاج سے ناواقف سے معالجہ کی مذمت

ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیبؒ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَبَّبَ
 وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ الطَّبُّ قَبْلَ
 ذَلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ ☆ ا
 انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
 شخص نے علاج کیا اور اس سے
 پہلے اس علاج کا علم نہ تھا تو وہ ذمہ
 دار ہے۔

اس حدیث میں تین مشتملات ہیں لغوی، فقہی، طبی لغوی لغت عرب میں طب لفظ
 طاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ جس کے کئی معانی ہیں۔ ایک معنی اصلاح ہے۔ عربی
 زبان میں بولتے ہیں۔ طَبَّبْتُہ یعنی میں اس کی اصلاح کی اسی طرح طب بالامور بھی
 کہا جاتا ہے۔ یعنی لطف و سیاست شاعر کا قول ہے۔

إِذَا تَغَيَّرَ مِنْ تَمِيمٍ أَمْرُهَا
 كُنْتُ الطَّيِّبَ لَهَا بَرَأَى
 ثَقِيبٌ
 جب تمیم کے معاملات میں کوئی
 خرابی پیدا ہوئی
 تو تم ہی اپنی روشن رائے کے
 ساتھ اس کے سائیس ہوتے

طب کا دوسرا معنی مہارت نامہ زیر کی بھی ہے۔ چنانچہ جوہری نے لکھا ہے کہ
 عربوں کے نزدیک ہر چاق و چوبند طبیب ہوتا ہے۔ ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ طب کی
 اصل تمام چیزوں میں مہارت اور واقفیت ہے، کہا جاتا ہے۔ الطَّبُّ وَ الطَّيِّبُ
 جب کہ وہ ماہر ہو خواہ مریض کے علاج کا ماہر ہو یا اس کے علاوہ کا ماہر ہو۔ اس کے
 علاوہ دیگر لوگوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے۔ رجل طبیب یعنی ماہر آدمی۔ طبیب
 اس کو محض اس کی زیر کی اور غرامت و فطانت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ علامہ نے لکھا
 ہے۔

فَإِنْ تَسْأَلُونِي بِالنِّسَاءِ اگر تم عورتوں کے بارے میں مجھ سے
فَإِنِّي خَيْرٌ بِأَدْوَاءِ النِّسَاءِ دریافت کرتے ہو تو میں
طَبِّبُ عورتوں کے بارے میں پوری طرح

واقف اور ان کے امراض کا طبیب
ہوں

إِذَا شَابَ رَأْسُ الْمَرْءِ أَوْ قَلَّ جب کسی کا بال سفید ہو جائے یا مال
مَالُهُ پاس نہ رہے
فَلَيْسَ لَهُ مِنْ وَدْهِنٍ نَصِيبُ تو پھر اسے عورتوں کے ساتھ محبت کی
پینگ بڑھانا لا حاصل ہے

عشرہ کا شعر ہے۔

إِنْ تُعْدِ فِي دُونِي الْقِنَاعَ یعنی تم اگر مجھے دیکھ کر گھونگھٹ
فَإِنِّي طَبِّبُ لٹکاتی ہو تو یا درکھو میں
بِأَخَذِ الْفَارِسِ الْمُسْتَلِيمِ^۳ زرہ پوش سورما کو اپنے پنجے میں
لینے کا ماہر ہوں

عربی زبان میں طب کا دوسرا معنی عادت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ لَيْسَ ذَا لِكَ
بَطِيبٍ یعنی یہ میری عادت نہیں ہے۔ فروہ بن میک^۴ نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

فَمَا إِنْ طَبَّنَا جُنٌّ وَلَكِنْ بزدلی میری عادت نہیں بلکہ
مَنَايَا نَا وَدَوْلَةُ الْخَرِيفَا ہماری عادت
اور آرزو دوسروں کی سلطنت پر
قبضہ کرنا ہے

اور احمد بن حسین جہنی نے شعر میں کہا۔

وَمَا لَيْتُهُ طَبِي فِيهِمْ غَيْرَ اَنْنِي
بَعْضُ اَلَى الْجَاهِلِ الْمُتَعَاقِلِ
لوگوں میں ڈینگ مارنا میری عادت
نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ
۵ میرے نزدیک خود کو دانا سمجھنے والا

نادان قابلِ نفرین ہے

طب کے معنی جادو کے بھی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رجل مطبوب ای مسحور یعنی
سحر زدہ شخص اور صحیح بخاری میں حدیث عائشہ سے بھی اس معنی کی تعین ہو جاتی ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا سَحَرَتْ
يَهُودُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ الْمَلَكُ
عِنْدَ رَأْسِهِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ
أَحَدُهُمَا مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ
الْآخَرُ مَطْبُوبٌ قَالَ مَنْ طَبَّه؟
قَالَ فَلَاتُ الْيَهُودِي ☆

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ
جب یہودی نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تو دو فرشتے
آپ کے سر کے پاس اور دونوں
پیروں کی جانب بیٹھے اس میں
سے ایک نے دریافت کیا اس
شخص کا کیا حال ہے دوسرے نے
جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا،
پہلے نے دریافت کیا کس نے اس
پر جادو کیا تو دوسرے نے جواب
دیا کہ فلاں یہودی نے جادو کیا
ہے۔

ابو عبید نے لکھا ہے کہ مسحور کو مطبوب کہتے تھے اس لئے کہ طب کو سحر کے لیے وہ
کنایۃ استعمال کرتے تھے جس طرح کہ وہ ملا فاع (ڈنک زدہ) کو کنایۃ مطبوب کہتے
تھے اسی طرح سلیم کا استعمال بطور کنایۃ خوش فالی کے کرتے تھے۔ جس طرح کہ مغازہ
ان چیل میدانوں کو کہتے ہیں۔ جہاں پانی کا دور دور تک پتہ نہ ہو۔ اور اسے بطور فال

کے موت سے کامیابی موت سے بچنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لفظ مغازۃ جان لیوا امید انوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بیماری میں طب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ابن ابی اسلت کا یہ شعر اس کی شہادت میں پیش ہے۔

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ حَسَّانَ عَنِّي کیا کوئی میرا پیغام حسان
أَسْحَرَّ كَانَ طَبِّكَ أَمْ جُنُونُ کو پہنچانے والا ہے
کہ تمہارا مرض جادو ہے یا جنون
ہے۔

جماسی کا شعر ہے۔

فَإِنْ كُنْتُ مُطْبُوبًا فَلَا زِلْتُ اگر تم بیمار ہو تو تم ہمیشہ اسی طرح
ہو گے ہ گ گ گ

وَإِنْ كُنْتُ مَسْحُورًا فَلَا بُرَى السَّحْرِ اور اگر سحر زدہ ہو تو سحر کا اثر جلدی
ختم نہیں ہوتا

شاعر نے اس شعر میں مطبوب سے مراد سحر زدہ لیا ہے۔ اور مسحور سے مراد بیمار لیا ہے۔ جو ہری نے لکھا کہ بیمار شخص پر بھی لفظ مسحور کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کے اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس شخص نے مجھے تجھ سے اور تیری محبت سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کے برقرار اور ہمیشہ باقی رہنے کی دعا کرتا ہوں۔ میں اس کا ازالہ نہیں چاہتا۔ خواہ وہ کوئی جادو ہو یا کوئی مرض ہو۔

”الطب“ تین حرکت کے ساتھ پڑھا گیا۔ طاء کے فتح کے ساتھ عالم امور معاملات کو کہتے ہیں۔ اسی طرح طبیب کو بھی کہتے ہیں۔ اور طاء کے کسرہ کے ساتھ فعل طبیب کو کہتے ہیں۔ اور طاء کے ضمہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے۔ ابن سید نے شعر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

فَقُلْتُ هَلْ اَنْهَلْتُمْ بِطَبِّ رَكَا میں نے کہا کہ کیا طب کے گاؤں
 بِكُمْ بِجَائِزَةِ الْمَاءِ الَّتِي میں تمہارے سوار پانی کے جھیل پر
 طَابَ طِينُهَا اترے اس گاؤں کا پانی بھی انعام
 الہی اور مٹی بھی عمدہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”من تطيب“ اور ”من طب“ کا استعمال نہیں کیا۔
 کیونکہ تفعل میں تکلف اور کسی جگہ بآسانی دخول کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ بتکلف
 طبیب بنا حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا۔

جیسے عربی میں تحلّم تسبّع، تبصّر وغیرہ میں تکلف کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی
 وزن پر لوگوں نے تکلف کے معنی لینے کی بنیاد رکھی۔ شاعر کا قول ہے۔

وَقَيْسٌ عِيْلَانٌ وَمَنْ تَقَيَّسَا ☆ علان کا قیاس اور اس شخص کا قیاس
 جس نے بتکلف اسے کیا۔

شرعی حیثیت سے جاہل طبیب پر تاوان واجب ہوگا۔ اس نے جب فن طب اور
 اس کے عمل کو جانا نہیں۔ اور نہ اسے پہلے سے اس کی معرفت تھی تو گویا اس نے جہالت
 وناواقفیت کے ساتھ علاج کر کے دوسروں کی جان لینے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کیا
 اور جس چیز کا اسے علم نہ تھا۔ اس نے جسارت کے ساتھ اس کے لئے قدم اٹھایا گویا
 اس نے مریض کو دھوکہ دیا۔ اسی لئے اس پر تاوان دینا لازم ہوگا۔ اس پر تمام اہل علم کا
 اجماع ہے۔

خطابی نے بیان کیا کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اختلاف روایت نہیں ملی کہ معالج کی
 تعدی کی وجہ سے مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تو اس کا تاوان اسے دینا ہوگا۔ اور
 جو طبیب علم یا عمل کے اعتبار سے ناقص اور ناواقف ہو۔ اسے نہ علم کا پتہ نہ عملی تجربہ
 حاصل پھر بھی پریکٹس کرتا ہے۔ تو وہ ظالم ہے۔ ایسا طبیب جب کسی مریض کو ہاتھ
 لگائے اور اس کے بچا عمل سے مریض موت کے گھاٹ اتر جائے تو اسے اس کی دیت

دینی ہوگی۔ البتہ قصاص اس کے ذمہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ مریض کی اجازت کے بغیر اس کے علاج میں نہیں لگا تھا۔ اور معالج کا گناہ اس کی عقل و فہم کے مطابق ہی ثابت ہوا۔ عام فقہاء کا یہی قول ہے۔

اس کی تفصیل پورے طور پر یوں سمجھئے کہ اس کی کل پانچ قسمیں ہیں۔

پہلی صورت طبیب ماہر ہے۔ وہ صنعت طب سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس کی پریکٹس بے داغ رہی ہے۔ ایسے طبیب کو قانونی اور شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ علاج کرے۔ اب جس کا وہ علاج کر رہا ہے۔ اتفاقاً اس کا کوئی عضو یا اس کی کوئی صفت ضائع ہوگئی یا بذات خود مریض اس کے علاج کے نتیجے میں ختم ہو جائے تو ایسے شخص پر بالاتفاق کوئی تاوان نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ زخموں کی ریزش ہے۔ جس کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح اگر اس نے کسی بچہ کا مناسب وقت میں ختنہ کیا جبکہ بچہ کی عمر ختنہ کے قابل تھی اور ختنہ کرنے والے نے پوری مہارت کا مظاہرہ کیا پھر بھی عضو یا خود بچہ اس ختنہ کے صدمہ سے فوت ہو گیا۔ تو کوئی تاوان نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی کا آپریشن کیا۔ اور آپریشن مناسب وقت اور بہتر طریقہ پر کیا گیا تھا۔ خواہ آپریشن کرانے والا نہایت سمجھدار ہو یا نہ ہو۔ اس نے آپریشن کا پورا حق ادا کر دیا۔ مگر مریض آپریشن کی افیت کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا تو معالج پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اسی طرح کسی کا خون نکالنا بہانا جس کی اجازت ہو۔ بہانے والے کی اس میں کوئی غلطی نہ ہو۔ اس کا حکم بالاتفاق حد و قصاص میں خون بہانے کی طرح ہے۔ اور حد و قصاص میں خون بہانا سب کے نزدیک درست ہے۔ صرف امام ابو حنیفہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا شخص ضمان یا تاوان کا مستحق ہے۔

اسی طرح تعزیر کا زخم کاری یا مرد کا اپنی عورت کو مارنا یا استاد کا کسی بچہ کو مارنا اور کرائے پر لئے گئے جانور کو پیٹنا ان تمام صورتوں میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے علاوہ تمام لوگ عدم تاوان کے قائل ہیں۔ امام شافعی نے جانور کی پٹائی کو اس سے

مستثنیٰ کر دیا ہے۔

اس باب میں اختلاف و اتفاق دونوں طریق سے اصل چیز یہ ہے کہ زخم کاری کا جرم بالاتفاق دیت واجب کرتا ہے۔ اور جس زخم کاری کا عمل میں لانا واجب ہے۔ اس سے پہلو نچنے والا صدمہ و زخم قانوناً معاف ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان جو صورتیں ہیں ان میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً تاوان واجب کیا۔ امام احمد مالکؒ نے ضمان معاف کر دیا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے مقدرو غیر مقدر کے درمیان فرق کیا ہے کہ اگر مقدر ہو تو معاف ہے۔ اور غیر مقدر ہو تو اس میں تاوان واجب قرار دیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس پر نگاہ رکھی کہ اس عمل کی اجازت سلامتی کے ساتھ مشروط تھی۔ امام احمد و مالکؒ نے اجازت ہی کو معافی ضمان کا سبب ٹھہرایا اور امام شافعیؒ نے غیر ارادی طور پر پہلو نچنے والے ضرر کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لئے کہ نص قرآنی موجود ہے۔ لیکن غیر مقدر میں تعزیرات و تادیبات کی طرح اجتہاد دی ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی نقصان ہو تو دیت واجب ہوگی کیونکہ اس میں دشمنی کا شبہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ یہ شعر راعی نمبری کا ہے۔ اس کے دیوان ۱۵۶ تاویل مشکل القرآن ۱۶۵ گزشتہ

سے پیوستہ، الخائص ۲/۴۳۲ اور الانصاف ۶۱۰ میں مذکور ہے۔

۲۔ ابو داؤد نے حدیث ۴۵۸۶ کو جس نے بلا علم علاج کیا کے باب کے تحت ذکر کیا

ہے۔ اور نسائی نے ۵۳/۸ فی القسامتہ شبہ عمد کی تعریف کے باب کے ذیل نقل کیا

اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۶ فی الطب فی طب سے واقفیت کے باوجود جس نے علاج

کیا کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

۳۔ دونوں شعر علاقہ کے مشہور قصیدہ مفصلیہ کے ہیں جس میں اس نے حارث بن جبلة
 ”گذشتہ سے پیوستہ“ بن ابوشمر غسانی کی مدح کی ہے جس کا مطلع ہے۔

طحاہک قلب فی الحسان طروب

بعبید

الشباب عصر حان مشیب

یہ مفصلیات ۲۹۰ میں دیوان علاقہ ۱۳۱ مختار اشعر الجاہلی ۱/۲۱۸ شرح
 ”المفصلیات“ ۱۵۸۲/۳ اللبقریزی میں ہے۔ اور بالنساء سے مراد عن النساء
 ہے قرآن میں ہے فاسال بھ خبیرا اور شاعر کا قول اذا شاب الخ امرؤ
 اقیس کے شعر کی طرح ہے۔

أراهن لا یحبین من قتل ماله

و لا من رأین

الشیب فیہ وقوسا

علاقہ بن عبیدہ دور جاہلی کا شاعر ہے۔ جو امرؤ اقیس کا ہم عصر ہے۔ اس کے اور
 اسلام کے درمیان تقریباً ۸۰ اسی سال کا وقفہ ہے۔

۴۔ یہ بیت امرؤ اقیس کے معلقہ کا ہے جو شرح القصائد السبع الطوال میں ۳۳۵ پر
 مرقوم ہے۔ مختار اشعر الجاہلی ۴/۴۷ میں مذکور ہے شاعر کا قول تزدوی باب افعال
 سے ہے۔ یعنی گھونگھٹ نکالنا چہرہ کو چھپانا اور مستلیم ای لا لبس اللامۃ لا
 مۃ زرہ کو کہتے ہیں۔ یعنی زرہ پوش شاعر کی مراد یہ ہے کہ جب میں بڑے بڑے
 زرہ پوش شہسواروں ”گذشتہ سے پیوستہ“ کو شکار کر لیتا ہوں۔ تو تم جیسی کبوتر کو تاقابو
 میں لانا کون سا مشکل کام ہے۔؟

۵۔ فروہ بن مسیک بن حارث بن سلمہ مرادی غطفانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۸ھ میں وفد لے کر آئے اور اسلام قبول کیا۔ سعد بن عبادہ کے پاس قیام کیا۔ اور قرآن پڑھا دین اسلام کے فرائض و احکام سے واقفیت حاصل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجاز کیا۔ اور مراۓ حج اور زبید پر گورنر مقرر کیا رسول اللہ کی وفات کے بعد مرتدین سے قتال کیا اور خلافت فاروقی تک زندہ رہے۔ ملاحظہ ہو ”اصابتہ“ ص ۲۹۸ ان کا شعر مبر د نے اپنی کتاب الکامل ۲۹۵ پر ذکر کیا ہے۔ اور ”اللسان“ میں مادہ طب میں ذکر کیا اس سے پہلے یہ شعر مذکور ہے۔

فَإِنْ تَغْلِبْ فَعَلَابُونَ قَدْ مَا وَإِنْ تَغْلِبْ فَعِزٌّ مُغْلَبِينَ
اور اس کے بعد کا شعر یہ ہے۔

كَذَٰكِ الدَّهْرُ ذُو لُتْنٍ سَجَالٍ تَكْرُ صُرُوفُهُ
حِينًا فَحِينًا

۶۔ یہ شعر دیوانِ حماسہ کے ۲/۲۳۷ پر مرزوقی کی شرح کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس کے پہلے ”گذشتہ سے پیوستہ“ کے دو شعر یہ ہیں۔

هَلِ الْوَجْدُ إِلَّا أَنِّي قَلْبِي لَوْ ذُنَا
مِنْ الْجَمْرِ قَيْدُ الرَّمْعِ لَا
حَتْرَقُ الْجَمْرُ

میری محبت تو بس یوں سمجھ کر اگر میرا دل نیزہ لگانے سے پہلے کوئلہ کے پاس سے گزرا دیا جائے تو وہ کوئلہ انگار بن جائے۔

أَبْنَى الْحَقِّ أَبْنَى مُغْرَمٍ بَكَ هَائِمٌ
هُوَ أَكْبَرُ وَلَا خَيْرُ

کیا یہ بات صحیح ہے کہ میں تمہارا شیفۃ ہوں تم پر جان دیتا ہوں۔ مگر عجیب بات ہے کہ تمہاری محبت نہ سرکہ ہے اور نہ شراب۔

شعر میں ”وَالْأَنْتَ مَطْبُوبَا“ میں لفظ مطبوب کے بارے میں مرزوقی کا کہنا ہے۔ کہ طب سحر اور علم دونوں پر بولا جاتا ہے۔ بولتے ہیں۔ ”هَوْبُط“، یعنی علیم وہ ماہر ہے۔ اور حدیث میں حین طب کا معنی سحر زدہ ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مجھے ہے۔ میں اسے کھلی بیماری سمجھتا ہوں تو اس کی دوا ممکن ہے مگر میں تو اس سے جدا ہی نہیں ہونا چاہتا بلکہ لذت لیتا ہوں۔ اور اگر مجھے کوئی ایسی چیز ہو کہ اس کا علم نہ ہو۔ اور تمام اطباء اس کی معرفت سے عاجز ہوں۔ اور علماء اس کی دوا کا پتہ نہ لگا سکیں۔ تو اسے سحر قرار دے دیا جاتا۔ اور اس سے بھی جدا نہیں ہونا چاہتا۔ اور یہ عوام کے انداز میں کہہ گیا ہے۔ اس لئے کہ انھیں بیماریوں اور امراض کے سلسلے میں بھی اعتقاد تھا اس کے معنی مطبونا کہنا بھی صحیح نہیں ہے ورنہ صدور و عجز کا معنی ایک ہی ہوگا۔

۷۔ یہ رجز عجاج کی ہے۔ اس سے پہلے ہے۔ وَاِنْ دَعَوْتَ مِنْ تَمِيمٍ اُرُوْ سَاكَ اَكْرَمَ
تَمِ نَ تَمِيمٍ كَے بدوں کو بلایا ہوتا اس کے بعد ہے۔ تَقَاعَسَ اُمْرُؤُنَا
فَاَفْعَسَ تَقَاعَسَ کا معنی ثبوت و قرار کے ہیں۔ اسی انداز پر تَعَسَ کا بھی معنی ہے۔

(۵۷) فصل

جاہل و نادان فطیب کا حکم

دوسری قسم

ایسا طبیب جو فن طب سے نا بلد ہو اور لاعلمی کے باوجود پریکٹس کر رہا ہے۔ ایسے شخص سے اگر نقصان ہو جائے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ مریض یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس فن سے نا آشنا ہے۔ اس کو علاج کی اجازت دے دی۔ اور اتلاف جان یا عضو ضائع ہو گیا۔ تو اس کے ذمہ تاوان نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حدیث نبوی کے مخالف بھی ہے۔ اس لئے کہ سیاق اور انداز کلام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ میں نے مریض کو دھوکہ دیا اور اس کو اس وہم میں مبتلا کیا کہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔ حالانکہ وہ طبیب نہیں تھا۔ اور اگر مریض کو گمان ہو کہ وہ طبیب ہے۔ اور اسے ماہر طبیب سمجھ کر اس نے اس کو اجازت دی تو طبیب اپنی غلطی اور خطا کے جرم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اس نے مریض کے لئے کوئی نسخہ تجویز کیا اور مریض نے یہ سمجھ کر کہ یہ ایک ماہر طبیب ہے۔ اس کا نسخہ استعمال کیا جس سے وہ مر گیا۔ تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ اس سلسلہ میں حدیث کا انداز بیان بالکل واضح اور ظاہر ہے۔

(۵۸) فصل

طیب کی غلطی

تیسری صورت

طیب ماہر ہے۔ اس کو علاج کی بھی پوری اجازت ہے۔ اور اس کو فن طب میں بھی پوری دسترس ہے۔ لیکن اس سے غلطی ہو گئی۔ جس کا اثر مریض کے کسی تندرست عضو تک پہنچ گیا۔ اور اسے تلف کر دیا۔ جیسے کسی ختنہ کرنے والے کا ہاتھ سبقت کر

طیب کی حیثیت

یا نجویں صورت

طیب ماہر فن ہے۔ اور اس کی پریکٹس بھی مکمل ہے۔ اس نے کسی بچہ یا کسی مرد یا کسی پاگل کی رسولی کا بغیر اجازت یا اس کے ولی سے اجازت لے کر آپریشن کیا جس سے اس کے عضو کو نقصان پہونچا تو اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کا خیال ہے کہ اسے تاوان دینا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے بلا اجازت یہ عمل کیا اگر بالغ تھا اس نے خود اجازت دی یا بچے اور مجنون کے ولی نے اجازت دی تو اس صورت میں تاوان واجب نہیں اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس پر مطلقاً تاوان نہ لگایا جائے۔ اس لئے کہ طیب اس کا خیر خواہ تھا۔ اور محسن لوگوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ لیکن اگر وہ ظالم ہے تو اس صورت میں ولی کی اجازت کے باوجود بھی اسے تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر ظالم نہیں تو تاوان کی کوئی بات نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بلا اجازت صورت میں ظالم ہے۔ اور اجازت کے ساتھ اس نے عمل کیا تو ظالم نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم و عدم ظلم کا تعلق اس کے عمل ہی سے ہے۔ اس لئے اجازت اور عدم اجازت کا اس میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ غور طلب ہے۔

۱۔ علاوہ ازیں ایک وباء پیدا ہو جاتی ہے جس کو حرکت دیں تو وہ حرکت کرے۔

(۶۱) فصل

طیب کی تعریف

حدیث میں طیب کا لفظ ہر ایسے شخص کو شامل ہے۔ جو نسخہ لکھے یا علاج بتلائے جسے فریشین کہتے ہیں۔ اور جو سلائی سے آنکھ کا علاج کرے اسے کمال کہتے ہیں۔ جو نشتر و چاقو اور مرہم کے ذریعہ علاج کرے اسے جراح کہتے ہیں۔ اور استرے کا

15- بیماری پر غور کرے کہ وہ قابل علاج ہے بھی کہ نہیں اگر قابل علاج نہیں ہے۔ تو اس کا علاج کر کے خود کو رسوا نہ کرے نہ فن طب کو بدنام کرے۔ اور اگر قابل علاج مرض ہے۔ تو اس پر غور کرے کہ مرض دوا علاج سے زائل ہو سکتا ہے۔ یا نہیں اگر جان لے کر اس کا زائل ہونا ممکن نہیں تو غور کرے کہ اس میں تخفیف یا افاقہ ہو سکے گا۔ یا نہیں اگر اس میں کمی یا افاقہ کا امکان نہ ہو تو یہ دیکھے کہ مرض جس حد تک پہنچ گیا ہے۔ اس کو وہیں روکنا ممکن ہے یا نہیں اگر مرض کو روکنے یا زیادتی کو روکنے کا امکان ہو تو علاج کا ارادہ کرے اور مریض کی قوت بڑھائے اور مرض کے مادہ کو کمزور کرے۔

16- نصیح سے پہلے کسی غلط کو استغفار کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ پہلے اس کا نصیح کرے مادہ پختہ ہو جائے تو فوراً اس کا استغفار کرے۔

17- معالج کو دل کے امراض اور روح کی بیماریوں اور ان دواؤں سے پوری طرح واقفیت ہونی چاہئے۔ یہی بدن کے علاج کے لئے بنیادی چیز ہے۔ اس لئے کہ بدن اور طبیعت کا نفس اور دل سے متاثر ہونا شائد ہے۔

طیب جب دل اور روح کی بیماریوں اور ان کے علاج سے پورے طور پر واقف ہوگا۔ تو درحقیقت وہی کامل طیب ہے۔ اور جسے ان باتوں کا علم نہیں اگرچہ اسے طبیعت اور احوال بدن کے علاج میں دستر میں ہو مگر وہ بحیثیت ہم حکیم ہے ہر ایسا طیب جو کسی مرض کا علاج کرتا ہو اسے مریض کے دل کی نگرانی اور اس کی اصلاح کرنی چاہئے۔ اور مریض کی روح کی قوت کو صدقہ بھلائی اللہ کی طرف توجہ آخرت سے لگاؤ کے ذریعہ مضبوط کرنا چاہئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ سچ مچ طیب نہیں ہے۔ بلکہ ایک پیشہ ور معالج ہے جس کا علم بہت محدود ہے۔ مرض کے سلسلے میں سب سے کارگر اور زود اثر علاج خیر و بھلائی ذکر و دعا آہ و زاری خدا کی طرف توجہ آخرت کی فکر اور توبہ استغفار ہے ان چیزوں کا مرض کے دور کرنے میں خاصا اثر ہے۔ ادویہ طبیعیہ سے زیادہ ان مذکورہ چیزوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان چیزوں کا نفع نفس کی

استعداد قبولیت پر منحصر ہے۔

18- مریض کی خیر خواہی، ان کے ساتھ شفقت اور نرم گفتاری سے کام لیا جائے جیسے بچوں کے ساتھ کام لیا جاتا ہے۔

19- طبعی اور الہی کے مختلف علاجوں میں سے ہر ایک علاج سے کام لینا چاہئے۔ مریض کے خیالات کو بھی مرکوز کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ مریض کے خیالات و تخیل کو مرض کے ازالہ میں دوا سے کہیں زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس لئے ماہر طبیب کی نگاہ ان نفسیاتی امور پر بھی پوری طرح ڈھنی چاہئے۔ اور ہر وہ راستہ اپنانا چاہئے۔ جو مریض کے لئے موثر اور کارگر رہے۔

20- ہر طبیب کا آئیڈیل یہی ہے کہ وہ علاج اور تدبیر صحت کو چھ باتوں پر مرکوز کر دے، (۱) موجودہ صحت کی حفاظت (۲) فوت شدہ صحت و قوت کی باز یابی امکانی حد تک (۳) اہم فساد کے پیش نظر ادنی فساد کا لحاظ رکھنا (۴) مرض کا ازالہ بحسب الامکان (۵) ادنی مصلحت کے پیش نظر اعلیٰ مصلحت کو ضائع نہ ہونے دینا (۶) حسب الامکان تحفیف مرض ان مذکورہ چھ اصول پر ہی علاج کا مدار ہے۔ جو طبیب ان اصولوں کی رعایت نہیں کرتا اور ان ذمہ داریوں کو قبول نہیں کرتا وہ طبیب نہیں۔ ”واللہ اعلم“

(۶۳) فصل

مرض کے مختلف درجات

مرض چار ادوار سے گذرتا ہے۔ ابتداء، تزائد، انتہاء، انحطاط۔

طبیب کو ان چاروں ادوار میں سے ہر ایک دور کی رعایت کرنی ضروری ہے ہر دور کی مناسبت سے اس کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے ایسی دوائیں اور تدابیر اختیار کرے جو اس حالت کے لئے درست ہوں چنانچہ جب اسے ابتداء مرض میں

محسوس ہو کہ طبیعت فضائل کو حرکت میں لانے اور اس کے نفع کے لئے استفراغ کی محتاج ہے۔ تو فوراً نفع کی تدبیر کرنی چاہئے۔ اور نفع مادہ ہوتے ہی اس کا استفراغ کرنا چاہئے۔ اگر ابتداء مرض اس تحریک کی اجازت کسی خاص وجہ سے نہ دے تو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یا مریض کی قوت کمزور ہو اور استفراغ کو برداشت نہ کر سکے یا موسم سرما ہو یا اور کوئی گڑبڑ پیدا ہو گئی ہو۔ تو اسے پوری طرح اس سے بچنا چاہئے۔ بالخصوص ایسی حماقت مزید مرض کے وقت تو ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ ایسے موقع پر اگر ایسا کیا گیا تو طبیعت کے لئے دوا میں مشغول ہونے کی وجہ سے الجھن پیدا ہو جائے گی اور تدبیر اور مقابلہ علت کے بجائے دوسری طرف متوجہ ہو جائے گی۔ جیسے کوئی شہسوار جنگ میں دشمن کا مقابلہ کر رہا ہو۔ عین اسی وقت دوسری طرف اس کی توجہ بٹ جائے تو پھر اس شہسوار کا کیا حشر ہوگا؟ لیکن یہ ضروری ہے کہ طبیعت کو قوت کی حفاظت میں لگایا جائے ورنہ مریض کی حالت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے امکانی حد تک حفاظت قوت کی جائے۔

جب مرض انتہا کو پہنچ جائے اور اس میں وقوف و سکون پیدا ہو جائے تو اس کے استفراغ کی طرف توجہ کی جائے اور اسباب مرض کو جڑ سے کھودنے کی کوشش کرے اور جب انحطاط کا وقت آجائے تو یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس دشمن کی سی ہے۔ جس کی قوت ختم ہو جائے اور وہ بالکل نہبتا ہو تو اس کا گرفتار کرنا آسان ہوتا ہے۔ اور جب وہ بھاگ نکلے تو اس وقت گرفتاری اور اسے پکڑنے کے لیے اور بھی آسانی ہوگی۔ کیونکہ ابتداء ہی میں اس کی قوت حملے کے خطرات اور تیزی کے پیش نظر زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال مرض کے استفراغ اور اس کی قوت کا ہے۔

(۶۲) فصل

طریقہ علاج پر ایک بحث

ماہر طبیب تو وہی ہے۔ جو آسان ترین طریقہ علاج اختیار کرے کسی مشکل طریقہ علاج کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ بلکہ علاج سے قوی علاج کی طرف بتدریج چلنا چاہئے۔ جہاں مریض کی قوت ختم ہونے کا اندیشہ ہو۔ وہاں علاج کی ابتداء قوی ترین طریقہ سے کرنا چاہیے۔ معالجہ میں ایک ہی انداز پر نہیں رہنا چاہئے۔ کہ کہیں طبیعت دوا کی خوگر نہ ہو جائے۔ اور علاج دوا کے طریقہ سے متاثر ہی نہ ہو۔ معالج کو موسم کی سختی دیکھتے ہوئے قوی ادویہ تجویز نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ ممکن حد تک علاج بالغذاء سے کام لے شروع میں دوا کو ہاتھ بھی نہ لگائے اگر طبیب کو شک ہے۔ کہ مرض حار ہے۔ یا بار دو جب تک یہ بات طے نہ ہو جائے علاج میں پیش قدمی نہ کرے۔ اور جس دوا کا نتیجہ معلوم نہ ہو۔ یا اس کے اچھے برے کا اسے تجربہ نہ ہو۔ اس کو ہرگز استعمال نہ کرے۔ اور اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کئی بیماریاں ایک ساتھ ہوں تو ابتداء اس کا علاج کرے جس میں حسب ذیل تین باتوں میں سے کوئی خاص طور پر نہ ہو۔ اول یہ کہ دوسرے مرض کا اچھا ہونا اس کے اچھے ہونے پر موقوف ہو۔ مثلاً ورم و زخم ہو اس میں ورم کا علاج پہلے کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے مرض کا سبب ہو جیسے سدہ اور حمی عفنہ اس میں ازالہ سبب سے علاج شروع کرنا چاہئے۔

تیسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے کے مقابلہ میں اہم ہو۔ جیسے حاد و مزمن تو اس میں حاد کا علاج پہلے کرنا چاہئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دوسرے سے بے خبر نہ ہو اور جب مرض و عرض ایک ساتھ جمع ہوں تو مرض سے ابتدا ہونی چاہئے۔ ہاں اس صورت میں جبکہ عرض مرض سے قوی تر ہو۔ جیسے قولنج۔ کہ اس میں درد کو پہلے ختم کیا جائے پھر سدے کا علاج کیا جائے اگر یہ ممکن ہو کہ معالجہ بذریعہ استفرغ کے بجائے مریض کو بھوک روزہ یا نیند سے سکون ہو جائے تو ہرگز استفرغ نہ کیا جائے۔ اور اگر صحت کی حفاظت پیش نظر ہو تو حفاظت بالمثل کی جائے۔ اور اگر انتقال مرض بہتر ہو تو کسی

مخالف دوا سے اس کو منتقل کر دیا جائے۔

۱۔ قولنج آنت کی بیماری ہے۔ جس میں نہایت شدید درد ہوتا ہے۔ پاخانہ یا ریا ح کا ”گلدشتہ سے پیوستہ“ نکلنا اس مرض میں دشوار ہوتا ہے۔

(۶۵) فصل

متعدی امراض اور متعدی مریضوں سے بچنے کے بارے میں ہدایات نبوی

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

أَنَّهُ كَانَ فِي وَفْدٍ ثَقِيفٍ رَجُلٌ
مَحْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ
فَقَدْ بَايَعْنَاكَ ☆
بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد
آپ کے پاس آیا تھا اس میں
ایک مجذوم شخص تھا آپ نے اس
کو کہلا بھیجا اب تم لوٹ جاؤ ہم
نے تم سے بیعت کر لی اب رکنے
کی ضرورت نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث تعلیقاً نقل کی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِرٌّ مِّنَ
الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِّنَ
الْأَسَدِ ☆ ۲
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مجذوم سے دور رہو جیسا کہ تم شیر
سے خود کو دور رکھتے ہو۔

سنن ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْذُومِينَ ☆ ۳
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 مجذومیوں کی طرف ٹکلی باندھ کر
 برابر دیکھتے نہ رہو۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے۔
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورَدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ ☆ ۴
 ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی
 مرض پیدا کرنے والا کسی
 تندرست کے پاس نہ ٹپک
 پڑے۔

آپ کے بارے میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ
 كَلَّمَ الْمَجْذُومَ وَبَيَّنَكَ
 وَبَيَّنَهُ قَيْدَ رُمَحٍ أَوْ رُمَحِينَ ☆
 آپ نے مجذوم سے گفتگو فرمائی
 آپ اور اس جذامی کے مابین
 ایک یا دو نیزہ کا فاصلہ تھا۔

جذام

ایک خراب بیماری ہے۔ جو بدن میں مرة مرة سوداء کے پھیلنے سے پیدا ہوتی
 ہے۔ جس سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ تمام اعضاء کا مزاج ان کی شکل و صورت
 بگڑ جاتی ہے۔ اور جب یہ بیماری عرصہ تک رہ جاتی ہے۔ تو اس کے تمام اعضاء ہر گل
 جاتے ہیں۔ اور ریختہ ہونے لگتے ہیں۔ اسے داء الاسد کہتے ہیں۔

اطباء اس کے داء الاسد رکھنے کی تین وجہیں بتاتے ہیں۔

اول۔ یہ بیماری کثرت سے شیر کو ہوتی ہے۔

دوم۔ اس بیماری کی وجہ سے مریض کا چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ اور اس کی شکل شیر کے

رنگ و روپ کی ہو جاتی ہے۔

سوم۔ جو اس کے پاس جاتا ہے۔ اسے پھاڑ کھاتا ہے۔ یا جو اس سے قریب ہوتا ہے اس کی بیماری کی وجہ سے اس میں شگاف لگتی ہوتی ہے۔

اطباء کے نزدیک یہ بیماری متعدی اور نسلی طور پر وراثتاً چلنے والی ہے۔ اور جو آدمی مجذوم کی قریب رہتا ہے۔ یا مسلول کے قریب رہتا ہے۔ وہ اس کے سانس کے اثر سے متاثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت پر کمال شفقت اور غیر معمولی جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے امت کے ہر فرد کو ایسے اسباب اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ جن سے امت کا کوئی فرد فساد و عیب جسمانی و قلبی میں مبتلا ہو جائے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ کبھی بدن میں اس بیماری کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہوتی ہے۔ اور وہ اسی استعداد و آمادگی کی بنیاد پر بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت میں غیر معمولی سرعت انفعال اور اس میں قریب اور متصل رہنے کی وجہ سے جسم کی اچھائی برائی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس لئے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے۔ کبھی ذہن پر اس کا خوف و خطرہ اس طرح مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ہر وقت واہمہ اس خطرہ کو سامنے لاتا رہتا ہے۔ اور یہی واہمہ اس بیماری کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہم اعضاء اور طبیعتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ کبھی بیمار کے سانس کی بوتندرست تک پہنچتی ہے۔ تو اسے بیمار کر دیتی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بعض بیماریاں صرف مریض کی سانس سے تندرست کو مریض بنا دیتی ہیں۔ اور تعدیہ کے اسباب میں سے ہوا بھی ایک سبب ہے۔ ان سب کے باوجود بدن میں متاثر و منفعل کرنے والی استعداد اور اس استعداد کے قبول کرنے کی صلاحیت کا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ۔

قَدْ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً فَلَمَّا أَرَادَ الدُّخُولَ بِهَا وَجَدَ بِكُشْحَهَا بَيَاضًا فَقَالَ الْحَقِّي بِأَهْلِكَ ☆

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کی جب آپ نے اس کے ساتھ مباشرت کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس کے پہلو پر ایک سفید داغ دیکھا آپ نے فوراً فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں چلی جاؤ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ احادیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر احادیث کے معارض ہے جو اس کا ابطال کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ ۸ کی یہ حدیث ہے جس کو ترمذی نے روایت کی ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْدُومٍ فَأَدْخَلَهَا مَعَهُ فِي الْقُصْعَةِ وَقَالَ قُلْ بِسْمِ اللَّهِ ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكَّلًا عَلَيْهِ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے کھانے کی پیٹ میں لگا کر فرمایا کہ خدا کا نام لے کر اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔

دوسری حدیث صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا عَدُوَّ وَلَا طَبِيرَةَ ☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوت چھات اور پرند فالی اسلام میں ممنوع ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے احادیث صحیحہ کے درمیان کوئی تعارض ہی نہیں اس لئے کہ اگر تعارض ہوتا تو کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں

میں سے ایک یا تو وہ اللہ کے رسول سے ثابت ہی نہیں لیکن راویوں سے باوجود ثقہ ہونے کے غلطی ہوگئی اس لئے کہ ثقہ سے بھی تسامح ہو سکتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری کی ماسخ ہوا اگر نسخ تسلیم کر لیا جائے یا سامع کے فہم و ادراک کی بنیاد پر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ جو رسول خداؐ کے خود کلام میں نہ تو ان تینوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی۔

اس لئے کہ ایسی دو صریح صحیح متناقض حدیثیں جو ایک دوسرے کے لیے ماسخ و منسوخ نہ ہوں پورے ذخیرہ احادیث میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا نخواستہ اسی نبی صادق و مصدوق کے کلام میں جن کی زبان مبارک سے کبھی حق و صداقت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں نکلی حقیقت میں سارا قصور منقول کے رتبہ کے نہ سمجھنے اور صحیح و معلول کے درمیان تمیز نہ ہونے کی ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا رسول خدا کی مفہوم و مراد کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر ہے۔ یا پیغمبر ﷺ کی گفتار کو آپ کے قصد کے علاوہ سے تعبیر کرنے سے ہوایا یہ دونوں ہی باتیں ہوں اور اسی کی وجہ سے اختلاف و فساد پیدا ہوا ہو۔

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ”اختلاف الحدیث“ میں دشمنان حدیث اور محدثین کی حکایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے کہا تم لوگوں نے پیغمبر خدا سے دو متناقض حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک طرف تو یہ حدیث لاعدوی و لاطیرۃ ہے دوسرے یہ کہ آپ سے کہا گیا کہ حضور والا ابتدائی خارش کے آبلے اونٹ کے ہونٹ پر پڑتے ہیں۔ جس سے دوسرے اونٹ کو چھوت لگ جاتی ہے۔ اور وہ بھی خارش ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے پہلا اونٹ جو خارش تھا اس کو کس کی چھوت لگی تھی؟ یہ حدیثیں چھوت چھات، عدوی کے غلط ہونے کے سلسلہ میں تھیں۔ دوسری طرف تم نے روایت کی۔

لَا يُورِدُ دُؤْعَاهُ عَلَى مُصِحِّ
 وَفَرَمِنَ الْمَجْدُومِ فِرَاذَكَ
 کہ تندرست کے پاس بیمار کو نہ
 پھٹکنے دو۔ اور مجزوم سے اس طرح
 بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے
 مِنَ الْأَسَدِ ☆

ہو۔

اور یہ روایت بھی کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مجزوم بعیت
 اسلام کے لیے آیا۔ آپ نے اسے بعیت کا پروانہ عطا کر کے فرمایا کہ بس اب تمہیں
 رکنے کی ضرورت نہیں فوراً واپس جاؤ اسے خدمت میں حاضری کی اجازت نہ دی۔
 دوسری جگہ فرمایا۔

الشُّومُ فِي الْمَرْأَةِ وَالذَّارِ
 وَالذَّابَّةِ ☆
 نحوست عورت گھر اور چوپائے میں
 ہوتی ہے۔

یہ ساری احادیث ایک دوسرے کے معارض و متناقض ہیں۔

ابو محمد نے بیان کیا کہ آئیے سمجھئے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان
 احادیث کے معنی میں۔ وقت اور مقام کی رعایت کی گئی ہے۔ تو جب اس کے مقام و
 وقت کو مد نظر رکھا جائے گا تو اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔

چھوت دو طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) جذام کی چھوت مجزوم کی سانس کی بدبو کی شدت سے جو آدمی مجزوم کے
 ساتھ رہتا ہے۔ یا وہ عورت جو مجزوم کے نکاح میں ہو۔ ایک ہی بستر میں مجزوم کے
 ساتھ سوتی بیٹھتی ہے تو وہ بیماری اس پر بھی اثر کر جاتی ہے۔ بسا اوقات دیکھنے میں آیا
 کہ اس کے اثر سے اس کو بھی جذام ہو گیا۔ ایسے ہی اس کے بڑھاپے کے وقت میں
 ان کی اولاد کو بھی یہ بیماری اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح جس کو سل دق یا
 خارش کا مرض لاحق ہو۔ اسی لئے اطباء و مسلول و مجزوم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع
 کرتے ہیں۔ اس کو یہ لوگ چھوت نہیں کہتے بلکہ اسے تبدیلی ہو اسے تعمیر کرتے ہیں۔

اسی لئے جس کے ناک میں اس کی ہوا برابر پہونچتی رہتی ہے۔ وہ اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اطباء برکت و نحوست پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی طرح اونٹوں کا خارش ہونا کہ ان کو جو بیماری ہوتی ہے۔ وہ ترنم کی خارش ہے۔ جب ایک اونٹ دوسرے سے ملتا ہے۔ اور اسے رگڑتا ہے یا اونٹ کے باندھنے کی جگہ میں رہتا ہے تو تری کی وجہ سے اونٹ کے زخم سے جو رطوبت رہتی ہے۔ دوسرے اونٹ تک پہونچتی ہے۔ اور اس سے وہ آبلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو خارش زدہ اونٹ میں تھا۔ آپ کے فرمان کا یہی مقصد ہے۔

لَا يُورِدُ دُوعَاهٍ عَلَى
مُصِحٍ ☆
کہ بیمار کو صحت مند کے پاس
پھٹکنے نہ دو۔

بیمار کا صحت مند کے ساتھ گھل مل کر رہنا آپ کو ناپسند تھا کہ کہیں اس کو اس کی رطوبت متاثر نہ کر دے اور خارش یا آبلہ کا شکار نہ ہو جائے۔

چھوت کی دوسری قسم طاعون ہے۔ جو کسی آبادی میں پیدا ہوتا ہے۔ تو چھوت کے اندیشہ سے اس شہر کو لوگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا وَقَعَ بِلَدٍ وَأَنْتُمْ بِهِ فَلَا
تَخْرُجُوا مِنْهُ وَإِذَا كَانَ بِلَدٍ
فَلَا تَدْخُلُوهُ ☆

جب کسی شہر میں طاعون پھیل جائے اور پہلے سے تم وہاں موجود ہو تو چھوت کے اندیشہ سے وہاں سے نہ نکل بھاگو اور اگر کہیں طاعون کی وباء سننے میں آئے تو اس جگہ تم نہ جاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس شہر سے جس پر یہ وباء مسلط ہے بھاگ نکلو تو کیا تم بھاگنے سے تقدیر الہی سے نجات پا جاؤ گے اور جس شہر میں یہ ہو اس میں داخل نہ ہونے

کا مطلب یہ ہے جہاں طاعون نہیں ہے۔ وہاں تم بڑے سکون و اطمینان سے ہو وہاں روزی بھی میسر ہے۔ اسی طرح کی حدیث کہ عورت کی نحوست اور گھر کی نحوست بھی ہے کہ آدمی کو اس کے آنے کے بعد اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو فوراً کہہ اٹھتا ہے۔ کہ یہ اسی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ آپ کے فرمان ۱۱ ”لاعدوی“ سے مراد اسی قسم کا عدوی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ آپ کا مجذوم وغیرہ سے بچنے کا حکم بطور استخبار و اختیار کے ہے۔ اور ان کے ساتھ آپ کا کھانا جواز کے لئے ہے۔ اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں ہے۔

ایک اور جماعت نے یہ بیان کیا کہ ان دونوں خطاب سے آپ کا مقصد جزئی ہے نہ کہ کلی ان دونوں جو جس حکم کے مناسب تھا اس کو پیغمبر خدا نے اسی حکم کے ساتھ مخاطب فرمایا بعض لوگوں میں ایمان و اعتقاد کی قوت غیر معمولی ہوتی ہے۔ اور خدا پر ان کا توکل بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ یہی اعتقادی و توکل قوت ان میں قوت دفاع پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے چھوت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اسی طرح طبیعت کی غیر معمولی قوت مرض کی طاقت کا مقابلہ کر کے اس کو ختم کر دیتی ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ اس کا دفاع کر کے اس کو جڑ سے ختم کر دیں۔ اسی لئے ان دونوں احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد امت کی ہر طرح حفاظت فرمائی ہے۔ تاکہ امت اپنے لئے آسان طریقہ اور مناسب راستہ اختیار کرے یہ دونوں احکام بالکل صحیح ہیں۔ ایک مومن قوی کے لئے اور دوسرا طریقہ تحفظ کا ضعیف الاعتقاد مومن کے لئے ہے یعنی جو مومن کہ اس کا ایمان و اعتقاد و توکل ہی کافی ہے۔ لیکن جس کا اعتقاد کمزور اور توکل کی قوت اس میں معمولی ہو اس کو احتیاط و تحفظ کی راہ اختیار کرنی چاہئے تاکہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک کے لیے سنت سے تمسک اور حکم رسول اللہ سے تعلق کی راہ باقی رہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے داغ لگوایا اور اس سے اجتناب کرنے والوں کی تعریف کی اس کا چھوڑنا تو کل کی بنیاد پر تھا۔ اسی طرح آپ نے طیرہ کو بھی ناپسند فرمایا اس طرح کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔ یہ ایک عمدہ طریقہ فہمائش ہے۔ جس نے اسے اختیار کر لیا اس کا پورا حق ادا کر دیا اسے خدا کی طرف سے سمجھ عطا ہوئی۔ اسے خوف سمجھا اور ان تمام تعارضات کو اس کے سامنے آئے سنت صحیح کی روشنی میں اس کو دور کیا۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے بچنا اور دور بھاگنا انسانی فطرت ہے۔ ہمیشہ انسان طبعی طور پر ملامت، مخالفت اور سانس کی بدبو کے صحیح و تندرست کی طرف انتقال کرنے کو بیماری تسلیم کرتا ہے۔ جو اکثر باہمی میل جول، ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کا کچھ دیر معمولی مقدار مجذوم کے ساتھ کھانا کسی ضروری مصلحت کے پیش نظر تھا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ چھوت ایک مرتبہ یا ایک سیکنڈ کی مخالفت سے نہیں ہوتی۔

اس لئے کہ آپ کا یہ فرمانا اس کے ذریعہ عدویٰ کو روکنے اور صحت کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور آپ کا میل جول کسی ضرورت و مصلحت کے تقاضے کی بنیاد پر تھا۔ لہذا ان دونوں احکام کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

ایک دوسری جماعت نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا ممکن ہے۔ کہ اس کا جذام اس حالت یا اس قسم کا رہا ہو جس کا اثر نہ ہوتا ہو۔ اس لئے کہ تمام جذام ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ان سے چھوت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض جذامی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نقصان دہ نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ اسے چھوت ہوتی ہے۔ یعنی وہ ابتدائی مرحلہ میں ہو۔ یا اس کا جذام آگے نہ بڑھا ہو۔ بلکہ جہاں جس حال میں ہو اسی پر برقرار ہو اور جسم کے باقی اجزاء تک سرایت نہ کر سکا ہو۔ تو جب وہ جسم کے بعض حصوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہو۔ اور اس کا اثر ممتد نہ ہو سکا تو جو لوگ اس کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں ان پر اس کا اثر کیسے ہو سکتے ہے؟

ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دور جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ تعدیہ جن امراض میں ہوتا ہے وہ چھوت بالطبع ہے۔ خالق کائنات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس عمل سے اس غلط اعتقاد کا ابطال مقصود تھا۔ چنانچہ آپ نے مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا تا کہ سب پر یہ بات واضح ہو جائے کہ خدائے پاک ہی مریض کرتا ہے۔ اور وہی شفاء دیتا ہے۔ اور مجذوم سے ملنے جلنے اور قریب ہونے سے جو روکا یہ اس لئے تا کہ واضح ہو جائے کہ اس خیر کو خدا نے ان کے سببات کی جانب منھسی بنا رکھا ہے آپ کی اس ممانعت میں اسباب کا اثبات ہے اور آپ کے اس فعل میں اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ چیز کسی کے ساتھ مستقل طور پر نہیں ہوتی بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ اس کی قوت کو سلب کر لے پھر ساری تاثیر ختم ہو جائے اور جب چاہے تو اس کی تاثیر باقی رکھے جو پورے طور پر اثر انداز ہو۔

ایک اور جماعت نے بیان کیا کہ ان تمام احادیث میں کچھ نسخ اور کچھ منسوخ ہیں اس لیے ان کی تاریخ پر پہلے نظر کی جائے گی، اگر ایک حدیث دوسری سے متاخر ہو تو یہ تسلیم کر لیں کہ پہلی منسوخ اور دوسری نسخ ہے۔ ورنہ پھر ہمیں خاموش رہنا پڑے گا۔ ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان احادیث میں سے بعض محفوظ اور بعض غیر محفوظ ہیں اور ”لاعدوی“ والی حدیث میں کلام کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث کو شروع میں ابو ہریرہ نے روایت کیا مگر انھیں بعد میں کچھ شک ہوا کہ میں نے جو بیان کیا ہے۔ وہ درست ہے یا نہیں۔ اس لئے آپ نے اس حدیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے ان کی طرف رجوع کر کے دریافت کیا کہ ہم نے آپ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کیا آپ اسے بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے اس کے بیان کرنے سے انکار کیا۔

اس لئے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ مجھے پتہ نہیں کہ ابو ہریرہ بھول گئے یا دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ اور دوسری نسخ ہو گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذومی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی پلیٹ میں اپنے ساتھ اس کو داخل کیا ایسی حدیث ہے جس کا نہ ثبوت ہے اور صحت ہے اور ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی تصحیح کی اور نہ تحسین اور شعبہ وغیرہ نے کہا کہ ان غرائب سے بچنا ضروری ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا فعل ذکر کیا گیا ہے۔ جو زیادہ ثابت ہے۔ اس سلسلے میں یہ دونوں حدیثیں جن کا احادیث نہیں سے معارضہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث جس سے حضرت ابو ہریرہ کا رجوع اور انکار موجود ہے۔ اور دوسرے کی صحت بھی معرض بحث ہے ”کتاب الفتوح“ ۱۲ میں اس مسئلہ پر پورے طور پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

۱۔ امام مسلم نے ۲۲۳۱ فی السلام باب اجتنب المجذوم ونحوہ کے ذیل میں اسکو ذکر کیا ہے۔

۲۰ امام بخاری نے ۱۰/۳۲۱ فی الطب المجذوم میں بیان کیا ہے جو یوں ہے۔ عن عفان عن سلیم بن حیان عن سعید بن میناء قال سمعت اباهریرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفرو فر من المجذوم كما تفر من الاسد ابو هريرة کو میں نے کہتے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چبوت چجات قال: مردوں کی روح اور صفر کی نحوست کچھ نہیں ہے اور مجذوم سے اس طرح دور رہو۔ جیسے شیر سے دور رہتے ہو۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ عفان مسلم الصغار کے لڑکے اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں۔ لیکن امام بخاری نے ان کی اکثر احادیث باہر اسطہ بیان کی ہیں۔ اور بخاری کی یہ حدیث ان تعلقات میں سے ہے۔ جس کا وصل انہوں نے کسی دوسری جگہ نہیں کیا۔ ابو نعیم کا خیال ہے کہ انہوں نے بلا روایت کے تخریج کر دی ہے۔ یہ حدیث ابن صلاح کے طریق سے موصول ہے۔ ابو نعیم نے اسے ابو داؤد طیالسی کے طریق سے موصول کیا ہے۔ اور ابوقتیہ ”گذشتہ سے پوچھتے“ مسلم بن قتیبہ کے طریق سے اور ان دونوں نے سلیم بن حیان عفان کے شیخ سے لیا ہے۔ عمرو بن مرزوق کے طریق سے بھی تخریج کی ہے۔ لیکن یہ تخریج بھی سلیم سے موقوف ہے۔ اس کی تخریج اسماعیلی نے نہیں کی ہے۔ ابن خزیمہ نے بھی اسے موصول قرار دیا ہے۔

۳۰ ابن ماجہ نے ۳۵۴۳ فی الطب میں باب المجذوم کے تحت اور احمد نے ۲۰۷۲ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے۔

۳۱ امام بخاری نے ۱۰/۲۰۶ فی الطب کے باب لا هامة دباب لا عدوى میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۲۲۱ فی السلام کے باب لا عدوى ولا طيرة میں اس کو نقل کیا ہے۔ مرض۔ ایسا شخص جس کا کوئی اونٹ بیمار ہو۔ ”صحیح“ جس کے اونٹ تندرست ہوں۔

۵۔ اس حدیث کی تخریج عبد اللہ امام احمد نے ۸۷/۱ میں حدیث علی کے تحت کیا ہے۔
 اس کی سند میں فرج بن فضالہ نام کا ایک راوی ضعیف ہے۔ جیٹھی نے ”مجمع“
 ۱۰/۵ میں اس حدیث کو نقل کیا اور فرج بن فضالہ کی وجہ سے اس کو معطل قرار دیا۔
 اسی باب میں ابو العلیٰ طبرانی کے نزدیک حسین بن علی کی بھی روایت پائی جاتی
 ہے۔ ابو العلیٰ کی سند میں فرج بن فضالہ اور طبرانی کی سند میں صحیحی حمانی ضعیف
 راوی ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ اس بیماری کو داء الاسد بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس
 بیماری کی وجہ سے بیمار کا چہرہ شیر کی طرح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس بیماری کی وجہ سے
 چہرے پر چھوٹے چھوٹے ورم اور گمڑیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس بیماری میں
 اطراف کے اعصاب کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس طرح مریض کے
 اطراف بالا و زیریں کی قوت حس ابتداء ختم ہو جاتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ انگلیاں کٹ
 کر گرنے لگتی ہیں۔ یہ متعدی امراض میں سے ہے۔ اس کا تعدیہ سانس کے
 ذریعہ عرصہ تک ساتھ رہنے کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اور اب تو تمام جذام کے
 مریضوں کو مخصوص ہسپتالوں میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ اس مرض کی روک تھام کی
 جاسکے۔ اور مرض زیادہ نہ پھیل سکے۔

۷۔ احمد نے ۴۹۳/۳ میں حدیث کعب بن زید یا زید بن کعب کے تحت نقل کیا ہے۔
 اس کی سند میں جمیل بن زائد طائی ہیں جن کو بہتوں نے ضعیف قرار دیا دیکھئے
 تعجیل المنعوتہ

۸۔ درحقیقت حدیث عبد اللہ بن عمر غلط ہے۔ سنن ترمذی ۱۸۱۸ فی الاطعمہ کے باب
 مساجء فی الاکل مع المجدوم کے تحت یہ حدیث مذکور ہے۔ ابو داؤد نے
 ۳۹۲۵ فی الطب کے باب الطیرۃ ہیں۔ اور ابن ماجہ نے ۳۵۴۲ فی الطب کے
 باب الجذام میں نقل کیا ہے۔ یہ ساری حدیث جابر بن عبد اللہ سے ماخوذ ہیں۔
 اس کی سند میں فضل بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو محدثین نے مناکیر
 میں شمار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ جو آگے آئے گی۔

۹۔ امام احمد نے ۲/۳۲۷ میں حدیث ابو ہریرہ سے اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۰۔ امام مالک نے اس کی تخریج ۲/۹۷۷ میں اور بخاری نے ۹/۱۱۸ میں فی النکاح کے باب ما تبتی من شوم المرأة کے تحت کیا ہے۔ مسلم نے ۲۲۲۵ فی السلام کے باب الطيرة والقال ”گذشتہ سے پوسٹہ“ دیا کیون فیمن الشوم کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے ۲۸۲۵ میں حدیث عبد اللہ بن عمر سے تخریج کی ہے۔ بخاری کی تخریج میں الفاظ یوں ہیں۔ ان كان الشوم فی شیء ففی الدار والمرأة والفرس کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھر عورت اور گھوڑے میں ہے۔ بخاری نے اس کی تخریج ۹/۱۱۸ میں مالک نے ۲/۹۷۷ میں مسلم نے ۲۲۲۶ میں سہل بن سعد ساعدی کی حدیث سے کی ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں ان كان الشوم فی شیء ففی الفرس والمرأة المسکین اور اس کی تخریج امام مسلم نے ۲۲۲۷ میں حدیث جابر سے یوں کی ہے۔ ان كان فی شیء ففی الربع والخادم والفرس ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ڈرنے کی ہوتی جس کی وجہ سے شر اور نحوست ہوتی تو یہ تمام چیزیں ہوتیں اس انداز پر نہیں جو عدوی اور طیرۃ کے سلسلہ میں جاہلیت کے معتقدات تھے تقدیر اسباب میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔ خطابي نے لکھا ہے کہ انسان عموماً گھر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ وہ معاشرت زوجہ سے الگ رہ سکتا ہے۔ اور نہ گھوڑے کی سواری اور اسے اپنے پاس رکھنے سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ ان تینوں پر بعض اوقات ناپسندیدہ باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اس لئے شوم ویمین کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے۔ محل وظرف کے اعتبار سے کو کہ اس کا صدوقضاء الہی سے ہوتا ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں عمر سے نقل کیا کہ میں نے ان سے اس کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ عورت کی نحوست بانجھ ہونا گھوڑے کی نحوست جہاد کے لیے نہ نکلنا اور گھر کی نحوست براہِ روستی کا ملنا ہے تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری ۶/۴۸۴۵۔

۱۱۔ تاویل مختلف الحدیث ۱۰۲/۱۰۴۔

(۶۶) فصل

محرمات سے علاج پر پابندی کے بارے میں ہدایت نبوی

ابوداؤد نے اپنی سنن ابوداؤد میں حدیث ابودرداءؓ کا یوں ذکر کیا ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالذَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوُوا وَلَا تَدْرُوا بِالْمُحَرَّمِ ☆

ابودرداءؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا الداء والذواءؓ کو جو دواؤں کی دوا دونوں ہی نازل فرمائی ہیں۔ اور ہر بیماری کے لئے دوا بھیجی اس لئے دوا کرو مگر

محرمات سے دوا نہ کرو۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيَمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ☆

آپ نے فرمایا کہ خدا نے تمہارے لئے حرام کردہ چیزوں میں شفاء نہیں رکھی۔

اور سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ ☆

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسولؐ خدا نے خبیث دواء سے منع فرمایا۔

صحیح مسلم میں طارق بن سویدؓ سے مروی یہ حدیث مذکور ہے۔

اَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَتَهَاؤُ
 أَوْ كَرِهَهُ أَنْ يَصْنَعَهَا فَقَالَ إِنَّمَا
 أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ إِنَّهُ
 لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهُ دَاءٌ ☆ ۴

طارق بن سویدؓ نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب
 سے متعلق دریافت کیا تو آپ
 نے اس سے منع کیا یا اس کے تیار
 کرنے کو ناپسند فرمایا انہوں نے
 عرض کیا کہ میں اسے دوا کے لئے
 تیار کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ
 وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

اور سنن میں ہے۔

اَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ يُجْعَلُ فِي
 الدَّوَاءِ فَقَالَ إِنَّهَا دَاءٌ
 وَلَيْسَتْ بِالدَّوَاءِ ☆ ۵

آپ سے شراب کے بارے میں
 دریافت کیا گیا جس میں دوا تیار
 کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ
 وہ بیماری ہے۔ دوا نہیں ہے۔

اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔
 صحیح مسلم میں طارق بن سویدؓ سے روایت منقول ہے۔

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَأْرَضَنَا
 أَغْنَابًا نَعْتَصِرُهَا فَنَشْرِبُ
 مِنْهَا فَقَالَ لَا . فَرَأَجَعْتُهُ قُلْتُ
 إِنَّا نَسْتَشْفِي لِلْمَرِيضِ قَالَ
 إِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِشِفَاءٍ
 وَلَكِنَّهُ دَاءٌ ☆ ٦
 طارق بن سوید حضرمی نے آپ
 سے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا
 ہمارے یہاں انگور کی کثرت
 ہے۔ ہم اسے نچوڑ کر شراب بنا
 لیتے اور پیتے ہیں۔ آپ نے
 فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ پھر میں
 نے دوبارہ کہا کہ ہم مریض کی
 شفاء کے لیے اسے استعمال
 کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
 یہ شفاء نہیں ہے۔ بلکہ بیماری
 ہے۔

سنن نسائی میں یہ حدیث مذکور ہے

إِنَّ طَبِيبًا ذَكَرَ صَفْدًا عَافِي
 دَوَاءٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهَاةً عَنْ
 قَتْلِهَا ☆ ٧
 ایک طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے پاس دوا میں مینڈک کا
 ذکر کیا تو آپ نے اس کے
 مارنے سے منع فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت ہے۔

أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَدَاوَى بِالْخَمْرِ
 فَلَا شِفَاءَ اللَّهُ ☆ ٨
 آپ نے فرمایا جس نے شراب
 کے ذریعہ علاج کیا خدا اسے شفا
 نہ دے۔

حرام کردہ چیزوں کے ذریعہ معالجہ شرعاً اور عقلاً فتیح ہے۔ شرعی طور پر اس کی
 قباحت کے سلسلے میں احادیث بیان کر دی گئیں ہیں۔ لیکن عقلاً تو اللہ تعالیٰ نے اسے

اس کی خباثت کی بنیاد پر اسے حرام قرار دیا اس امت پر کوئی پاکیزہ چیز بطور سزا حرام نہیں کی گئی جیسا کہ بنی اسرائیل پر بطور عقوبت حرام قرار دیا تھا۔ قرآن نے بیان کیا۔

فِظْلَمِ مِّنَ الَّذِينَ هَادُواْ
أَحْرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَيْبَاتٍ
طَيِّبَاتٍ كُوجَوَانِ كِلَ لَئِىَ حِلَالٍ
أُحِلَّتْ لَهُنَّ ☆ (نساء: ۱۵)

اس امت محمدیہ پر جو بھی چیز حرام ہوئی اس کی خباثت کی وجہ سے حرام ہوئی۔ اور اس کا حرام قرار دینا ان کے حق میں تحفظ اور بچاؤ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت ان خبیث چیزوں کو کھالے۔ اس لئے ایسی چیزوں کے ذریعہ بیماری سے شفا حاصل کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ حرام چیز سے ازالہ مرض تو ہو جاتا ہے۔ اور اس میں موثر بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس کے استعمال سے بہت سے امراض دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے خبث کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس مرض سے نجات کے بدلے اس سے بڑا مرض دل میں پیدا ہو جائے۔ ایسا معاملہ کچھ بہتر نہ ہوگا۔

مزید برآں آپ کا کسی چیز کو حرام قرار دینے کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الامکان اس سے بچا جائے۔ اور اس سے دور ہی رہا جائے اس حرام کردہ چیز کو بطور دوا استعمال کرنا ایک طرح کی ترغیب اور اس سے قربت و تعلق کی دلیل ہے۔ اور یہ چیز شارع علیہ السلام کے مقصود کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہے۔ پھر نص سے بھی ثابت ہو گیا کہ جو چیز شرعاً حرام ہے۔ وہ دوا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ بیماری ہے۔ جس کی وضاحت شارع علیہ السلام نے کر دیا ہے۔ اس لئے اس کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اس کا استعمال طبیعت و روح دونوں میں خباثت پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ طبیعت ہمیشہ دوا کی کیفیات سے متاثر ہوتی ہے۔ جب دوا کی کیفیت خبیث ہوگی تو طبیعت پر بھی اس کی خباثت اثر انداز ہوگی۔ اور جو چیز فی نفسہ خبیث ہو اس سے خبث کا اثر نہ ہو یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر

خبیث غذا و مشروب اور خبیث ملابس کو حرام قرار دیا ہے۔ تاکہ ان چیزوں کے استعمال سے کسی میں خباثت کی صفت نہ پیدا ہو جائے۔

مزید برآں ان محرمات کے ذریعہ علاج کی اجازت و اباحت بالخصوص جبکہ نفس انسانی کا میلان محرمات کی جانب ہو شہوت و لذت کا حرام دروازہ کھولتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ لوگ جانتے ہوں کہ یہ محرمات نفع بخش ہیں اور ان میں امراض کے ازالہ اور شفاء کا نسخہ موجود ہے۔ تو اس سے ان کے استعمال کی خواہشات غیر معمولی طور پر ابھرے گی۔ اور شارع علیہ السلام ممکن حد تک اس کا سد باب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محرمات کے استعمال کے سد باب کرنے اور اس کے دروازے کے کھولنے کے درمیان تناقص و تعارض ہے۔

یہ حرام کردہ دوا ہمارے گمان کے مطابق بھی شفاء کا ذریعہ نہیں ہے۔ بالفرض مان بھی لیں تو آپ دیکھ بھی لیں کہ شراب میں شفاء کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا اس لئے کہ شراب حرکت عقل و دماغ کے لئے بہت زیادہ ضرر رساں ہے۔ اس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے۔ اور فقہاء متکلمین کی ایک بڑی جماعت بھی اس کے شفاء ہونے کی منکر ہے۔ بقراط نے امراض حارہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شراب کا سب سے زیادہ ضرر دماغ پر پہونچتا ہے۔ کیونکہ اس کا ارتقاع بخار کی شکل میں دماغ کی طرف سرعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس ارتقاع کی وجہ سے اخلاط جو بدن میں مرتفع رہتے ہیں۔ وہ مزید مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دماغ کو نقصان پہونچتا ہے۔

”الکامل“ کے مصنف نے لکھا ہے کہ شراب کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دماغ اور اعصاب دونوں کو نقصان پہونچاتی ہے۔ شراب کے علاوہ دیگر محرم دوائیں دو قسم پر ہوتی ہیں۔

قسم اول

جو نفس کو ناپسند ہوتی ہے۔ اور طبیعت اس کی موافقت کے لئے آمادہ نہیں ہوتی کہ

مرض کا دفاع کرے جیسے زہر سانپ کے گوشت اور اسی طرح کی دوسری ناپسندیدہ چیزیں جو طبیعت پر بار ہوتی ہیں۔ اور استعمال کے بعد مزید گرانی پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح انہیں دوا نہیں بلکہ بیماری کی حیثیت حاصل ہے۔

دوسری قسم

جس کو نفس ناپسند نہیں کرتا جیسے وہ شراب جو عام طور سے حاملہ عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ اس کا استعمال اس کے نفع سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ اور عقلاً بھی اس کی تحریم مناسب ہے۔ عقل اور فطرت اس سلسلہ میں ہمیشہ شریعت کی ہمنوا رہی ہیں۔ اس سے اس نکتہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ محرمات سے کبھی بھی شفاء حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ کسی دوا کے ذریعہ شفاء کے حصول کی شرط یہ ہے کہ طبیعت اس کے موافق ہو۔ اور اسے قبول کرتی ہو۔ اور دل میں اس کی منفعت کا اعتقاد راسخ ہو اور محرمات میں اللہ تعالیٰ نے شفاء کی برکت نہیں رکھی ہے۔ اس لئے کہ نافع بابرکت ہوتی ہے۔ اور جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔ اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگوں میں جو بابرکت ہوتے ہیں۔ جہاں بھی جاتے ہیں۔ لوگ ان سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی سامنے ڈینی چاہئے کہ جب مسلمان کسی چیز کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔ تو اس کے اعتقاد برکت و منفعت کے درمیان اس کی حرمت کا اعتقاد حائل ہو جاتا ہے۔ اس کا حسن ظن متزلزل ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت کی قوت قبولیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے۔ اور جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا۔ محرمات اسکی نظر میں اتنی ہی زیادہ ناپسندیدہ ہونگی اور اس بارے میں اس کا اعتقاد اتنا ہی خراب ہوگا اور اسے طبعی طور پر اس سے بڑی گھٹن ہوگی ایسی حالت میں اگر اس نے اس حرام چیز کا استعمال کر لیا تو یہ اس کے لیے بیماری ہوگی نہ کہ شفاء اور نفع اسی وقت مرتب ہو گا۔ جب اس کی خباثت کا اعتقاد دل سے نکل جائے اور اس کا سوء ظن اور نفرت و ناپسندیدگی محبت و رغبت میں بدل جائے۔ یہ چیز ایمان کے منافی ہے۔ اس لئے جو

مومن ہوگا۔ اس کو ہاتھ ہی نہیں لگا سکتا۔ اور بفرض مجال اگر اس نے اسے استعمال بھی کیا تو یہ اس کے لئے شفاء نہیں بلکہ بیماری ثابت ہوگی۔

۱۔ ابو داؤد نے ۳۸۷۴ فی الطب کے باب فی الادویۃ المکروۃ کے تحت حدیث اسماعیل بن عباس سے اس کو نقل کیا ہے۔ جس کی سند یوں ہے۔ عن اسماعیل بن عیاش عن ثعلبۃ بن مسلم الخثعمی الشامی عن ابی عمران الانصاری ”گزشتہ سے پیوستہ“ عن ام الدرداء عن ابی الدرداء۔ اس حدیث کے تمام راوی بحر ثعلبہ بن مسلم کے سب ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ایک بڑی جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی شہادت حدیث ابو ہریرہ سے ہوگئی۔ جس کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ مصنف اس حدیث کو اس کے آگے پیش کریں گے۔

۲۔ بخاری نے ۶۸/۱۰ میں تعلیقاً فی الطب کے باب ”شراب الخلواء والعسل“ کے تحت نقل کیا ہے۔ قال ابن مسعود فی السکر ان اللہ لم يجعل شفاء کم فیما حرم علیکم‘ حافظ ابن حجر نے بیان کیا میں نے اس اثر کو ابو اند علی بن حرب الطائی عن سفیان بن عیینہ عن منصور عن ابی وائل سے روایت کیا ہے۔ جو یوں ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کو جسے خیشم بن عداء کہتے تھے پیٹ کی بیماری ہوئی۔ جس بیماری کو صفر کہتے ہیں تو اس کے لئے نشہ آور دو یعنی شراب مفید بتائی گئی۔ آپ نے ابن مسعود کے پاس دریافت کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا اس نے آ کر کے کہا تو انہوں نے بیان کیا اس حدیث کو اس کو ابن ابی شیبہ نے ”گزشتہ سے پیوستہ“ جریر عن منصور کے طریق سے روایت کیا اس کی سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ احمد نے اپنی کتاب ”کتاب الاشرۃ“ رقم ۱۳۰ میں اس کو بیان کیا طبرانی نے ”الکبیر“ میں ابو وائل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

۳۔ ابو داؤد نے ۳۸۷۰ میں ترمذی نے ۲۰۴۶ میں ابن ماجہ نے ۳۴۵۹ میں اور احمد نے ۲/۳۰۵ میں ۴۷۸ میں ذکر کیا اس کی سند قوی ہے۔

۴۔ مسلم نے ۹۸۴ فی الاثر بتہ کے باب تحریم القند او ی بالخر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۵۔ ابو داؤد نے ۳۸۷۳ فی الطب کے باب ماجاء فی الادویۃ المکتر وہنہ میں ذکر کیا ترمذی نے ۲۰۴۷ میں حدیث طارق بن سوید سے بیان کیا اس کی سند حسن ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن حبان نے ۱۳۷۷ میں اس کی تصحیح کی ہے۔

۶۔ مولف کو اس حدیث کو مسلم کی طرف منسوب کرنے میں وہم ہو گیا یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ منہ احمد ۳۱۱/۲ میں اور ابن ماجہ ۳۵۰۰ میں موجود ہے۔

۷۔ نسائی نے ۲۱۰/۷ فی الصيد کے باب المضغ کے تحت اور احمد نے ۳/۳۹۹۲۵۳ کے ذیل میں حدیث عبد الرحمن بن عثمان سے نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۸۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ”الجامع الصغیر“ میں اس کو ان الفاظ میں بیان کیا من تداوی بحرام کخمر لم يجعل الله له فيه شفاء اور اس کی نسبت ابو نعیم کی طرف ”الطب“ میں حدیث ابو ہریرہ سے کی ہے۔ اور اس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

(۶۷) فصل

سر کے جوں کے ازالہ اور اس کے علاج کے بارے میں

ہدایات نبوی

صحیح بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔

كَانَ بِيْ اَذَى مِنْ رَأْسِيْ
 فَحَمِلْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَالْقَمْلُ يَتَاَثَّرُ عَلٰى وَجْهِىْ
 فَقَالَ مَا كُنْتُ اَرٰى الْجَهْدَ قَدْ
 بَلَغَ بِكَ مَا اَرٰى ☆
 میرے سر میں تکلیف تھی لوگ
 مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں اٹھا کر لے گئے
 میرے سر میں اتنی جوئیں تھیں کہ
 چہرے پر ریگتی تھیں آپ نے
 فرمایا واقعی تم بڑی سختی اور اذیت
 میں ہو۔

وَفِي رَوَايَةٍ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّحْلِقَ
 رَأْسَهُ وَاَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ
 سِتَّةٍ اَوْ يَهْدِي شَاةً اَوْ يَصُومَ
 ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ☆
 دوسری روایت میں ہے کہ آپ
 نے اس کو سر کے بال منڈانے کا
 حکم دیا۔ اور فرمایا کہ (اس کے
 عوض) چھ آدمیوں کی ایک
 جماعت کو کھانا کھلائے یا ایک
 بکری ذبح کرے۔ یا تین دن
 روزے سے رہے۔

بدن میں یا سر میں جوں کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں۔ اس کا سبب خارج بدن
 سے ہوتا ہے۔ یا داخل بدن سے۔

خارج بدن سے ہونے والا سبب میل و کچیل جو تہہ بہہ جسم کے اوپر جم جائے اور
 دوسرا سبب غلط روی اور عفن جس کو طبیعت جلد اور گوشت کے درمیان پھینکتی ہے۔ تو یہ
 غلط روی رطوبت و موسیٰ سے ملکر مسامات سے نکلنے کے بعد بشرہ میں متعفن ہو جاتی
 ہے۔ جس سے جوں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عموماً مریض کی بیماری کے بعد یہ پیدا ہوتی
 ہے۔ اس لیے کہ بیماری کی وجہ سے میل کچیل کی کثرت ہوتی ہے۔ اور بچوں کے
 سروں میں زیادتی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں زیادہ ایسے رطوبات اور اسباب پائے

جاتے ہیں جن سے جوں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کو منڈایا تھا۔

اس کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ سرمونڈا دیا جائے تاکہ مسامات کھل جائیں۔ جس سے بخارات نکلتے ہیں۔ چنانچہ جڑیں کھلنے سے ردی بخارات نکل جائیں گے۔ اور مادہ خلط کمزور پڑ جائے گا۔ اور بہتر یہ ہے کہ سرمونڈا انے کے بعد جوں کو مارنے والی دوائیں اس پر لپ کی جائیں جس سے سر میں جوں کا وجود نہ رہے۔ سرمونڈا تین طرح سے ہوتا ہے۔ پہلی قسم مذرہ عبادت ہے اور دوسری قسم بدعت و شرک ہے۔ اور تیسری قسم ضرورت اور دوا ہے۔

پہلی صورت میں سرمونڈا حج و عمرہ میں سے کسی ایک میں واجب ہے۔ اور دوسری قسم میں غیر اللہ کے لئے سرمونڈا یا جائے جو کہ شرک ہے۔ جیسے کہ مریدین اپنے شیوخ کے نام پر سرمونڈا اتے ہیں۔ چنانچہ منڈا انے والا کہتا ہے کہ میں نے فلاں شیخ کے لئے اپنا سرمونڈا یا اور تم نے فلاں کے لئے سرمونڈا یا یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں کے لیے سجدہ کیا اس لئے کہ سر کا منڈا نا خضوع، عبادت اور انکساری ہے۔ اسی وجہ سے اس کو حج کا تہنہ قرار دیا گیا یہاں تک کہ امام شافعی کے نزدیک یہ حج کا ایک رکن ہے۔ جس کے بغیر حج پورا نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا کے سامنے سر جھکانا خضوع ہے۔ اس کی عظمت کا اقرار ہے اور اس عزت کے سامنے فروتنی و عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ اور یہ عبودیت کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ اسی وجہ سے عرب میں رواج تھا کہ جب وہ کسی قیدی کو ذلیل کرنا چاہتے اور اس کے بعد اس کو آزاد کرنے کا ارادہ رکھتے تو اس کا سرمونڈا کر اس کو رہا کر دیتے انہیں کے بعد کچھ ایسے شیوخ پیدا ہوئے۔ جو گمراہی کے دلال ہیں۔ اور خدا کی ربوبیت کے مخالف ہیں۔ جن کی مشیخت کی بنیاد شرک و بدعت پر قائم ہے۔ وہ اپنے مریدوں سے اپنی عبادت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے سرمونڈا نے کا ڈھونگ رچایا کہ مریدین ان کے نام پر

سرمنڈائیں جس طرح کہ ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور سجدہ کا مفہوم بدل کر یہ مفہوم اختیار کیا کہ سجدہ شیخ کے آگے سر جھکانے کا نام ہے۔ اور خدا کی قسم سجدہ صرف خدا کے آگے سر جھکانے کا نام ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے لیے مذرونیاز ماننے اور توبہ کرنے اور ان کے نام کی قسمیں کھانے کی رسم ایجاد کی یہ سب درحقیقت خدا کے علاوہ دوسرے کو خدا ماننے اور سجدہ کرنے کی تعلیم ہے۔

ارشاد باری ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ☆ (آل عمران ۷۸)

ایسا کوئی انسان کہ خدا اسے کتاب احکام خصوصی سے بذریعہ ملائکہ اور نبوت سے نوازے پھر وہ لوگوں سے کہے گا کہ خدا پرست بن جاؤ اس وجہ سے کہ تم کتاب اللہ کو پڑھتے اور پڑھاتے ہو نہ یہ (مناسب ہے) کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنے (حقیقی) رب بنا لو۔ کیا وہ تم کو مسلمان ہونے کے بعد کفر کی

تعلیم دے گا؟

عبادت میں سب سے مہتمم بالشان عبادت نماز ہے۔ جسے شیوخ، نام نہاد علماء اور جبارہ نے الگ الگ تقسیم کر لیا ہے۔ چنانچہ شیوخ نے سب سے اونچی تعظیم سجدوں کو اپنے لئے خاص کر لیا اور نام نہاد علماء نے رکوع پر اکتفا کیا جب ان میں سے ایک دوسرے سے ملتا ہے تو کورنش بجالاتا ہے۔ اور اس کو رکوع کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے سامنے رکوع کیا جاتا ہے۔ اور جبارہ نے صرف کھڑے ہونے کی تعظیم ہی کو سامان

آبرو سمجھا اس طرح سے کہ آزاد و غلام دونوں ہی بطور عبادت ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور خود جبارہ اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ان تینوں قسم کے افعال سے تفصیل کے ساتھ منع کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کھل کر اس کی مخالفت فرمائی اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے منع فرمایا جیسا آپ کا ارشاد ہے۔

لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُسْجِدَ
لِلْأَحَدِ کسی کو سجدہ کرے

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو سجدہ تعظیمی کیا تو آپ نے بڑی سختی سے اس کا انکار کیا اور فرمایا کہ ٹوٹو ۲ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام میں غیر اللہ کا سجدہ کرنا بوقت ضرورت بھی سراسر حرام ہے۔ اور جس نے بھی اسے غیر اللہ کے لئے جائز قرار دیا۔ اس نے خدا اور اس کے رسول کی توہین کی۔ اس لئے کہ یہ تو خالص قسم کی بندگی ہے اگر کوئی مشرک کسی انسان کے لئے اس کو جائز کہے تو اس نے غیر اللہ کے لئے عبودیت کو روا قرار دیا اور صاف طور سے حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے جیسے کسی دوسرے شخص سے ملتے وقت کو نش بجا لا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کیا ملاقات کے وقت اسے چٹالے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر دریافت کیا گیا کہ کیا اس سے مصافحہ کرے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں مصافحہ کرے ۳ سلام کرتے ہوئے جھکنا سجدہ ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کی صراحت ہے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (بقرہ ۵۸) اور مسجد کے دروازے میں جھک کر داخل ہو جاؤ۔ یعنی بانداز کو نش یا بحالت رکوع داخل ہو جاؤ اس لئے کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ممکن نہیں۔ اور تعظیم کے طور پر کھڑے ہونے سے ممانعت آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آدمی خود بیٹھا ہو۔ اور لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں۔ یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے۔ حتیٰ کہ نماز کی حالت میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اگر امام کسی عذر کی بناء پر

بیٹھ کر نماز پڑھے تو مصلیٰ بھی بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں۔ جبکہ وہ لوگ تندرست ہوں۔ اور ان کو کوئی عذر نہ ہوتا کہ اس کے بیٹھتے ہوئے لوگوں کے کھڑے ہونے میں تعظیم کا مفسدہ نہ پیدا ہو۔ حالانکہ یہاں قیام اللہ کے لئے ہے۔ جب اس کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر بندے کی تعظیم کے لئے اور اس کی بندگی کے واسطے کھڑے ہونے کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دین سے ناواقف گمراہ لوگوں نے خدا کی عبادت کا درجہ گھٹا دیا۔ اور اس میں ان مخلوق کو بھی شریک کر دیا جن کی دنیا میں وہ تعظیم کرتے ہیں۔ چنانچہ غیر اللہ کو سجدہ کر بیٹھے اس کے لئے رکوع کیا اور نمازیوں کی طرح اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور غیر اللہ کی قسم کھائی اور اس کے لئے مذربنیامانی اور اسی کے نام پر سرمنڈایا اور جانور ذبح کئے اور بیت اللہ کے علاوہ کا طواف شروع کر دیا۔ اور اس کی عظمت کا اظہار محبت خوف درجاء اور بندگی کے ذریعہ کیا جیسے کہ خالق حقیقی کی تعظیم کی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں۔ اور جن مخلوق کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ ان کو رب العالمین کے برابر جانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو انبیاء کی دعوت حق کے مخالف ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے خود ساختہ خداؤں کو اللہ کا ہم پلہ جانتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ بروز قیامت جہنم میں اپنے خود ساختہ معبودان باطل کے ساتھ جھگڑیں گے اور کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ
اِذْ نَسُوْكُمْ بِرَبِّ
الْعَالَمِيْنَ ☆ (شعرہ ۹۸)

خدا گواہ ہے۔ کہ ہم کھلی ہوئی
گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب
الغلمین کا ہم پلہ جانتے تھے۔

اور انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا۔

احمد ۵/۲۲۷-۲۲۸ میں معاذ بن جبل سے روایت لیا کہ جب وہ یمن سے لوٹے تو آپ سے عرض کیا کہ اے رسول خدا میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم اس طرح کا سجدہ آپ کو نہیں کر سکتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کو کسی دوسرے کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ لیکن یہ حدیث منقطع ہے۔ اور احمد ۳/۳۸۱ میں ابن ماجہ نے (۱۸۵۳) میں حدیث عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا کہ معاذ یمن آئے یا شام آئے تو نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں ان کے دل میں یہ بات آئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں جب وہ واپس آئے تو عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا میں نے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ اس تعظیم کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے حضرت معاذ کی یہ بات سن کر فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی غیر اللہ کے سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کر لے اور اس کی سند حسن ہے۔ ابن حبان نے ۱۳۹۰ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ نیز حدیث قیس بن سعد اس کی شاہد بھی ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ میں حیرہ آیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے مرزبان کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے سوچا کہ آپ اس سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں حیرہ گیا تو وہاں کے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اے رسول خدا آپ اس سجدہ کے تو زیادہ مستحق ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اگر تم میری قبر سے گزرोगے تو کیا اس پر سجدہ کرو گے۔ میں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایسا کبھی نہ کرنا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اس لئے کہ شوہر کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ باب میں ابو ہریرہ سے ترمذی کے نزدیک ۱۱۵۹ میں حسن سند کے ساتھ حدیث مروی ہے۔ اس کو ابن حبان نے ۱۲۹۱ میں صحیح قرار دیا اور عائشہ سے امام احمد کے نزدیک ۱۸۵۲ میں یہ حدیث مذکور ہے۔

۳۔ ترمذی نے ۲۷۲۹ میں کتاب الاستغفران باب ماجاء فی المصافحہ کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۷۰۲ میں کتاب الادب باب المصافحہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور احمد ۱۹۸/۳ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حظلہ بن عبد اللہ المدوسی نامی راوی ضعیف ہے لیکن شعیب بن جباب، کثیر بن عبد اللہ مہلب بن ابی صفرہ نے اس کی متابعت کی ہے۔ ضیاء کے نزدیک ”مثنیٰ“ میں ان کی وہ روایتیں مذکور ہیں جو انہوں نے مروی میں سن ۲۳/۱، ۲۸/۲ اور ابن شاپین نے اپنی روایات ۲/۷۲ میں نقل کیا ہے اس لئے حدیث حسن ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

فصل (۶۸)

نظر بد کے علاج کی بابت ہدایت نبوی

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقْتَهُ الْعَيْنُ" ☆۱

ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر کو کاٹ سکتی ہے۔ تو یہی نظر بد ہی کاٹتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاریؒ نظر بد اور پھوڑے میں جھاڑ پھونک کی رخصت دی۔ ۲۔

یحییٰؒ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَيْنُ حَقٌّ ☆ ۳

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے۔

سنن ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ ☆ ۴

نظر بد کرنے والے کو وضو کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نظر زدہ کو اس سے غسل کرنے کا حکم دیا جاتا۔

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قَالَتْ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمْرَانِ نَسْتَرْقِي مِنَ الْعَيْنِ ☆ ۵

ام المؤمنین عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یا دوسروں کو نظر بد میں جھاڑ پھونک کرنے کا حکم دیا۔

امام ترمذی نے سفیان بن عیینہ کی حدیث نقل کی ہے۔ جسے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے انہوں نے عمروہ بن عامر سے انہوں نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کی ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا کہ:

رَأَى عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ سَهْلَ بْنَ
 حَنِيفٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللَّهِ
 مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ
 مُخَبَّأَةٍ قَالَ فَلَبِطَ سَهْلٌ فَأَتَى
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَيَّطَ عَلَيْهِ
 وَقَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ
 أَخَاهُ إِلَّا بَرَكْتَ اغْتَسِلَ لَهُ
 عَامِرٌ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ وَ
 رُكْبَتَيْهِ وَأَطْرَافَ رِجْلَيْهِ
 وَذَاخِلَةَ إِزَارِهِ قَدْ حُثِّمَ صَبٌّ
 عَلَيْهِ فَرَأَى مَعَ النَّاسِ ☆ ۷

عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف
 کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا
 کہ خدا کی قسم آج سے زیادہ کوئی
 عمدہ دن اور چمکتی جلد نہیں دیکھی
 اتنے میں سہل ترپنے لگے حضرت
 عامر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم تشریف لائے۔ اور یہ دیکھ کر
 اس پر غضبناک ہو گئے۔ اور فرمایا
 کہ کس بنیاد پر تم سے کوئی اپنے
 بھائی کی جان لے لیتا ہے۔ تم کو
 برکت نہ دی جائے اسے غسل دو
 چنانچہ حضرت عامر نے ان کے
 چہرے دونوں ہاتھ دونوں کہنیاں
 اور دونوں گھٹنے اور پیر کے اطراف
 اور شرمگاہ کو ایک پیالے میں دھویا
 اور اسے ان کے اوپر بہایا تو سہل کو
 افاقہ ہو گیا اور چین کی سانس لی۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بھی محمد بن ابوامامہ بن سہل سے وہ اپنے
 باپ سے روایت کرتے ہیں جس میں فرمایا کہ:

إِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأَ لَهُ ☆
 نظر بد کا لگنا حق ہے تو اس سے
 وضو کرو۔

عبدالرزاق نے عن معمر عن ابن طاووس عن ابیہ کے واسطے سے ایک مرفوع

حدیث بیان کی ہے:

اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ
سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقْتُهُ الْعَيْنُ وَ
اِذَا اسْتُغْسِلَ اَحَدُكُمْ
فَلْيَغْتَسِلْهُ وَوَضِّلْهُ
نظر بد لگنا حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر
پر قابو پاتی تو نظر بد ہی قابو پاتی اگر
تم میں سے کسی کو غسل کرنے کے
لیے کہا جائے تو اسے غسل کرا
دو۔ اس حدیث کا وصول ہونا ہی
صحیح☆۸

صحیح ہے۔

امام زہریؒ نے فرمایا کہ نظر بد لگانے والے کو ایک پیالہ پانی لانے کو کہا جائے گا۔
اس میں اس کی ہتھیلی داخل کی جائے اور اس میں کلی کرائی جائے اور اس کلی کے پانی کو
پیالہ میں ڈالنے کو کہا جائے اور اس کا چہرہ پیالہ میں دھویا جائے پھر اس کا بایاں ہاتھ
برتن میں داخل کرایا جائے اور پانی کو اس کے دائیں گھٹنے پر بہایا جائے اس کے بعد
دایاں ہاتھ داخل کرائیں اور اس کا پانی بائیں گھٹنے پر بہائیں پھر اس کی شرم گاہ دھلائی
جائے اور پیالہ اب زمین پر نہ رکھا جائے اس کے بعد نظر زدہ شخص کے پیچھے کی جانب
سے اس کے سر پر یکبارگی پانی بہایا جائے۔۹

نظر بد دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نظر بد انسانی اور دوسری نظر بد شیطانی۔

چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں
ایک لونڈی کو دیکھا جس کے چہرے پر سیاہ دھبہ تھا آپ نے فرمایا کہ اس پر جھاڑ
پھونک کرو کیونکہ اس کو نظر بد لگ گئی ہے۔۱۰

حسین بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ”سفعۃ“ یہ شیطانی نظر بد ہے وہ بیان کرتے ہیں
کہ اس کو جو نظر بد لگی ہے۔ وہ شیطانی ہے۔ یہ نیزے کی انیوں سے بھی زیادہ تیز اثر
دکھاتی ہے۔۱۱

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جاتی ہے:

إِنَّ الْعَيْنَ لَتُدْخِلُ الرَّجُلَ
الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقَدْرَ ☆ ۱۲

نظر بد انسان کو قبر تک اور اونٹ کو
ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے۔ یعنی
بالکل فنا کر دیتی ہے۔

ابوسعید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شیطان اور انسان کی نظر بد سے پناہ
مانگتے تھے۔ ۱۳

ایک جماعت نے جس کو عقل و خرد کا بہت کم حصہ ملا ہے نظر بد کا انکار و ابطال کیا
ہے۔ انہوں نے اسے اوہام قرار دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں
جو عقل و خرد سے عاری ہیں۔ ان کی عقلوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کی
طبیعتیں غیر معمولی طور پر ٹھوس اور بھدی ہیں اور معرفت روح و نفس سے کوسوں دور
ہیں۔ اور روحانی و نفسانی صفات و خصوصیات اور اثرات سے نا آشنا ہیں۔ دنیا کے ہر
مذہب و ملت کے باہوش اور دانا لوگوں نے نظر بد کے قائلین کی ہمنوائی کی اور اس کا
انکار و ابطال نہ کیا یہ الگ بات ہے کہ اس کے اسباب اور اندازت تاثیرات کے سلسلے میں
ان کا نقطہ نظر جدا رہا۔

چنانچہ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بد نظری کرنے والا جب خود کو کیفیاتِ ردیہ سے
پوری طرح متکیف کر لیتا ہے۔ تب آنکھ سے زہریلے مادے کو چھوڑتا ہے۔ جو نظر زدہ
تک پہنچتا ہے۔ تو اس کو ضرر کا احساس ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک ناقابل انکار
حقیقت ہے کہ جس طرح سانپ کا اثر جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو کر انسان مر جاتا ہے۔ یہ بھی مشہور
ہے کہ سانپ کی بعض قسمیں ایسی ہوتی ہے جن کی طرف صرف دیکھنے سے اس کا اثر
جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی صورت
نظر بد لگانے والے کی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ بعض لوگوں کی نگاہوں میں ایسا غیر مرئی جو ہر

لطیف ہوتا ہے۔ جو مریض کی طرف منتقل ہو کر اس کے جسم کے مسامات میں سرایت کر جاتا ہے۔ جس سے اس کو ضرر پہنچتا ہے۔

ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ مخلوق کے ساتھ باری تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے۔ کہ وہ جسے چاہتا ہے کہ ضرر پہنچائے تو اسے ضرر پہنچا دیتا ہے۔ خواہ مخواہ کے لئے نظر بد والے شخص کی آنکھ پر اس تہمت کے عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ کہتے ہیں جو اسباب قوی اور تاثیرات عالم کے منکر ہیں۔ انہوں نے اپنے اوپر تاثیرات کے اسباب کے دروازے بند کر لئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے ساری دنیا کے عقلاء کی مخالف کی ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ نے اجسام و ارواح میں مختلف طبیعتیں اور مختلف قوتیں ودیعت فرمائی ہے۔ اور ان میں سے بہت کو کیفیات و خصوصیات موثرہ عطا فرمائی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی دانشمند اجسام میں روح کی تاثیرات کا منکر نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک محسوس و مشاہدہ چیز ہے۔ آپ شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ کسی باحشمت کو دیکھ کر یا ندامت کے وقت چہرے پر غیر معمولی سرخی دوڑ جاتی ہے۔ اور خوفناک چیز کو دیکھ کر چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ لوگوں نے نظر بد کے مریض کا کمزور قوی شخص کے اندر اسی چیز کا مشاہدہ کیا یہ سب تو صرف تاثیر روح ہی کا تو نتیجہ ہوتی ہیں۔ اور چونکہ روح کا آنکھ سے غیر معمولی تعلق ہوتا ہے۔ اسی لئے اس فعل کو نظریا عین کہتے ہیں۔ حالانکہ اس میں نگاہ کا کیا قصور بلکہ یہ محض روح کی تاثیر ہوتی ہے۔ اور روحیں، طبیعت، قوت اور کیفیات و خصوصیات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ حاسد کی روح سے حسد زدہ کو ضرر نہیں پہنچتا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ حاسد کے شر سے پناہ مانگا کریں۔

محمود کی ضرر رسانی میں نظر حاسد کی تاثیر ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اس کا منکر وہی ہو سکتا ہے۔ جو لباس انسانیت سے عاری ہوگا۔ یہی نظر بد

دوسری جگہ فرمایا۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. مِنْ
شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ
إِذَا وَقَبَ. وَمِنْ شَرِّ النَّفَّثِ
فِي الْعُقَدِ. وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
إِذَا حَسَدَ ☆ (سورۃ)

اے رسول کہہ کہ میں سفیدہ صبح
کے مالک کی پناہ میں آیا ہوں ہر
اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا
کی ہے۔ اور اندھیرے کے شر
سے جب وہ چھا جائے اور گر ہوں
پر پھونکنے والوں کے شر سے بھی
پناہ مانگتا ہوں۔ اور حاسد کے حسد
سے جب وہ حسد کرے۔

ہر نظر بد والا شخص حاسد ہوتا ہے۔ لیکن ہر حاسد بد نگاہ نہیں ہوتا چونکہ جب ثابت ہو
گیا کہ حاسد بد نگاہ سے زیادہ عام ہوتا ہے۔ تو اس سے بھی پناہ طلب کرنا اسی طرح ہو
گا جیسے بد نگاہ سے استعاذہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نظر بد ایک تیر ہوتا ہے۔ جو حاسد اور
عائن کی نفس سے نکلتا ہے جو حسد زدہ اور نظر زدہ کی جانب چلتا ہے کبھی نشانے پر لگتا
ہے۔ اور کبھی خطا کر جاتا ہے۔ اس لئے اگر یہ تیر کسی ایسے شخص کو پہنچا جو بالکل سامنے
ہو اس کے آگے کوئی چیز خاں نہ ہو تو اس پر اثر کر جاتا ہے۔ اور اثر کرنا ضروری بھی
ہے۔ اور اگر یہ کسی ایسے شخص کی طرف جاتا ہے جو انتہائی محتاط ہو اور خود زدہ پوش ہو۔
جس میں تیر کے پیوست ہونے کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس شخص پر یہ اثر نہیں کرتا بلکہ
بعض اوقات یہ تیر الٹا مارنے والے کی جانب لوٹ جاتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی
ہوا میں تیر پھینکے اس لئے کہ اس کا تعلق ارواح و نفوس سے ہوتا ہے۔ اور یہ اجسام و
ابدان سے متعلق ہوتی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ نظر بد لگانے والے شخص کو
جب کوئی چیز عمدہ لگتی ہے۔ تو وہ اپنے نفس کی کیفیت خبیثہ کو اس کے پیچھے لگا کر اپنے تیر
نظر کی سمیت کو نظر زدہ تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی آدمی خود کو ہی نظر لگا دیتا

۸۔ عبد الرزاق نے ”مصنف“ ۱۹۷۰ میں اس کو بیان کیا اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ مرسل ہے۔ اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم ۲۱۸۸ میں وہیب عن ان طادوس عن ایبہ عن ابن عباسی کی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔

۹۔ اس کو بیہقی نے اپنی سنن ۳۵۲/۹ میں ہل کی حدیث کے بیان کرنے کے بعد نقل کیا ہے۔

۱۰۔ بخاری نے ۲۰۱۷۱/۱۰ میں کتاب الطب باب رقیۃ العین اور مسلم نے ۲۱۹۷ میں کتاب السلام باب رقیۃ العین والشفعة بفتح السین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ شفعتہ کی سین کوضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے اس کا معنی ہے چہرے کی سے پوسٹہ سیاہی اور اسی سے شفعتہ انفرس ہے۔ گھوڑے کی پیشانی کی سیاہی اور اضمعی نے لکھا ہے کہ ایسی سیاہی جس میں سرخی کی جھلک ہو۔ بعضوں نے زردی مراد لی ہے اور بعض نے کسی اور رنگ کے ساتھ سیاہی مراد لی ہے۔ اور ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ یہ ایسا رنگ ہے جس سے چہرے کا حقیقی رنگ بدل جائے بھی قریب قریب ہیں۔

۱۱۔ دیکھئے شرح السنۃ ۱۳/۱۶۳ ہماری تحقیق کے ساتھ۔

۱۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ابونعیم نے ”حلیہ“ ۹۰/۷ میں اور ابن عدی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ۲۴۴/۹ میں حدیث جابر بن عبد اللہ سے اس لفظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ العین تدخل الرجل القبر وتدخل الجمل القدر اور شعیب بن ایوب عن معاویہ عن ہشام کے واسطہ سے اس کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ صابونی نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ جو اس روایت سے تمسک پسند کرے تو وہ کر لے ذہبی نے میزان میں شعیب کے حالات کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی ایک حدیث منکر ہے۔ جس کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ ان کی مراد یہی حدیث ہے۔

۱۳۔ ترمذی نے ۲۰۵۹ میں اور نسائی نے ۲۷۱/۸ میں ابن ماجہ نے ۳۵۱۱ میں اس کو ذکر کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا اور پوری حدیث یوں ہے۔ فلما نزلت المعوذتان اخذ بهما وترك ماسوی ذلک۔

۱۴۔ بخاری نے ۶/۲۳۸ میں کتاب بد الخلق باب قول اللہ ”دبث فیہا من کل دابتہ“ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۲۳۳ میں کتاب السلام باب قتل الحیات وغیرہ کے تحت حدیث ابن عمر سے نقل کیا ہے ”والطفیتان“ سانپ کی پشت پر دوسفید دھاریوں کو کہتے ہیں۔ ”الایتر“ دم بریدہ۔ رسول خدا کا فرمان ”یلمتسمان البصر“ یہ دونوں آنکھ کو اچک لیتے ہیں۔ خطاب نے کہا کہ اس قول کی دو طرح سے تاویل کی گئی ہے۔ پہلی تاویل یہ کی گئی کہ اس قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ دونوں نگاہ کی روشنی اچک لے جاتے ہیں۔ اور ان کو بے نور کی دیتے ہیں۔ یہ صرف ان کی طرف دیکھنے کے اثر سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی آنکھوں میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ وہ انسان کی نگاہ پر پڑتے ہی اسے بے نور کر دیتی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نگاہوں میں ڈنک مار کر یا خراش لگا کر آنکھ کو بے نور کر دینے کا دونوں ارادہ کرتے ہیں۔ لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

(۶۹) فصل

”نظر بد کا طب نبوی سے علاج“

نظر بد کے علاج کے سلسلہ میں پیغمبر خدا سے کئی طریقہ منقول ہیں چنانچہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں سہل بن حنیف سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارا گذر ایک سیلاب زدہ ندی سے ہوا۔ میں نے اس میں داخل ہو کر غسل کر لیا جب باہر نکلا تو بخار زدہ تھا۔ یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابو ثابت سے کہو کہ تعوذ کریں میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا جھاڑ پھونک کرنا بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ نظر بد بخار اور ڈنک مارنے کے علاوہ کسی چیز کے لئے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث میں مذکور لفظ نفس سے مراد نظر بد ہے۔ چنانچہ عربی محاورہ کہتے ہیں۔ ”أَصَابَتْ فَلَانًا نَفْسٌ“ یعنی فلاں کو نظر بد پہنچی اسی طرح کہتے ہیں۔ الناحس یعنی نظر

بدلگانے والا لدغہ بچھو وغیرہ کے ڈنک مارنے کو کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں تعوذ اور جھاڑ پھونک معوذتین سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی کے
بکثرت پڑھنے کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ معوذات نبوی بھی منقول ہیں۔ جو
حسب ذیل ہیں۔



۱۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ☆

۲۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

التَّامَّةِ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ

وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَا مَمَّةَ ☆

۳۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَجَاوِزُهُنَّ

بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

وَذَرَأًا وَبَرًّا وَمِنْ شَرِّ مَا يُنْزَلُ

مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يُعْرَجُ

فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي

الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يُخْرَجُ

مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ

وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ

اللَّيْلِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ

بِخَيْرٍ يَا رَحْمَنُ ☆

میں خدا کے کلمات نامہ کے ذریعہ

مخلوق کے شر سے اس کی پناہ چاہتا

ہوں۔

میں اللہ کے کلمات نامہ کے ذریعہ

ہر وہم میں ڈالنے والے شیطان

اور ہر نظر بد سے اللہ کی پناہ چاہتا

ہوں۔

میں اللہ کے ان کلمات نامہ کے

ذریعہ جن سے کسی بھی نیک و بد کو

رہائی نہیں مخلوق کے تمام ظاہری و

پوشیدہ شر سے اس کی پناہ چاہتا

ہوں۔ اور اس شر سے جو آسمان

سے نازل ہوتا ہے اور اس شر سے

جو آسمان کی طرف رخ کرتا ہے۔

پناہ چاہتا ہوں جو زمین میں گھس

جاتی ہے۔ اور جو زمین سے نکلتی

ہے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں

اور رات و دن کے فتنوں اور رات

کو آنے والی مصیبتوں سے خدا کی

پناہ چاہتا ہوں مگر یہ کہ کوئی خیر کا

طارق بن کر آئے۔

۴۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ
التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ
شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ
الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ
☆

میں اللہ کے کلمات نامہ کے ذریعہ
اس کے غضب، عذاب اور اس
کے بندوں کے شر سے اور شیطانی
فریب سے اور موت کے وقت
حاضر ہونے سے میں اس کی پناہ
چاہتا ہوں۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ
بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ
وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ
مَا اَنْتَ اَخِذٌ بِنَا صَيِّتِهِ اَللّٰهُمَّ
اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَائِمْ
وَالْمَغْرِمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا يَهْزَمُ
جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ
وَعُدُّكَ سُبْحَانَكَ
وَبِحَمْدِكَ ☆

اے اللہ میں تیری برتر و بالا ذات
اور تیرے کلمات نامہ کے ذریعہ
تیری گرفت میں رہنے والی ہر چیز
کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں
اے اللہ تو ہی قرض اور گناہ کو دور
کرتا ہے۔ اے خدا تیرے لشکر کو
کبھی ہزیمت نہیں ہوئی۔ اور تیرا
وعدہ پورا ہونے والا ہے تو پاک
ہے تیری ہی تعریف مناسب
ہے۔

۶۔ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ
 الَّذِي لَا شَيْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ وَ
 بِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِي
 لَا يَجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ
 وَاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی
 مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ
 مِنْ شَرٍّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَا
 وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ اَنْتَ
 اَخِذْ بِنَا صِيَّتِهِ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰی
 صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ☆

خدائے برتر کے چہرے کے
 ذریعہ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں
 ہو سکتی اور اس کے کلمات نامہ کے
 ذریعہ جن سے کوئی اچھا اور برا
 شخص تجاوز نہیں کر سکتا اور خدا کے
 عمدہ ناموں کے واسطے سے میں
 ان تمام مخلوق کی ظاہری و پوشیدہ
 برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں جو
 مجھے معلوم ہیں اور جو مجھے معلوم
 نہیں اور ہر شر کی شرارت سے جن
 کی برائی میں طاقت نہیں رکھتا اور
 ہر برے کی برائی سے پناہ چاہتا
 ہوں جس کا تو ہی مالک ہے بیشک
 میرا رب مجھے راہ راست پر
 لگائے۔

۷۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
 اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اَنْتَ
 رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَا شَاءَ
 اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ
 لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
 اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
 قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ
 شَیْءٍ عِلْمًا وَّ احْضٰی كُلَّ
 شَیْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ
 بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ شَرِّ
 الشَّیْطَانِ وَ شَرِّكَهٖ وَ مِنْ
 شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اِخْذُ بِنَا
 صِیَّتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ
 مُّسْتَقِیْمٍ ☆

اے خدا تو ہی میرا پروردگار ہے
 تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر
 میں نے بھروسہ کیا اور تو ہی عرش
 عظیم کا رب ہے۔ جو خدا نے چاہا
 ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا اللہ
 کے علاوہ کسی کی طاقت و قوت نہیں
 مجھے معلوم ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر
 ہے اور علم الہی ہر چیز کو محیط ہے اور
 ہر چیز کی تعداد اس کے پاس ہے
 اے خدا میں اپنے نفس کے شر اور
 شیطان کے شر سے اور اس کے
 شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں
 اور ہر جاندار کی برائی سے جس کی
 پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے تیری
 پناہ چاہتا ہوں میرا خدا ہی سیدھی
 راہ پر ہے۔

یا اگر چاہے تو یوں کہے۔

تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ
 إِلَّا هُوَ إِلٰهِنِّیْ وَاللّٰهُ كُلِّ شَیْءٍ
 وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّ كُلِّ
 شَیْءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَیِّ
 الَّذِیْ لَا یَمُوتُ وَاسْتَدْرَجْتُ
 الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
 إِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ
 الْوَكِیْلُ حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنْ
 الْعِبَادِ حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنْ
 الْمَخْلُوقِ حَسْبِیَ الرَّزَاقُ
 مِنَ الْمَرْزُوقِ حَسْبِیَ الَّذِیْ
 بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ
 یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ حَسْبِیَ
 اللّٰهُ وَكَفَى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ
 دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرَامِیْ
 حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
 عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ
 الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ☆

میں نے لا الہ الاہ کو قلعہ بنا لیا وہی
 خدامیر اور ہر چیز کا معبود ہے میں
 نے اپنے رب اور ہر چیز کے رب
 سے بچاؤ طلب کیا اور اس زندہ
 ذات پر توکل کیا جو کبھی مرے گا
 نہیں اور میں نے شر کو لاجول
 ولاقوۃ الا باللہ کے ذریعہ دفع کیا
 خدامیرے لئے کافی ہے اور وہی
 بہتر کارساز ہے خدا بندوں کے
 مقابلہ میں میرے لئے کافی ہے
 اور خالق میرے لئے مخلوق کے بہ
 نسبت کافی ہے میرے لئے وہ
 ذات کافی ہے جس کے قبضہ
 قدرت میں ہر چیز کی ملکیت ہے
 وہ سزا دے سکتا ہے کوئی اس کو سزا
 نہیں دے سکتا مجھے وہ اللہ کافی
 ہے جس نے پکارنے والے کی
 پکار سنی اور خدا کے علاوہ میرا مقصد
 نہیں اللہ میرے لیے کافی ہے اس
 کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں
 نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا
 رب ہے۔

جس نے ان دعاؤں اور معوذات کا تجربہ کیا اس نے ان کی منفعت کو جان لیا اور ان کی اہمیت و ضرورت اس کی نگاہ میں بڑھ گئی ان سے نظر بد کے اثرات دور ہوتے ہیں۔ اور جس کی قوت ایمانی جتنی مضبوط ہوگی اس کا پڑھنے والا اسی قدر اس سے منفعت حاصل کرے گا۔ یہ چیز خود اس کی قوت نفس اس کی استعداد و صلاحیت اور قوت توکل اور اجتماعی پر موقوف ہے اس لئے کہ یہ ایک ہتھیار ہے اور ہتھیار کے لئے ہتھیار چلانے کی قوت و طاقت ضروری ہے۔

(۷۰) فصل

نظر بد کا فوری تدارک

اگر کسی نظر بد لگانے والے شخص کو خود اپنی نظر لگنے کا خدشہ ہو تو اسے فوراً یہ دعا پڑھ کر اس کا شر دفع کرنا چاہئے۔

اے خدا تو اس پر برکت نازل فرما۔
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ ☆

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ سے فرمایا جن کی نظر بد کا شکار سہل بن حنیف ہو گئے تھے کہ کیوں نہ تم نے دیکھ کر برکت کی دعا کی اور اللھم بارک کہا؟

اسی طرح سے نظر بد کا اثر ”مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ہشام بن عروہ سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے جو ان کو بھلی لگتی یا اپنے باغات میں سے کسی شاداب باغ میں داخل ہوتے تو پڑھتے ”مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“

اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام سے منقول وہ دعا ہے۔ جس سے آپ نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا تھا اور جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَيْنَ حَاسِدِ اللّٰهِ يُشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ ☆۱
خدا کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں۔ ہر اس چیز سے جو تجھے اذیت دے اور ہر نظر کے شر اور حاسد کی نظر بد سے خدا تجھے شفاء عطا فرمائے میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں۔

سلف کی ایک جماعت نے آیات قرآنی کو لکھ کر اس کو پانی میں گھول کر مریض کو پلانے کی اجازت دی ہے مجاہد کا کہنا ہے کہ قرآن کو لکھ کر پانی سے دھونے کے بعد اس کا پانی پلانا قابل اعتراض نہیں ہے اسی جیسی بات حضرت ابو قلابہ سے بھی منقول ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک عورت کو جس کو زچگی کی تکلیف تھی قرآن کی آیت لکھ کر اسے دھو کر پلانے کا حکم دیا ابو ایوب نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن کا کچھ حصہ لکھا پھر پانی سے دھو کر اس کا پانی ایسے شخص کو پلایا جو درد سے بیقرار تھا۔

۱۔ امام مسلم نے ۲۱۸۵ میں کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

(۷) فصل

طریقہ علاج کی حکمتیں

اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عائن اپنے کنج ران بغل اپنے ہاتھ پیر اور اپنے ازار

کے اندرونی حصہ کو دھوئے داخل ازار کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شرم گاہ مراد ہے۔ دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد اس کے ازار کا وہ اندرونی کنارہ جو دائیں جانب سے اس کے بدن سے متصل رہتا ہے۔ پھر اس پانی سے نظر زدہ کے اوپر اس کے پیچھے سے یکبارگی بہایا جائے۔ یہ علاج ایسا نادر ہے جس تک اطباء کی رسائی نہیں اور جس نے اس کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا اس میں شک و شبہ کیا یا اس کو عقیدہ کے طور پر نہیں بلکہ بطور تجربہ کیا تو یہ علاج ایسے شخص کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔

جبکہ طبیعت میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں جن کے اسباب و علل سے اطباء کبھی بھی واقف نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ان کے نزدیک قیاس سے بھی خارج ہے اور بالخاصہ اثر انداز ہونے والی چیز ہے تو پھر زنا و دقہ اور ناواقف لوگ شریعت کے خواص کا انکار کریں تو اس میں کوئی تعجب نہیں حالانکہ اس غسل کے علاج کے منافع پر تمام باہوش لوگ گواہی دیتے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ ایک مناسب اور بہتر طریقہ علاج ہے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ سانپ کے زہر کا تریاق اس کے گوشت میں ہوتا ہے۔ اور غضبناک نفس کا تاثیر کا علاج غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں ہے۔ اور آگ پر ہاتھ رکھ دینے یا اس کو چھونے سے وہ بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح غصہ کو ٹھنڈا کرنے سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی آدمی ایسا ہو۔ جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ ہو اور وہ تم پر اسے پھینکنا چاہتا ہے۔ تو تم اس پر پانی ڈال دو تو یہ شعلہ اس کے ہاتھ ہی میں بجھ جائے گا۔ اسی لئے عائشہ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اللہم بارک علیہ کہے اے خدا اس پر برکت نازل کرتا کہ یہ کیفیت خبیثہ اس دعا کے ذریعہ جو نظر زدہ کے لئے احسان ہے ختم ہو جائے اس لئے کہ اضداد ہی سے علاج کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ کیفیت خبیثہ جسم انسانی کے رقیق حصوں سے نکلتی ہے اس لئے اس میں قوت نافذہ بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کو کنج ران بغل اور داخل ازار سے جب کہ اس سے مراد فرج ہو تو اس سے رقیق حصہ کہاں ملے گا۔ جب اسے پانی سے دھویا جائے تو ان رقیق جگہوں سے نکلنے

والی کیفیات ردیہ کی تاثیر ختم ہو جائے گی مزید برآں یہ مقامات شیطانی ارواح کے لئے بھی مخصوص ہوتے ہیں۔

مقصد یہ کہ ان جگہوں کو پانی سے دھونے سے ناریت بجھ جاتی ہے۔ اور اس کا زہریلا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ مزید برآں غسل کا اثر جب قلب تک پہنچتا ہے جو بدن کا سب سے رقیق ترین حصہ ہے اور وہاں تک نفوذ بھی بسرعت ہوتا ہے تو پانی سے ناریت و سمیت دونوں ختم ہو جاتی ہیں اور نظر زدہ بالکل شفا یاب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ڈنک مارنے کے بعد اگر زہریلا جانور مار ڈالا جاتا ہے۔ تو ڈنک زدہ پر اس زہر کا اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے اور مریض کو آرام مل جاتا ہے اور اگر ڈنک مارنے کے بعد ڈنک مارنے والا جانور زندہ رہ جائے تو زہر اپنا اثر پورے طور پر دکھاتا ہے اور اس کا غیر معمولی اثر ڈنک زدہ تک پہنچتا ہے جب تک کہ اسے مار نہ ڈالا جائے مریض کو سکون نہیں ملتا یہ مشاہد ہے اگرچہ اس کا سبب بظاہر وہ مسرت ہے جو دشمن کے مارے جانے پر ڈنک زدہ مریض کو حاصل ہوتی ہے۔ اور مریض کے نفس کو یلگو نہ سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح طبیعت میں اس تکلیف کو برداشت کرنے کی قوت آ جاتی ہے۔ اور مریض اس کا دفاع کر لیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نظر بد والے شخص کے غسل سے اس کی بد نظری سے ظاہر ہونی والی یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اس وقت غسل کرنا جب کہ وہ اس کیفیت میں بذات خود مبتلا ہو غیر معمولی طور پر نافع ثابت ہوتا ہے۔

خیر یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ غسل کرنے سے یہ نفع حاصل ہوتا ہے۔ مگر نظر زدہ پر اس پانی کے بہانے میں کیا مناسبت ہے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی؟ اس بات کو آپ یوں سمجھئے کہ اس میں پورے طور پر مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ پانی ہی ایسی مائیت ہے جس سے یہ ناریت ختم ہوئی اور جس کے ذریعہ حائل کی کیفیت ردیہ دور ہو گئی۔ تو جیسے یہ آگ بجھی اسی طرح سے ادھر کی بھی آگ بجھ گئی اور اثر پذیر مقام کے

اثرات اثر انداز عائن سے مختلط ہونے کے بعد ختم ہو گئے اور جس پانی سے لوہا بچھایا جاتا ہے۔ اس کو متعدد طبی دواؤں میں شامل کر کے اس کے اثرات حاصل کئے جاتے ہیں یہ بات اطباء کے نزدیک معروف و مشہور ہے پھر یہ پانی جس سے نظر بد لگانے والے کی ناریت بچھائی گئی ہے اسے کسی مناسب دوا میں استعمال کیا جائے تو کون سی چیز مانع ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ طبائع کا علاج اور اس کا تدارک علاج نبوی کے طریقہ کے اعتبار سے بالکل ایسا ہی ہے جیسے فسوں کاروں کا طریقہ علاج اپنے فن طب کے اعتبار سے ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر ہے اس لئے کہ ان میں اور انبیاء اور فسوں کاروں کے طریقہ علاج کے درمیان ہے۔ اس لئے کہ عام انسان کی رسائی اس کی حقیقت تک ممکن نہیں ہوتی۔ اسی سے آپ کے سامنے حکمت اور شریعت کے درمیان کا تعلق پوری طرح واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ شریعت و حکمت میں کوئی تضاد اور باہمی تناقض نہیں ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے صحیح راستے پر لگا دیتا ہے اور جو شخص اس کی توفیق کے دروازے پر دستک دیتا ہے اس کے لئے ہر دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔ اور اسی کے لئے پوری نعمت اور بلند دلیل ہے۔

(۷۲) فصل

نظر بد کا دوسرا طریقہ علاج نبوی

اس کا ایک دوسرا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ جس کو بد نظری کا اندیشہ لاحق ہو اس کی خوبیاں اور محاسن کو پوشیدہ رکھا جائے اور اس انداز پر رکھا جائے کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے۔ جیسا کہ علامہ بغوی نے اپنی کتاب ”شرح السنۃ“ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت و جاذب نظر بچے کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگاؤ۔ کہیں اسے نظر بد نہ لگ جائے۔ ”نونتہ“ چھوٹے بچے کی

ٹھوڑی کے گڈھے کو کہتے ہیں۔ ۱۔

اور خطابی نے ”غریب الحدیث“ میں ایک حدیث حضرت عثمانؓ ہی سے بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک بچے کو دیکھا جو نظر بد کا شکار ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگا دو۔ ابو عمرو نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن یحییٰ سے نونتہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے چاہ وقتن مراد ہے۔ یعنی بچے کی ٹھوڑی کا گڈھا مراد ہے۔ کہ چاہ وقتن کو سیاہ کرنے سے نظر بد نہ لگ پائے گی۔ اس لئے اس جگہ پر سیاہ نشان لگا دو کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے۔

اور اسی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے یہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ ۲۔ تدسیم بمعنی سیاہ کرنے کے استشہاد کے لئے یہ حدیث یہاں بیان کی ہے اور شاعر نے بھی اسی معنی کو اختیار کرتے ہوئے یہ شعر پیش کیا ہے۔

مَا كَانَ أَحْوَجَ ذَا الْكَمَالِ إِلَىٰ

كُفَىٰ بِكَامَلِ شَخْصٍ كُفَىٰ سَبَّ

عَيْبٍ يُوقِيهِ مِنَ الْعَيْنِ ☆

زیادہ ضرورت ایسے عیب کی ہوتی ہے جو اسے نظر بد سے بچا سکے۔

۱۔ دیکھئے شرح السنہ ج ۱۳ ص ۱۱۶ ہماری تحقیق کے ساتھ۔

۲۔ اس حدیث کو ہم نے مسند عائشہ میں نہیں پایا جیسا کہ مصنف نے خطابی کے واسطے سے اس کو نقل کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے ۹۲/۷ مناقب الانصار میں حدیث ابن عباس سے اس کو نقل کیا ہے۔ وہ یوں ہے کہ ابن عباسی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے اوپر ایک چادر پڑی ہوئی تھی جس سے آپ کے دونوں موٹے ہتھکے ہوئے تھے آپ کے سر پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی تھی آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا اما بعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے تو جو کوئی تم میں سے حاکم بنایا جائے اور ممکن ہے اس کسی کو نفع یا ضرر پہنچے تو ان کی اچھی باتوں کو لے لینا اور ان کی برائیوں سے درگزر کرنا امام مسلمؒ نے ۱۳۸۵ میں حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یہی حدیث سنن ابی داؤد ۶۷۰۷ میں ترمذی ۳۵۷ انسائی ۵/۲۰۱۲۰۰ ابن ماجہ ۵۸۳۵ ۲۸۲۲ میں مذکور ہے امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۳۵۹ میں ابو داؤد نے ۴۰۷۷ میں نسائی نے ۲۱۲/۸ میں ابن ماجہ نے ۲۲۸۱ میں عمرو بن حریث کی حدیث نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکتے تھے۔

(۷۳) فصل

نظر بد سے متعلق ایک واقعہ

وہ جھاڑ پھونک جس سے نظر بد دور ہو جائے یہ ہے کہ ابو عبد اللہ الساجی سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کسی حج یا غزوہ کے سفر میں ایک خوبصورت دلکش اونٹنی پر سوار تھے اور ان کی معیت میں ایک بد نگاہ شخص تھا جب بھی وہ کسی چیز پر نگاہ ڈالتا تو وہ برباد ہو جاتی لوگوں نے ابو عبد اللہ سے کہا کہ اپنی اونٹنی کو اس بد نگاہ شخص سے بچاؤ تو انہوں

نے کہا کہ بھائی اس بد نگاہ کو میری اونٹنی سے کیا لینا دینا، اس بد نگاہ شخص کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ ابو عبد اللہ کی غیر موجودگی کا انتظار کرتا رہا چنانچہ موقع پا کر وہ ان کے کجاوہ کے پاس آیا اور اونٹنی پر اپنی نظر بد ڈالی ہی تھی کہ اونٹنی گر پڑی اور ترپنے لگی۔ اتنے میں ابو عبد اللہ آگئے تو ان کو اطلاع دی گئی کہ بد نگاہ نے اس پر نظر بد ڈالی ہے اور انہوں نے چشم خود اسے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے اس بد نگاہ شخص کو دکھا دو جب اسے دکھا دیا گیا تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھنی شروع کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَبَسْ حَابِسْ
وَحَجَرٍ يَابِسْ وَشَهَابٍ
قَابِسْ رَدْدَتْ عَيْنَ الْعَائِنِ
عَلَيْهِ وَعَلَى أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيْهِ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ
فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ
كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ
الْبَصَرُ حَاسِنًا وَهُوَ حَسِيرٌ ☆

خدا کے نام سے وہ روکنے والا
روک ہے خشک پتھر اور جلتا ہوا
شہاب ہے میں بد نگاہ کی نظر بد کو
اس پر اور اس کے نزدیک لوگوں
میں سب سے محبوب ترین چیز کی
طرف پھیر دیا۔ (ذرا) اپنی نظر
لوناؤ اور دیکھو کیا تمہیں کچھ نیا نظر
آتا ہے پھر نظر بار بار لوناؤ نظر
تمہاری طرف تھکی ماندہ واپس
آئیگی۔

اس دعا کے پڑھنے کا یہ اثر ہوا کہ بد نگاہ کی آنکھ کے دونوں پپوٹے باہر نکل پڑے اور اونٹنی بھلی چنگی ہو کر کھڑی ہو گئی۔

(۷۴) فصل

طب نبوی میں ہر بیماری کے لئے عام روحانی علاج

ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابودرداء سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
 مَنْ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا
 أَوْ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا
 اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ
 تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا
 رَحِمْتِكَ فِي السَّمَاءِ فَا
 جْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ
 وَاعْفِرْ لَنَا خُوبَنَا وَخَطَايَانَا
 أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ
 رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً
 مِنْ شِفَاءِكَ عَلَى هَذَا
 الْوَجْعِ فَيَبْرَأَ بِإِذْنِ اللَّهِ ☆

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے
 رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ
 اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کا
 کوئی بھائی بیمار ہو تو یہ کہے اے
 میرے پروردگار اے خدا جو
 آسمان میں ہے تیرا نام مقدس
 ہے تیرا حکم آسمان و زمین میں
 جاری ہے جس طرح تیری رحمت
 آسمان میں ہے اسی طرح اپنی
 رحمت زمین پر بھی نازل کر اور ہمارے گناہ
 اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما تو
 ہی پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے
 اپنی جانب سے رحمت نازل فرما
 اور اس درد سے شفاء کلی عطا فرما
 جب مریض یہ دعا پڑھے گا تو شفا
 یاب ہو جائے گا۔

اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا۔

يَا مُحَمَّدًا اِسْتَكَيْتَ؟ فَقَالَ
 "نَعَمْ" فَقَالَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ
 مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ مِنْ
 شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ
 اللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ
 اَرْقِيْكَ ☆ ۲

اے محمد! کیا آپ کو کوئی تکلیف
 ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو جبریل
 علیہ السلام نے کہا میں خدا کے نام
 سے تجھ پر دم کرتا ہوں ہر تکلیف وہ
 چیز سے اور ہر نگاہ بد سے اور حاسد
 کی بری نظر سے اللہ تجھے شفاء کلی
 عطا فرمائے میں اللہ ہی کے نام
 سے تجھ پر دم کرتا ہوں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے جس کو
 ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ جھاڑ پھونک صرف نظر بد اور ڈنک مارنے سے ہی جائز
 ہوتا ہے۔ اور ”حمّہ“ تمام زہریلے قسم کے جانور کو کہتے ہیں جیسے سانپ بکھو وغیرہ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے نظر بد اور ڈنک مارنے کے علاوہ میں
 جھاڑ پھونک کی نفی کہاں ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی مفہوم تو یہ ہے کہ ڈنک
 مارنے اور نظر بد ہی میں جھاڑ پھونک سب سے زیادہ موثر اور نافع ہوتا ہے اور اسی پر
 حدیث کا سیاق و سباق دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ سہل بن حنیفؓ نے نبی اکرمؐ سے
 عرض کیا جبکہ یہ نظر بد کے شکار ہو گئے تھے کہ کیا جھاڑ پھونک میں بھی خیر ہے؟ تو آپ
 نے فرمایا کہ نظر بد اور ڈنک مارنے ہی میں جھاڑ پھونک ہے۔ اسی پر وہ تمام احادیث
 دلالت کرتی ہیں۔ جو جھاڑ پھونک سے متعلق وارد ہیں۔ خواہ جھاڑ پھونک عام ہو یا
 خاص۔

ابو داؤد نے حضرت انسؓ سے ایک دوسری روایت باس طور روایت کی ہے کہ آپ
 نے فرمایا۔

لَا رُقِيَّةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حَمَةِ ۚ ۳
 جھاڑ پھونک صرف نظر بد یا
 زہریلے ڈنک کے لئے یا فساد
 دموی کے لئے ہی ہے۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔
 رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُقِيَّةِ مَنْ
 بد ڈنک مارنے اور پہلو کے
 پھوڑے کے لئے جھاڑ پھونک
 کرنے کی رخصت دی ہے۔ ۴

۱۔ ابو داؤد نے ۳۸۹۲ میں کتاب الطب باب کیف الرقی کے ذیل میں اس کو نقل کیا
 ہے۔ اس کی سند میں زیاد بن محمد نامی ایک راوی منکر الحدیث ہے اس کے علاوہ
 دیگر تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اس کو امام احمد نے ۲۱/۶ میں دوسرے طریق سے
 روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ابو بکر ابن ابی مریم غسانی شامی نامی
 راوی ضعیف ہے۔ دارقطنی نے بیان کیا کہ وہ متروک ہے ابن عدی نے لکھا ہے کہ
 یہ حدیث غرائب میں سے ہے۔ ثقات نے اس کی بہت کم ہمنوائی کی ہے۔

۲۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۱۸۶ میں کتاب السلام باب الطب المرض والرقی کے ذیل
 میں اس کو بیان کیا ہے۔

۳۔ ابو داؤد نے ۳۸۸۹ میں اس کو بیان کیا اس کی سند میں شریک تافضی نامی راوی سئی
 الجھٹ ہے لیکن بقیہ رواۃ ثقہ ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ نے ۲۲۰ میں بریدہ بن حصب
 ہے بایں طور ”لارقیۃ“ اس کی تخریج کی ہے۔ ابن ماجہ نے ۳۵۱۳ میں مرفوع سند
 کے ساتھ اس کو ذکر کیا لیکن اس کی سند میں ضعف ہے اور اس باب میں عمران بن
 حصین کے واسطے سے امام احمد بن حنبل نے اور ابو داؤد نے ۳۸۸۴ میں ترمذی
 نے ۲۰۵۸ میں اس لفظ کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ ”لارقیۃ الامن عین
 او حمة“ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۴۔ اس کی تخریج گزریچکی ہے۔

(۷۵) فصل

ڈنک زدہ کو سورہ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی بابت ہدایات نبوی

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

انْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي سَفَرٍ سَافَرُوا حَتَّى
نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِّنْ أَحْيَاءِ
الْعَرَبِ فَاسْتَصَفَوْهُمْ فَأَبَوْا
أَنْ يُضَيَّفُوهُمْ فَلَدَغَ سَيْدُ
ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ
بَعْضُهُمْ لَوْ آتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ
الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ
يَكُونُوا عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْئًا فَأَ
تَوْهُمْ فَقَالُوا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ
إِنَّ سَيِّدَنَا لَدَغَ وَسَعَيْنَا لَهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ لَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا
ایک گروہ ایک سفر میں نکل پڑا سفر
کرتے کرتے عرب کے ایک
قبیلہ میں اترے اور ان سے
میزبانی قبول کرنے کی
درخواست کی انہوں نے میزبانی
قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
اتنے میں ان کے سردار کو ڈنک لگا
انہوں نے ہر ممکن تدبیر کر ڈالی مگر
کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اس
قبیلہ کے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ
قافلہ جو تمہارے یہاں آیا ہے۔
ان کے پاس کوئی تدبیر ہو چنانچہ
وہ اصحاب رسول کے پاس

وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ ذَلِكَ
فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا
رُقِيَّةٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ
اِقْسِمُوا وَاضْرِبُوا إِلَىٰ مَعَكُمْ
سَهْمًا ☆

ایسا چنگا ہو گیا گویا کہ اسے سی
بندش سے رہائی ملی ہو۔ اور وہ چلنے
پھرنے لگا اسے کوئی تکلیف نہ تھی
پھر اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ان
کی طے شدہ پوری پوری اجرت
دے دو۔ چنانچہ انہوں نے
اجرت دے دی اس میں بعض
صحابہ نے کہا کہ باہم اسے بانٹ
لو اس پر دم کرنے والے شخص نے
کہا کہ جب تک ہم رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ
جائیں۔ اس وقت تک کچھ نہ کرو
اور ہم آپ کے حکم کے معلوم ہو
جانے تک اس سے توقف کریں
گے چنانچہ سب لوگ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا
یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ
کیسے معلوم ہوا کہ یہ کام رقبہ
(جھاڑ پھونک) سے ہوا پھر آپ
نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی کیا
اب اسے باہم بانٹ لو اور اس
میں میرا بھی ایک حصہ لگانا۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ ☆ ۲ کہ سب سے موثر دوا قرآن

مجید ہے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح معلوم دینی چاہئے کہ بعض کلام میں معلوم خواص اور مجرب منافع ہوتے ہیں پھر رب العالمین کے کلام میں یہ چیز کیوں نہ مان لی جائے جبکہ اس کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہی ہے جیسی رب العالمین کی فصیلت تمام مخلوقات پر اس میں کامل شفا ہے۔ اور پورا بچاؤ اور حفاظت ہے نیز اس میں رہنمائی کرنے والی روشنی اور رحمت عمومی بھی ہے جس کے بارے میں خود قرآن ناطق ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اس کی شدت تاثیر عظمت و جلالت کی بنیاد پر پہاڑ شگافتہ ہو جاتا دوسری جگہ فرمایا۔

وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ

ہم قرآن سے اس حصہ کو اتارتے

شِفَاءً وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ☆

ہیں جو جملہ مومنین کے لئے شفاء

(۸۲۰۰۰)

اور سر اپا رحمت ہے۔

اس آیت میں من جنس کے لئے ہے تبعضیہ نہیں ہے مفسرین کا صحیح ترین قول یہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ

لائے اور نیک عمل کئے سبھی سے

مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ☆ (خ)

معفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا

(۲۹)

ہے۔

پھر سورہ فاتحہ کے بارے میں کیا خیال ہے جس کی کوئی مثال نہیں قرآن تورات انجیل اور زبور کسی میں بھی اس شان و عظمت کی سورہ نازل نہیں ہوئی جو تمام ادیان

سماویہ کے معانی کو شامل ہے اسماء خداوندی میں بنیادی اسماء کا ذکر ہے۔ اس کی صفات کا اکٹھا بیان ہے جو اللہ رب رحمن اور رحیم ہے اس کی آیت میں معاد کا ثبوت ہے تو حیدر و بوبیت اور تو حید الہیت دونوں ہی کا اس میں ذکر ہے۔ اور اس عاجزی کا بیان ہے جس میں انسان اعانت و ہدایت کی طلب میں پوری طرح اپنے رب کا محتاج ہے۔ اپنی ان خصوصیات میں وہ یگانہ ہے۔ اس میں سب سے عمدہ سب سے نافع اور ضروری دعا کا بھی ذکر ہے۔ اور انسان کو سب سے زیادہ صحیح اور سیدھے راستے کی ضرورت ہوتی ہے اس میں کمال معرفت الہی کمال تو حید اور کمال عبادت سبھی چیزیں بدرجہ اتم موجود ہیں اللہ نے جو کرنے کا حکم دیا اس کی تعمیل اور جس سے روکا اس سے اجتناب اور موت کی گھڑی تک اسی پر برقرار رہنا اور اس میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جن میں خلأق کی تقسیم اور ان کی اپنے منعم حقیقی کی جانب سے معرفت حق اور اس پر عمل اس کی محبت و ایثار کے مطابق موجود ہے۔ اور جو معرفت حق کے بعد بھی پھر گئے ان کے مغضوب ہونے کا ذکر ہے۔ اور جو پہچان نہ سکے ان کے گمراہ ہونے کا بیان ہے۔ اور خلأق کی تقسیم تو یہی ہو سکتی ہے اگر تقدیر کو سامنے رکھیں شریعت کو مانیں، اسماء الہی، صفات خداوندی، معاد نبوت نفوس کی پاکیزگی دلوں کی اصلاح، عدل و احسان الہی کا ذکر اور اہل بدعت اور باطل پرستوں کی تردید موجود ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر تو ہم نے اپنی کتاب ”مدارج السالکین“ میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ وہیں ہم نے یہ بھی بتایا کہ اس سورہ مبارکہ کی کیا شان و عظمت ہے اور اس سے شفاء کلی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور ڈنگ زدہ کو اس کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال سورہ فاتحہ میں اخلاص عبودیت خدا کی برتری تمام امور اسی کے سپرد کرنے اسی سے استعانت اور اسی پر توکل کرنے اور اسی سے ایسی نعمت کی جو تمام نعمتوں کی خیر ہے۔ یعنی ہدایت ہے جو تمام نعمتوں کو بندے کی طرف کھینچ کر لاتی ہے اور ہر قسم کے ضرر کو دفع کرتی ہے۔ یہ دواؤں میں سب سے اعلیٰ اور نفع بخش اور مفید دوا

ہے جس سے علاج کیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دم کرنے کے لئے سب سے اہم ترین یہ آیت
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے۔

بلاشبہ ان دونوں کلموں میں اس دوا کے قوی ترین اجزاء موجود ہیں کیونکہ ان
دونوں میں عموم تفویض و توکل اور التجاء و اعانت طلبی اور محتاجی و ضرورت کا بیان موجود
ہے۔ اور سب سے اعلیٰ نشانی کا پتہ ہے وہ ہے صرف ایک خدا کی عبادت اور سب سے
بہتر ذریعہ وہ استعانت ہے جو باری تعالیٰ کی عبادت پر معاون ہو اور اس کا تجربہ بھی
ہے کہ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ میں مکہ میں بیمار پڑ گیا۔ وہاں میرے پاس نہ کوئی دوا
تھی اور نہ کوئی طبیب ہی تھا چنانچہ میں نے اپنا علاج اسی سورہ کے ذریعہ کرنا شروع کیا
میں زمزم کا پانی لے کر اس پر متعدد بار سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا پھر اسے پی لیتا اس سے
مجھے کامل شفاء ہوئی پھر اس کا تجربہ میں نے مختلف درووں میں کیا تو مجھے اس سے غیر
معمولی نفع پہنچا۔

۱۔ بخاری نے ۸/۱۰۷ میں کتاب الطب باب المحدث فی الرقیۃ کے تحت اور مسلم نے
۲۲۰۱ میں کتاب السلام باب جواز اخذ الاجرہ علی الرقیۃ کے ذیل میں اس کی تخریج
کی ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۵۰۱ میں کتاب الطب باب الاستشفاء بالقرآن کے تحت اس
حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں حارث الاعور ایک راوی ضعیف ہے۔

(۷۶) فصل

فاتحۃ الکتاب کے اسرار و رموز

زہریلے جانوروں کا علاج سورہ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کرنے کی تاثیر میں ایک
نادر بعید ہے۔ اس لئے کہ تمام زہریلے جانوروں کی کیفیات کے اثرات ان کے خبث

نفس کی بنیاد پر ہوتے ہیں اس کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اس کا ہتھیار وہ آتشیں غصہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ڈنگ مارتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ زہریلے جانور بغیر غصہ کے کبھی ڈنگ نہیں مارتے جب جانور غضبناک ہوتا ہے تو اس میں زہر پورے طور پر اتر آتا ہے۔ جس کو وہ اپنے ڈنگ کے ذریعہ خارج کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا بنائی ہے اور ہر چیز کے لئے اس کا مقابل پیدا کیا ہے دم کرنے والے کا دم جھاڑ پھونک کئے جانے والے مریض کی سانس میں اثر کرتا ہے۔ اور ان دونوں سانسوں کے درمیان اثر اندازی اور اثر پذیر ی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیماری و دوا میں فعل و انفعال ہوتا ہے۔ چنانچہ دم کرنے والے کی قوت اس جھاڑ پھونک سے اس بیماری پر غالب ہو جاتی ہے۔ اور اسی قوت کے غلبہ کے اثر سے بحکم الہی وہ مرض دور ہو جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دواؤں اور بیماریوں کی تاثیر کا تمام تر مدار فعل و انفعال ہی پر ہوتا ہے اور یہ جس طرح ظاہری بیماری اور دوا میں صادق آتا ہے۔ بالکل اسی طرح روحانی علاج کرنے والوں کی بیماری اور دوا پر بھی صادق آتا ہے دم کرنے میں تھوکنہ اور پھونکنا اس رطوبت ہوا کے ساتھ معاونت کرتا ہے۔ دم کے ساتھ ہی چلنے والی سانس میں ذکر و دعا کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دم تو دم کرنے والے کے منہ اور دل سے خارج ہوتی ہے پھر اس کے اجزاء باطنی کے ساتھ تھوک ہے اور سانس کی مدد بھی ساتھ ہی ہوتی ہے۔ تو اس کی تاثیر میں یلگو نہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر اور نفوذ بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کے امتزاج سے ایک جاندار موثر کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مرکب دواؤں کے تیار کرتے وقت دواؤں کے باہمی امتزاج سے دوا کی تاثیر غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دم کرنے والے کا دم ان نفوس خبیثہ کے مقابل ہو جاتا ہے۔ اور اس پھونک سے اس کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دم اور پھونک دونوں اس اثر کے زائل کرنے میں مدد دیتے ہیں اگر دم کرنے والے کی کیفیت زیادہ جاندار

ہو تو دم کا اثر بھی مکمل ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی پھونک سے وہ کام لیتا ہے جو ڈنگ مارنے والا جانور کا خبث اپنے ڈنگ سے ڈنگ زدہ کو پہنچاتا ہے۔

اور پھونک مارنے میں ایک اور راز ہے اس پھونک سے پاک اور ناپاک روحیں مدد چاہتی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ کام جادوگر بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح ایمان والے کرتے ہیں۔ خود قرآن میں ہے کہ گمراہوں پر پھونک مارنے والوں سے خدا کی پناہ اس لئے کہ سانس میں کیفیت غضب و محار بہ پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر اسی پھونک کے ذریعہ وہ تیر چلتا ہے۔ جو نشانہ پر صحیح لگتا ہے۔ اسی جھاڑ پھونک کے ساتھ کسی قدر تھوک آمیز ہوتا ہے اور یہ کیفیت موثرہ سے لیس ہوتا ہے۔ اور جادوگروں کا پھونک سے مدد چاہنا تو کھلی ہوئی بات ہے۔ اگرچہ یہ پھونک مسحور کے جسم سے چپکتی نہیں بلکہ یہ پھونک گرہ پر ہوتی ہے جو گرہ لگاتے وقت جادوگر پھونکتا ہے اور جادو کے کلمات اس کی زبان پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کا اثر وہ مسحور تک ارواح خبیثہ کی وساطت سے پہنچاتا ہے۔ اب اس کا مقابلہ پاک اور ستھری روح دفاعی کیفیت سے آراستہ ہو کر اور دم کو زبان سے ادائیگی کے ساتھ کرتی ہے۔

اس میں پھونک سے بھی مدد ملتی ہے۔ اب ان میں سے جو قوی ہوتی ہے اسی کے ہاتھ بازی ہوتی ہے۔ اور بعض روحوں کا دوسری سے مقابلہ و محار بہ اور اس کا ہتھیار بعینہ اجسام پر برائیوں کے مقابلہ میں جیسا دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقابلہ و محار بہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ارواح و اجسام اور ان کے ہتھیاروں فوجیوں کے باہمی مقابلہ میں عمل آتا ہے۔ لیکن جو محسوسات کا قائل ہے۔ اس کو ارواح کی تاثیرات اور ان کے افعال و انفعال کا بالکل احساس نہیں ہو پاتا کیونکہ اس پر حسی و مادی چیزوں کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے۔ نیز وہ عالم ارواح ان کے احکام و تاثیرات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب روح قوی ہوتی ہے۔ اور فاتحہ کے معانی کی کیفیت اس پر

طاری ہوتی ہے اور دم کرنے اور جھاڑ پھونک کرنے کے ذریعہ اس کو مدد حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کا اثر پورے طور پر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ جو نفوس خبیثہ کی جانب سے ہوتی ہے اور بلا آخر ان تاثیرات کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے۔ واللہ اعلم

(۷۷) فصل

بچھو کے ڈنگ مارے ہوئے کا دم کرنے کے ذریعہ علاج

کرنے میں ہدایت نبوی

امین ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یُصَلِّیْ اِذَا
 سَجَدَ فَلَدَغْتُهُ عَقْرَبٌ فِیْ
 اَصْبَعِهِ فَاَنْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَقَالَ
 لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدْعُ نَبِیًّا
 وَلَا غَیْرَهُ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِاَنَاءٍ
 فِیْهِ مَاءٌ وَمِلْحٌ فَجَعَلَ یَضَعُ
 مَوْضِعَ اللَّدَغَةِ فِی الْمَاءِ
 وَالْمِلْحِ وَیَقْرَأُ اَقْلَ هُوَ اللّٰهُ
 اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَیْنِ حَتّٰی
 سَكُنَتْ ۞

حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا
 کہ ہماری موجودگی میں نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے
 جو نبی آپ نے سجدہ کیا ایک بچھو
 نے آپ کی انگلی میں ڈنگ لگا
 دیا۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔
 تو فرمایا کہ خدا بچھو پر لعنت کرے
 جو نبی کو نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا
 ہے۔ پھر آپ نے پانی سے بھرا
 ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں
 نمک آمیز کیا ہوا تھا اور آپ اس
 ڈنگ زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی
 میں برابر ڈبوئے رہے۔ اور قل ہو
 اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر اس پر
 دم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ
 بالکل سکون ہو گیا۔

اس حدیث شریف میں ایسی دوا سے علاج کا گر موجود ہے۔ جو دو چیزوں سے
 مرکب ہے ایک طبعی اور دوسری روحانی اس لئے کہ سورہ اخلاص کمال توحید علمی و
 اعتقادی کا مظہر ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدت ثابت کی گئی ہے۔ جس سے ہر
 قسم کی شرکت کی نفی ہو جاتی ہے۔ نیز اس میں حمدیت کا بھی اثبات ہے۔ جو خدا کے
 لئے ہر کمال کو ثابت کرتی ہے کہ باوجود اس صمدیت کے تمام مخلوقات اپنی ضرورتوں کو
 پوری کرنے کے لئے اسی کی طرف ہی رخ کرتی ہیں۔ خواہ وہ مخلوق علوی ہو یا سفلی سبھی

کی مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر اس میں خدا کے باپ اور لڑکے ہونے کی نفی بھی ہے نہ اس کا کوئی مماثل و ہمتا ہے۔ اسی سے اصل کی یگانگت و وحدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح فرع و نظیر اور ایسی خصوصیات جو اس کی مماثلت کی حامل ہیں۔ ان کی بھی پوری طور پر نفی ہو جاتی ہے پھر یہ سورہ اخلاص قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ ہے۔ اس کے اسم میں حمد بھی شامل ہے جس سے ہر کمال کا اثبات و مماثل کی نفی اور مشابہت و مماثل سے تنزیہ مقصود ہے۔ اور اسم احد میں ہر ذوالجلال شریک کی نفی ہے یہی تین بنیادی پتھر ہیں۔ جن پر توحید کی پوری عمارت کھڑی ہے۔

پھر معوذتین کو لیجئے کہ اس میں ہر مکروہ و ناپسند چیز سے اجمالی و تفصیلی طور پر استعاذہ کا سامان موجود ہے۔ اس لئے کہ لفظ استعاذہ ”مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ“ ہر اس شر کو عمومی طور پر شامل ہے جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے خواہ وہ اجسام سے متعلق ہو یا ارواح سے متعلق ہو۔ اور استعاذہ ”شَرِّ غَاسِقٍ“ سے رات اور اس کی علامت مراد ہے۔ یعنی جب چاندنی غائب ہو جائے۔ اور مکمل طور پر تاریکی چھا جائے تو اس میں ارواح خبیثہ کے شر سے استعاذہ شامل ہوتا ہے۔ جو اس میں پھیلتی ہیں اور دن کی روشنی ان ارواح اور ان کی آزادانہ گردش کے درمیان حائل رہتی ہے۔ جب مکمل طور پر رات میں تاریکی چھا جاتی ہے۔ بالخصوص جب چاند بھی غائب ہو تو اس وقت ان ارواح کو چلنے پھرنے کا پورا پورا موقعہ ہاتھ آ جاتا ہے۔

اور لفظ استعاذہ ”مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ“ جادوگروں اور ان کے جادو کے شر سے استعاذہ کو مشتمل ہے۔

اور استعاذہ ”مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ“ کے مضمون سے ان تمام ارواح خبیثہ سے استعاذہ کرنا معلوم ہوتا ہے جو اپنے حسد اور نظر بد کے ذریعہ لوگوں کو اذیت پہنچاتی ہیں۔ اور دوسری سورہ میں انسانی اور جنی تمام شیاطین کے شر سے تعوذ کا بیان ہے غرض ان دونوں سورتوں میں ہر طرح کے شر سے استعاذہ کا گرموجود ہے اور ان دونوں میں

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَقِيتُ مِنْ
 عَقْرَبٍ لَدَغْتَنِي الْبَارِحَةَ
 فَقَالَ أَمَّا لَوْ قُلْتَ حِينَ
 أَمْسَيْتَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ
 التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ
 تَضُرَّكَ ☆ ۳
 انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
 اور کہا اے رسول خدا! مجھے کل
 شام ایک بچھو نے ڈنک مار دیا
 آپ نے فرمایا کہ اے کاش تو نے
 یہ کلمات شام ہوتے ہی کہہ لئے
 ہوتے، اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ
 التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی
 خدا کے کلمات نامہ کے ذریعہ
 مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں
 ۔ تو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ طبعی روحانی دوائیں بیماری کے ہوتے ہوئے نافع
 ہوتی ہیں اور اس کے وقوع کو روک دیتی ہیں۔ اگر بیماری ہو بھی جائے تو اس سے ضرر
 نہیں ہوگا اگرچہ یہ تکلیف دہ ہو مگر دوائے طبعی صرف بیماری کے وقوع کے بعد ہی نافع
 ہوتی ہے۔ تعوذات اور ذکر و اذکار ان اسباب کے وقوع کو روک دیتی ہے۔ یا صرف
 اس کے کمال تاثیر کو روک دیتی ہے۔ تعوذ کی قوت اور اس کا اثر جتنا قوی یا کمزور ہوگا
 اسی حیثیت سے کام کرے گا۔ اسی لئے جھاڑ پھونک اور تعوذ کا استعمال حفظانِ صحت
 اور ازالہ مرض کے لئے کیا جاتا ہے۔ حفظانِ صحت کے لئے تعوذ و جھاڑ پھونک کا ثبوت
 صحیحین میں مذکور حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فَرَّاشِهِ نَفَثَ فِي كَفِّهِ 'قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ' وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدُهُ مِنْ جَسَدِهِ ☆ ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں پر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے پھر اپنے چہرہ مبارک اور جسد اطہر پر جہاں تک ہاتھ کی رسائی ہوتی مسح فرماتے۔

اسی طرح دوسری حدیث بسلسلہ تعوذ ابو الدرداء سے مرفوعاً روایت ہے۔ جو اس طرح مذکور ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ☆

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر میں نے توکل کیا اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے۔

اور اس حدیث کا ذکر پہلے آچکا ہے جس میں مذکور ہے کہ جو شخص ان کلمات کو دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھے گا اسے شام تک کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ اور جو اسے دن کے آخری حصہ میں پڑھے گا اسے صبح تک کوئی کوئی مصیبت نہ گھیرے گی۔ ۵ اسی طرح صحیحین میں مروی ہے۔

مَنْ قَرَأَ الْاٰیَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِی لَيْلَةٍ كَفَّتَاہُ ☆ ۶

جس نے سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں رات میں پڑھ لیں پوری رات کے لئے اس کو یہ کافی ہو گئی۔

صحیح مسلم میں بھی یوں مذکور ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ
أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَصُرْهُ
شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ
مَنْزِلِهِ ذَلِكَ ☆ ۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو شخص کسی جگہ پڑاؤ ڈالے اور
کہے کہ میں اللہ کے کلمات نامہ
کے ذریعہ مخلوق کے شر سے پناہ
چاہتا ہوں تو اس جگہ سے کوچ
کرنے تک اسے کوئی چیز نقصان
نہیں پہنچا سکتی۔

اور ایسی ہی ایک حدیث سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي السَّفَرِ يَقُولُ
بِالْإِيلِ يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكَ
اللَّهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّكَ وَ
شَرِّمَا فِيكَ وَشَرِّمَا يَدْبُ
عَلَيْكَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ أَسَدٍ
وَأَسْوَدٍ وَمِنْ الْحَيَّةِ
وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ
وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ☆ ۸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات
کے وقت کہتے تھے کہ اے زمین
میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ میں
تیرے شر اور تیرے اندر کے شر
اور اس چیز کے شر سے جو تیری
پشت پر رہتا ہے۔ خدا کی پناہ
چاہتا ہوں۔ اور میں شیر، چیتا،
سانپ، بچھو شہر کے باشندوں اور
والد اور لڑکے کے شر سے خدا کی

پناہ چاہتا ہوں۔

دوسرے علاج کا بیان سورہ فاتحہ کے دم کرنے بچھو کے لئے جھاڑ پھونک میں مذکور
ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کے علاوہ چیزوں کے سلسلہ میں جھاڑ پھونک کا بیان
آگے آ رہا ہے۔

- ۱۔ ترمذی نے ۲۹۰۵ میں کتاب ثواب القرآن باب ماجاء فی المعوذتین کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیہ نامی سیکی لکھتے ہیں۔
- ۲۔ امام احمد نے ۱۵۵/۲ میں ترمذی نے ۲۹۰۵ میں ابوداؤد نے ۱۵۲۳ میں اور نسائی نے ۶۸/۳ میں منعہ و طرق سے علی بن رباح نخعی عن عقبہ بن عامر کے واسطے سے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔
- ۳۔ امام مسلم نے ۲۷۰۹ میں کتاب السلام باب الذکر والدعاء کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔
- ۴۔ بخاری نے اس کو ۱۰۷/۱۱ میں کتاب الدعوات باب القعوذ والقراءة عند النوم کے ذیل میں نقل کیا اور مسلم نے ۲۱۹۲ میں کتاب السلام باب رقیۃ المریض بالقعوذات کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔
- ۵۔ ابن سنی نے ”عمل الیوم واللیلہ“ ص ۲۱۲۰ میں اس کی تخریج کی اس کی اسناد ضعیف ہے پھر ایک دوسرے طریق سے بھی اسے روایت کیا ہے مگر یہ بھی ضعیف ہے اور عراقی نے اس کی تخریج کی نسبت ایک ضعیف سند کے حوالہ سے طبرانی کی طرف کی ہے۔
- ۶۔ بخاری نے ۵۰/۹ میں کتاب فضائل القرآن باب فضل سورة البقرة کے تحت اور مسلم نے ۸۰۸ میں کتاب المسافرین باب فضل الفاتحہ و خواتیم سورہ البقرة کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔
- ۷۔ مسلم نے ۲۷۰۸ میں کتاب الذکر والدعاء باب القعوذ من سوء القضاء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔
- ۸۔ ابوداؤد نے ۲۶۰۳ میں احمد نے ۱۳۲/۲ میں اس کی تخریج کی اس کی سند میں زبیر بن ولید شامی ایک راوی ہے جس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی اور اس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں۔

(۷۸) فصل

پہلو کی پھنسیوں کے جھاڑ پھونک میں ہدایات نبوی

پہلے حدیث انس میں جو صحیح مسلم کی روایت ہے یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار نظر بد اور پہلو کی پھنسیوں میں دم کرنے کی رخصت دی ہے۔

سنن ابوداؤد میں شفاء بنت عبد اللہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا:

دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَ
حَفْصَةَ فَقَالَ أَلَا تَعْلَمِينَ هَذِهِ
رُقِيَّةُ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا
الْكِتَابَةَ ☆ ۱

میرے پاس رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لائے اور میں
حفصہ کے پاس تھی آپ نے فرمایا
کہ کیوں نہیں پہلو کی پھنسیوں
کے دم کرنے کا طریقہ اسے

سکھا دیتی جیسا کہ اسے فن کتابت

سکھایا۔

”نملہ“ دونوں پہلو میں نکلنے والے پھوڑوں کو کہتے ہیں۔ اور یہ ایک مشہور بیماری ہے۔ اس کا نملہ نام اس لئے رکھا گیا کہ مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے اوپر چیونٹی رینگ رہی ہے۔ اور اسے کاٹ رہی ہے۔ اس پھوڑے کی تین قسمیں ہیں۔

ابن قیمیہ وغیرہ نے بیان کیا کہ مجوس کا خیال تھا کہ بھانجا اگر اس پھوڑے پر پاؤں رکھ کر گزر جائے تو مریض شفا یاب ہو جائے گا اسی معنی پر شاعر کا یہ شعر بھی ہے:

لَا عَيْبَ فِينَا غَيْرَ عُزْفٍ
لَمِعْشَرٍ
كِرَامٍ وَأَنَا لَا تَخْطُ عَلَى
النَّمْلِ ☆ ۲

ہمارے اندر کوئی عیب نہیں ہے
عیب ہے تو صرف یہ کہ ہم شریف
گھرانے کے ہیں اور ہم نمل
(پہلو کے پھوڑوں) پر پیر رکھ کر

گزر نہیں کرتے۔

خلال نے روایت کیا کہ شفاء بنت عبد اللہ دو درجہ جاہلیت میں پہلو کے پھوڑے پر

جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں۔ جب ہجرت کر کے پیغمبر خدا کے پاس آئیں اور مکہ میں آپ سے بیعت توبہ کی تو عرض کیا کہ اے رسول خدا میں دو رجالیہت میں نملہ (پہلو کی پھوڑے) پر جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اور چاہتی ہوں کہ اسے آپ کے سامنے پیش کروں چنانچہ انہوں نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ صَلَّتُ حَتّٰی تَعُوْذُ
خدا کے نام سے بھول کر اس کی
مِنْ اَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ اَحَدًا
زبانوں میں آ گیا اور یہ کسی کو
اَللّٰهُمَّ اكْشِفِ الْبَاسَ رَبِّ
نقصان نہیں پہنچا سکتا اے اللہ
النَّاسِ ☆
مصیبت کو دور کر دے اے لوگوں

کے رب!

آپ نے فرمایا اس کو ایک لکڑی پر سات مرتبہ دم کرو اور ایک صاف ستھری جگہ بیٹھو اور پرانی شراب کے سرکہ کے ساتھ پتھر پر اسے گھسواور اسے نملہ (پہلو کے پھوڑے) پر ضا د کرو اور حدیث میں عورتوں کو فن کتابت کی تعلیم دینے کے جواز پر دلیل ملتی ہے۔

۱۔ ابو داؤد نے ۳۸۸۷ میں احمد نے ۳۷۲/۶ میں اس کی تخریج کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۵/۷ میں کتاب الطب باب رقیۃ الحیۃ والعقرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں امام بخاری نے ۱۷۵/۱۰ میں کتاب الطب باب رقیۃ الحیۃ والعقرب کے ذیل میں اس کو ذکر کیا اور امام مسلم نے ۲۱۹۳ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ کے تحت حدیث عائشہ سے اس کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے پر جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے۔ ”حمۃ“ حاء کے ضمہ اور میم کے تخفیف کے ساتھ اس کا معنی زہر ہے اور اس سے مراد زہریلے جانور ہیں۔

(۷۹) فصل

مارگزیدہ پر دم کرنے میں ہدایت نبوی

آپ کا یہ قول پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ نظر بد اور زہریلے جانوروں ہی میں جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے یعنی ان کے کاٹنے اور ڈنگ مارنے کی صورت میں جھاڑ پھونک کرنا چاہئے۔ ”حمۃ“ حاء کے ضمہ اور میم کے فتح کے ساتھ مشددا اور غیر مشددا دونوں طور پر پڑھا جاتا ہے۔ اس سے مراد زہریلے جانور کے تمام اقسام ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث عائشہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ اور بچھو کے کاٹنے میں جھاڑ پھونک کرنے کی رخصت دی ہے۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول کو سانپ نے ڈس لیا آپ نے فرمایا کہ کوئی دم کرنے والا موجود ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اے رسول خدا! آل حزم سانپ کے ڈسنے پر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے جب آپ نے جھاڑ پھونک سے منع کیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کی عمارہ بن حزم کو بلا لاؤ۔ لوگوں نے اسے بلایا وہ آئے اور آپ پر اپنے دم کرنے کے طریقہ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں آپ کی اجازت پر انہوں نے جھاڑ پھونک کیا۔

حافظ نے اسے ”اصابہ“ ۴/۲۷۵ میں عمارہ کے ترجمہ کے سلسلہ میں ذکر کیا اور کہا کہ اس کو امام بخاری نے تاریخ صغیرہ میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۶۳۰۲۱۹ میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے روکا تو آل عمرو بن حزم حضور کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا کہ اے رسول خدا ہم جھاڑ پھونک جانتے ہیں جس سے بچھو کے ڈنگ مارنے پر دم کرتے ہیں اور آپ نے اس سے منع فرمایا ہے راوی نے کہا کہ جھاڑ پھونک کے الفاظ پیش کیا تو آپ نے فرمایا میرے خیال سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہے وہ نفع پہنچائے۔

(۸۰) فصل

زخموں اور جراحاتوں پر دم کرنے کی بابت ہدایات نبوی

امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی

ہے۔

قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى
 الْإِنْسَانُ أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ
 أَوْ جُرْحٌ قَالَ بِأَصْبَعِهِ هَكَذَا وَ
 وَضَعَ سُفْيَانٌ سَبَابَتَهُ بِالْأَرْضِ
 ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ
 تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرَبِّقَةٍ بَعْضُنَا
 يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا ☆
 حضرت عائشہ نے فرمایا جب کسی
 شخص کو بیماری لاحق ہوتی یا کوئی
 پھوڑا یا کوئی زخم ہوتا تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس
 طرح کرتے اور (راوی) سفیان
 نے اپنی انگشت سہابہ کو زمین
 پر رکھا پھر اسے اٹھالیا اور یہ دعا
 پڑھی بسم اللہ تربة الخ یعنی
 ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں
 سے کسی کا لعاب دہن ہمارے
 بیمار کو حکم الہی شفا دیتا ہے۔

یہ علاج آسان کے ساتھ ہی مفید اور مرکب بھی ہے اور یہ ایک لطیف طریقہ علاج
 ہے جس کے ذریعہ پھوڑوں اور رستے زخموں کا علاج کیا جاتا ہے۔ بالخصوص جبکہ علاج
 کے لئے کوئی دوسری دوا میسر نہ ہو اس لئے کہ زمین تو ہر جگہ موجود ہے اور یہ بھی معلوم
 ہے کہ خالص مٹی کا مزاج بار دیا بس ہوتا ہے۔ جو رستے ہوئے پھوڑوں اور زخموں کے
 خشک کرنے کے لئے مفید ہے جبکہ طبیعت اس رطوبت کو ختم کرنے اور زخم کو مندمل
 کرنے میں پوری طرح کام نہ کر رہی ہو بالخصوص گرم علاقوں میں اور گرم مزاج
 انسانوں میں یہ بے حد موثر ہے اس لئے کہ زخم اور پھوڑے عموماً سوء مزاج حار کے
 نتیجہ میں نکلتے ہیں اس طرح مریض میں علاقے اور مزاج اور زخم کی گرمی یکجا ہو جاتی
 ہے۔ اور خالص مٹی کی طبیعت میں برودت پیوست تمام دوسری مفرد بار دواؤں سے
 زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح سے مٹی کی برودت مرض کی حرارت کا مقابلہ کرتی ہے
 خصوصاً جبکہ مٹی کو دھل کر اسے خشک کر دیا جائے اور زخم میں ساتھ ہی ساتھ رطوبات

وہ درد مزمن (ہمیشہ اٹھنے والا درد) میں مبتلا تھے اور یہ درد ان کے اعصاب میں رچ بس گیا تھا کہ اس کا ادھر سے ادھر کرنا مشکل تھا اس مٹی سے وہ اس مرض موذی سے نجات پا گئے اور کتاب مسیحی کے مصنف نے بیان کیا کہ کنوس یعنی جزیرہ مصطکی سے حاصل کی گئی مٹی میں جلا اور تغسیل مادہ کی زبردست قوت ہوتی ہے۔ جس سے زخموں میں نیا گوشت آ جاتا ہے اور زخم پوری طرح مندمل ہو جاتے ہیں۔

جب عام مٹی کا یہ حال ہے اور اس میں یہ زبردست تاثیر ہے تو پھر روئے زمین کی اعلیٰ ترین اور مبارک ترین اور پاک مٹی میں کس درجہ کی افادیت ہوگی اور جس مٹی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب وہن ملا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا جھاڑ پھونک خدا کے نام سے ہو اور شفاء کا معاملہ خدا کے سپرد ہو تو پھر ایسی مٹی ایسے لعاب وہن اور ایسے رقیق کی افادیت کا کیا پوچھنا ہم اس سے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ جھاڑ پھونک کی تاثیر میں دم کرنے والے کی حیثیت کا بڑا دخل ہے اور اسی طرح اس کے جھاڑ پھونک سے مریض کا تاثیر بھی اسی حیثیت کا ہو گا یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار دنیا کا کوئی فاضل اور حاذق طبیب نہیں کر سکتا اگر ان صفات میں سے کوئی ایک صفت نہ پائی جائے تو پھر جو چاہو کہو۔

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ۱۰/۶۱۷۷ میں کتاب الطب باب رقیقۃ النبی کے تحت اور امام مسلم نے ۲۱۹۴ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیقۃ من العین وائماء کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

(۸۱) فصل

جھاڑ پھونک کے ذریعہ درد کے علاج کے متعلق ہدایات

نبوی

امام مسلم نے صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص سے روایت کی ہے کہ

أَنَّهُ شَكَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ مَنذَ اسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي تَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ تَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقَدْ رَبَّهُ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ ☆

انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی جو ان کے بدن میں اسلام لانے کے بعد سے پیدا ہو گیا تھا پیغمبر خدا نے ان سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ بدن کے اس حصہ پر رکھو جہاں تکلیف ہے۔ پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللہ الخ کے ذریعہ تعوذ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے طفیل اس

شر سے پناہ چاہتا ہوں جو میں اپنے بدن میں پا رہا ہوں اور جس سے میں خطرہ محسوس کرتا ہوں۔

اس تعوذ میں علاج ذکر الہی کے ساتھ ہے اور شفا کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی بنیاد پر ہے اور اللہ کی عزت و قدرت کے طفیل اس شر سے استعاذہ ہے جو اس کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا تکرار اور زیادہ نافع اور مفید ہے جیسے کہ مرض کے اخراج کے لئے دوا بار بار دی جاتی ہے اور سات میں ایسی خصوصیت ہے جو کسی دوسری عدد میں نہیں پائی جاتی۔

صحیحین میں روایت ہے کہ۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ
 يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى وَيَقُولُ
 اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهَبِ
 الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي
 لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً
 لَا يُعَادِرُ سَقَمًا ۞ ۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے
 کسی شخص کے لئے تعوذ فرماتے تو
 اپنا دایاں ہاتھ اس کے بدن پر
 پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے کہ
 اے اللہ اے لوگوں کے رب تو
 اس تکلیف کو دور کر اور شفاء عطا
 فرما تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے
 تمہاری شفاء کے سوا کوئی شفاء
 نہیں یہ ایسی شفاء ہے جو کسی
 بیماری کو باقی نہیں رہنے دیتی۔

اس رقیہ میں کمال درجہ ربوبیت کے ذریعہ اللہ سے توسل کیا گیا ہے اور اس کی
 کمال رحمت کے طفیل شفاء کی درخواست کی گئی ہے۔ اور اس کا اقرار ہے کہ صرف وہی
 تنہا شفاء دینے والا ہے۔ اس شفاء میں کوئی دوسرا شافی شریک نہیں اسی طرح یہ رقیہ
 خدا کی توحید اس کی ربوبیت اور اس کے احسان متینوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسلم نے ۲۲۰۲ میں کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم کے تحت
 اس کو ذکر کیا ہے۔

۲۔ بخاری نے ۱۰/۱۷۸ میں کتاب الطب باب المحدث فی الرقیۃ کے تحت اور مسلم نے

۲۱۹۱ میں کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض کے ذیل میں اسے ذکر کیا

ہے۔

(۸۲) فُصِّل

مصیبت زدہ اور غم زدہ کا علاج نبوی

کی ملکیت ہیں اور خدا نے یہ ساری چیزیں عاریتہً بندہ کو دی ہیں اب اگر اس نے اس کو لے لیا تو اس کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسے کہ عاریت دینے والا اپنا سامان مستعیر سے واپس لے لیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ دو عدم لگا ہوا ہے۔ ایک عدم تو ملنے سے پہلے اور دوسرا عدم ملنے کی بعد ہوتا ہے۔ اور بندہ کی اس پر ملکیت کچھ دنوں کے لئے عاریتہً تھی نیز بندہ نے اس کو عدم سے وجود نہیں بخشا کہ وہ درحقیقت اس کی ملکیت ہوتی اور نہ اس کے وجود کے وہ تمام آفتوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور نہ اس کے اوپر اس کے وجود کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہے اس لئے اس کی اس میں کوئی تاثیر نہیں اور نہ ملک حقیقی ہے۔

اس میں جو اسے تھوڑا بہت حق تصرف حاصل ہے وہ آقا کے حکم سے ہے کہ اس نے ایک حد تک پابندی لگا کر تصرف کی اجازت دی ہے مالاکنہ تصرف اسے حاصل نہیں اسی وجہ سے تصرفات کا بھی اسے حق نہیں بجز اس کے کہ مالک حقیقی کی اجازت ہو تو تصرفات بھی ممکن ہے۔

دوسری بنیاد یہ کہ بندہ کی ساری تگ و دو اپنے مولائے حقیقی ہی تک ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں اپنے پیچھے اپنا نائب چھوڑ کر اپنے رب کے پاس تنہا آئے جیسا کہ اسے اللہ نے پہلی بار تنہا پیدا کیا تھا اس کے پاس اس وقت اہل و عیال خاندان اور مال نہ تھا صرف اس کے پاس نیکیاں اور برائیاں ہوں گی جب انسان کی ابتدا یوں ہے اور اس کی انتہا یہ ہے تو اسے کسی موجود چیز سے مسرت اور گرم شدہ سامان پر ناامیدی اور مایوسی کیوں ہوتی ہے۔ چنانچہ مبدا و معاد کی فکر اس بیماری کا سب سے بڑھ کر علاج ہے اور اس کو یقینی علم ہو جائے کہ اس کو یہ مصیبت اس لئے پہنچی کہ وہ گناہ کرے اور اس کی گناہ کی پاداش میں یہ مصیبت نہیں پہنچی چنانچہ ارشاد باری ہے۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِى
الْأَرْضِ وَلَا فِى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا
فِى كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا
إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ
لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ
وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ
فَخُورٍ ☆ (حدید ۲۲-۲۳)

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے
اور خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ
ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ
دی گئی قبل اس کے کہ ہم ان
جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے
نزدیک آسان کام ہے تاکہ تم
اس چیز پر جو تم سے فوت ہو گئی
رنجیدہ نہ ہو جاؤ اور جو چیز تم کو عطا

کی ہے اس پر اترانے لگو اور اللہ
تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو
پسند نہیں کرتا۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اسے کیوں یہ مصیبت پہنچی تو وہ دیکھے گا
کہ خدا نے اس جیسے بہتوں کو باقی رکھا جو اس سے افضل تھا اگر اس نے مصیبت پر
صبر و رضا سے کام لیا تو اس کے لئے پونجی جمع کر دی جو اس مصیبت کی افتاد سے کئی گنا
بڑھی چڑھی ہے کیونکہ اگر خدا چاہتا تو اس سے بھی بڑی افتاد میں گرفتار کر سکتا تھا۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ اپنی آتش مصیبت کو اہل مصائب پر ہمدردی کا اظہار کر
کے ٹھنڈی کرے اور یہ بخوبی جان لے کہ ہر وادی میں بنو سعد ہیں ۲ پھر دائیں
جانب نظر ڈالے تو دیکھے گا کہ محنت و کاوش ہے اور بائیں رخ کر کے دیکھے تو اسے
حسرت ہی حسرت ۳ نظر آئے گی۔

اور اگر پوری دنیا کی تفتیش کرے تو اسے ہر طرف بتلائے درد و الم نظر آئیں گے۔
یہ ابتلاء کسی محبوب کی جدائی کی وجہ سے ہو گا یا کسی مشکل سے دو چار ہو گا دنیا کے شر
و ر خواب کے مانند ہیں یا ڈھلتے سائے کی طرح ہیں اگر کبھی ہنس پڑے تو عرصہ دراز

تک روتے رہے اور اگر ایک دن کی خوشی ملی تو عرصہ تک رنج و غم سے پالا رہا اگر تھوڑی پونجی ہاتھ آئی تو زمانے تک محرومی رہی کسی گھر کے لوگ پھلتے پھولتے نظر آئے تو کچھ دنوں کے بعد وہی گھر اجڑا ہوا جائے عبرت دکھائی پڑا اگر کبھی ہنسی خوشی کا موقع ہاتھ آ گیا تو دوسرے ہی دن شر و روفتن سے سابقہ پڑا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسرت کی آغوش میں ایک غم ہے کسی گھر میں آج ہر طرف اگر خوشی ہے تو کل ماتم کدہ دکھائی دے گا بن سیرین نے فرمایا کہ تمہاری ہر خوشی میں گریہ و زاری مضمر ہے۔ ہند بنت نعمان نے کہا کہ ہم نے پچشم خود دیکھا کہ ہم لوگوں میں سب سے معزز اور بڑے طاقتور بادشاہ تھے مگر ابھی سورج پورے طور پر غروب بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم نے اپنے آپ کو سب سے کم تر درجہ کا پایا اور خدا کو اس کا پورا حق ہے کہ جس گھر میں جہاں دولت کی ریل پیل ہو اس طرح برباد کر دے کہ وہ مقام عبرت بن کر رہ جائے۔ ایک شخص نے ہند بنت نعمان سے کہا کہ اپنی داستان سناؤ تو اس نے جواب دیا۔ کہ ابھی صبح کی بات ہے کہ سارا عرب ہمارا دست نگر تھا پھر شام اس طرح سے آئی کہ عرب کا ہر شخص ہم پر دست کرم و شفقت رکھے ہوئے تھا۔

ایک دن ہند کی بہن حرقہ بنت نعمان رو پڑی حالانکہ یہ بڑی شان و شوکت کی مالک تھی کسی نے اس سے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا کہ رونے کی کیا بات ہے کیا کسی نے تم کو اذیت دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے گھر میں دولت کی ریل پیل ۴ دیکھی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا گھر دیکھنے میں نہیں آیا جہاں مسرت کی لہر دوڑ رہی ہو کہ اچانک غم کی آندھی نہ چلی ہو۔

اسحق بن طلحہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں اس لڑکی کے پاس حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ تم نے بادشاہوں کی رفتار زندگی کیسی دیکھی؟ اس نے جواب دیا ہم آج کے اس خیر سے آشنا نہیں جس سے کل کے دن تھے کتابوں میں منقول یہ بات ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی گھر انہ ایسا نہیں جو فارغ البال زندگی بسر کرتا ہو مگر چند ہی دنوں کے بعد وہ

لوگوں کے لئے نمونہ عبرت بن جاتا ہے۔ زمانہ بڑا ہی عجیب ہے کہ وہ کسی قوم کے عیش و عشرت کے شب و روز کو مصیبت و رنج و غم کے شب و روز میں بدل دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ دو شعر انہوں نے سنایا۔

فَبَيْنَا نَسُوسُ النَّاسَ وَالْأَمْثُرُ
اِذَا نَحْنُ فِيهِمْ سُوقَةٌ
أَمْرُنَا نَا تَقَلُّبُ تَارَاتِ بِنَا وَتَصَرَّفُ
نَعِيْمُهُ

ابھی ہم لوگ لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے اور ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہ تھی کہ اچانک ہم میں تبدیلی آ گئی ہم ماتحت ہو گئے اور انصاف کے بھکاری بن گئے۔ براہِ دنیا کا کہ اس کی نعمت پائدار نہیں رہ رہ کے تبدیلیاں رہ رہ کے انقلابات رونما ہوتے ہیں۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ یہ یقین کر لے کہ مالہ و شیون سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے غم دو گنا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت میں یہ مرض کو بڑھاتا ہے۔ اس کا علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کر لے کہ صبر و تسلیم کا ثواب فوت ہونا یہ وہی برکت و رحمت اور ہدایت ہے جس کی خدا نے صبر کے نتیجہ میں ذمہ داری لی ہے درحقیقت استرجاعِ غم مصیبت سے بھی بڑی چیز ہوتی ہے۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ مالہ و شیون سے دشمن خوش ہوتا ہے۔ دوست ناراض ہوتا اور خدا ناراض ہوتا ہے۔ اور شیطان کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کا ثواب بھی ضائع ہوتا ہے۔

اور مالہ و شیون کرنا خود اپنے آپ کو کمزور کرنے کے مترادف ہے اور جب اس نے صبر و شکیب سے کام لیا تو شیطان کو اس نے خستہ کر دیا اور اسے نامراد لوٹا دیا اور اپنے رب کو راضی اور اپنے دوست کو خوش کر لیا اور دشمن کو تکلیف پہنچائی اور اپنے

بھائیوں کا بارہا کر دیا۔ اور اس نے ان کو ایسے موقع پر تسلی دی جبکہ لوگ اسے تسلی دیتے اسی کو ثبات کہتے ہیں اور یہی انتہائی کمال جس میں رخساروں پر طمانچہ مارنا اور چاک گریبانی اور چیخ و پکار کے ساتھ دعا اور تقدیر پر غصہ و رنج کا اظہار نہیں ہے۔

اس کا علاج ایک یہ ہے وہ یقین کر لے کہ صبر و شکیب سے کتنی لذت اور مسرت ملتی ہے اگر یہ مصیبت باقی رہ جاتی تو نہ جانے کس قدر لذتوں اور مسرتوں کے دروازے کھلتے اور اس کے لئے صرف وہی بیت الحمد ہی کافی ہے۔ جو اس کو مصیبت پہنچنے اور اس پر حمالہی کرنے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے نتیجے میں جنت میں تعمیر ہوتا ہے دیکھنا چاہئے کہ ان دو مصیبتوں میں سے کون سی مصیبت بڑی ہے یہ فوری طور پر پیش آنے والی مصیبت یا بیت الحمد کھودینے کی مصیبت جو جنت خلد میں ہی تعمیر ہوتا ہے چنانچہ جامع ترمذی میں مرفوعہ روایت مذکور ہے۔

یَوْمَ الْقِيَمَةِ اَنْ	قیامت کے دن لوگ خواہش
جُلُوْدُهُمْ كَانَتْ تُصْرَضُ	کریں گے کہ کاش ان کے
بِالْمَقَارِیْضِ فِی الدُّنْیَا لِمَا	چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ
یَرَوْنَ مِنْ ثَوَابِ اَهْلِ	دیکھتے جاتے جب وہ مصیبت
الْبَلَاءِ ☆ ۶	زدوں کے ثواب کو دیکھیں گے۔

بعض سلف نے بیان کیا کہ اگر دنیا کے مصائب و آلام نہ ہوتے تو ہم قیامت میں مفلس بن کر حاضر ہوتے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ مریض اپنے دل کو خدا کی طرف سے پہنچنے والی راحت سے تسکین دے جو کہ مصائب کے بعد انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز کا بدل ہے سوائے خدا کے کیوں کہ اس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا بقول شاعر:

مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اِذَا ضَيَّعَتْهُ
وَمَا مِنَ اللّٰهِ اِنْ ضَيَّعَتْهُ عَوْضٌ

ہر چیز کا جس کو تم نے کھودیا بدل اور اللہ کو اگر کھودیا تو اس کا کوئی
ہے بدل نہیں

اس کا ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کر لے کہ اس کا حظ مصیبت اس کے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جو اس پر راضی ہو اس پر راضی ہو اس کے لئے مسرت ہے اور جو اس پر غضب و غصہ کا اظہار کرے اس کے لئے غصہ ہے تمہارا حصہ مصیبت سے وہی ہے جس کو مصیبت نے تمہارے لئے ظاہر کیا تو اب تجھے اختیار ہے کہ تو اچھا حصہ لے یا برا اگر مصیبت اس کے غضب و غصہ اور کفر کا سبب بنی تو ہلاک ہونے والوں کے دفتر میں اس کا نام درج ہوگا اور اگر نالہ و شہیون و اجبات کے ترک کرنے میں یا حرام کام کے ارتکاب میں کوتاہی کا اظہار کیا تو کوتاہی کرنے والوں کے رجسٹر میں اس کا نام درج ہوگا اور اگر مصیبت پر اس نے زبان شکایت دراز کی اور بے صبری کا اظہار کیا تو بیوقوفوں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا اور اگر اس نے اللہ اور اس کی حکمت بالغہ پر اعتراض کیا تو گویا اس نے زندگییت کے دروازے پر دستک دی اور اس میں داخل ہو گیا اور اگر مصیبت پر صبر و ثبات کا اظہار خدا کے سامنے کیا تو صابروں میں شمار ہوگا اور اگر رضائے الہی کا اظہار کیا تو پسندیدہ لوگوں میں شمار ہوگا اور اگر مصیبت پر حمد الہی اور شکر کیا تو شکر گزاروں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا اور حمد الہی کے جھنڈے کے نیچے حمد کنوں کے ساتھ ہوگا اور اگر مصیبت کے نتیجہ میں خدا سے ملاقات کا شوق اور اس کی محبت دل میں پیدا ہو تو خدا کے مخلص اور محبت کرنے والوں میں اس کا شمار ہوگا۔

مسند احمد اور ترمذی میں محمود بن لبید کی حدیث مرفوعہ روایت ہے:

إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا
 ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ
 الرِّضَىٰ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ
 السُّخْطُ وَإِذْ أَحْمَدُ وَمَنْ
 جَرَعَ فَلَهُ الْجَزَعُ ☆
 خدا جب کسی قوم سے محبت کرتا
 ہے تو اس کو آزماتا ہے اگر
 آزمائش پر وہ راضی رہی تو
 رضائے الہی اس کے ساتھ ہے
 اور اگر وہ رنجیدہ غصہ ہوئی تو
 غضب الہی اس کے ہمراہ ہے امام
 احمد نے یہ زیادہ کیا کہ جس نے
 نالہ وشیون کیا اس کے لئے نالہ
 وشیون ہی ہے۔

مصیبت کا علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ یقین رکھے کہ اگر چہ وہ نالہ وشیون کی
 آخری منزل پر پہنچ جائے مگر پھر بھی مجبوراً صبر ہی کرنا پڑے گا اور یہ ناپسندیدہ بھی ہے
 اور بلا مقصد بھی اس لئے کہ اس سے ثواب نہیں ملے گا بعض دانشوروں کا یہ قول ہے کہ
 دانشمند شخص ابتداءً مصیبت ہی میں وہ کام کر گزرتا ہے جسے بیوقوف بہت دنوں کے
 بعد کرتا ہے اور جس نے شریفوں کی طرح صبر سے کام نہیں لیا وہ چوپایوں کی طرح بے
 غم ہو گیا۔

اور صحیح بخاری میں مرفوعاً روایت ہے:

الصَّبْرُ عِنْدَ صَدَمَةِ الْأُولَى ☆ صبر تو پہلی چوٹ کے وقت ہے۔

۸۔

اشعث بن قیس نے بیان کیا کہ اگر تو نے ایمان و احتساب کے طور پر صبر کیا تو بہتر
 و گرنہ چوپایوں کی طرح تم فراموش کر دیے جاؤ گے۔

اس کا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ جان لے کہ اس کے لئے سب سے
 نفع بخش دوا اس کے رب کی موافقت اور اس کی رضا ہے جو اس حق میں پسند کرے اور

اور رضائے الہی کو آزمائے اور اس کی تضرع و عاجزی اور گریہ و زاری سننا چاہتا ہے۔ اور اسے اپنے دروازے پر گرا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اور اپنے سامنے اسے شکستہ دل دیکھنا چاہتا ہے۔ اور اس کی شکایت و درد کی اپیل سننا چاہتا ہے۔ شیخ عبدالقادر نے فرمایا اے میرے بیٹے! مصیبت تم کو برباد کرنے کے لئے تجھ پر نہیں آتی۔ بلکہ تمہارے صبر و ایمان کی آزمائش کرنے کے لئے آتی ہے اے میرے بیٹے! تقدیر ایک درندہ ہے اور درندہ مردہ نہیں کھاتا خلاصہ کلام یہ کہ مصیبت بندہ کے لئے ایک بھیٹی کی حیثیت رکھتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کو تپا کر اپنے موافق کر لے پھر یا تو اس سے سرخ سونا نکالے یا زنگ آلود چیز شاعر نے خوب کہا ہے۔

سَبَّلْنَاهُ وَ نَحْسِبُهُ ہم نے اسے خالص چاندی سمجھتے
لُجَيْنًا فَأُبْدَى الْكَبِيرُ عَنْ ہوئے پگھلایا لیکن بھیٹی نے اسے
خَبَثِ الْحَدِيدِ ☆ زنگ آلود لوہا ظاہر کیا۔

اگر دنیا میں یہ بھیٹی اسے فائدہ نہ دے تو اس سے بھی بڑی بھیٹی سامنے ہے اگر بندے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا کی بھیٹی اور کسوٹی آخرت کی بھیٹی اور کسوٹی سے بہتر ہے۔ اور اسے دونوں میں سے کسی بھیٹی کی نذر ہونا پڑے گا۔ تاکہ اپنے اوپر نعمت خداوندی کی قدر و اہمیت کرے جو اس نے اس موجودہ بھیٹی میں پگھلا کر آزاد کر دیا۔

ایک علاج یہ بھی ہے کہ بندہ یہ سمجھ لے کہ اگر دنیاوی مصائب و آلام نہ ہوتے تو بندہ دوسری بڑی بیماریوں مثلاً تلبک، خود پسندی، ہیپیٹری اور سنگدلی میں مبتلا ہو جاتا۔ جو اس کی دنیاوی اور اخروی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اور یہ تو رحمت خداوندی ہے کہ اس نے مصائب کی مختلف دواؤں کے ذریعہ بندے کی مرض کی خبر گیری کی اور مہلک روی فاسد مواد کا استفراغ کیا وہ ذات انتہائی پاک مقدس ہے جو اپنی آزمائش کے ذریعہ رحم کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔ اور اپنی نعمتوں کے ذریعہ آزماتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

قَدْ يُنْعِمُ اللَّهُ بِالْبُلُوْیِ وَاِنْ
عَظُمَتْ
اللّٰهُ بَعْضُ الْقَوْمِ
بِالنَّعَمِ ☆
اللہ تعالیٰ مصیبت کے ذریعہ انعام
کرتا ہے۔ اگرچہ وہ بڑی ہو اور
کبھی بعض لوگوں کو خدا نعمتوں
کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا
کرتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا علاج مصائب و ابتلاء کی دواؤں سے نہ کرتا تو وہ سرکش ہو جاتے اور بغاوت کر بیٹھتے اور اکڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے ابتلاء و آزمائش کی دوا پلا کر اس کے مناسب حال علاج کرتا ہے۔ اور مہلک بیماریوں سے اس کا استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اچھی طرح اس کو مہذب بنا دیتا ہے اور پورے طور پر اس کا تنقیہ و تصفیہ فرما دیتا ہے تو اسے دنیاوی مراتب میں سے اعلیٰ ترین منصب کے لائق بنا دیتا ہے۔ اور یہی منصب عبودیت الہی ہے پھر اسے ثواب آخرت کا سب سے بلند حصہ عطا کرتا ہے۔ جسے روایت الہی اور قربت خداوندی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ بندہ بخوبی سمجھ لے کہ دنیا کی تلخی ہی بعینہ آخرت کی شیرینی ہے۔ اور باری تعالیٰ اپنی قدرت سے تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اور دنیا کی شیرینی درحقیقت آخرت کی تلخی ہے اس لئے جھوڑی دیر کی تلخی اگر دائمی حلاوت میں تبدیل ہو کر مل جائے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ اس کے برعکس معاملہ ہو اگر تم اسے ابھی تک نہ سمجھ سکے تو صادق مصدوق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو سمجھو جس میں آپ نے فرمایا۔

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ
وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ ☆
جنت ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر
دی گئی ہے اور جہنم لذائذ و شہوات
سے گھیر دی گئی ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر مخلوق کی عقلوں کا اختلاف نمایاں ہو جاتا ہے اور انسانیت کے حقائق سامنے آتے ہیں چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ چند روزہ رہنے والی حلاوت کو دائمی حلاوت پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ لازوال ہے اور انہوں نے چند ساعت کی تلخی کو دوامی حلاوت کے مقابل برداشت نہ کیا اور ذرا سی دیر کی بے آبروئی دائمی آبرو کے حصول کے لئے قبول نہ کی اور نہ جھوڑی سی تکلیف دائمی عیش و عشرت کے لئے قبول کیا اس کے جو سامنے ہے وہی سب کچھ ہے اور جس کا انتظار ہے وہ آنکھوں سے اوجھل ہے ایمان انتہائی کمزور اور شہوت کا بادشاہ حاکم ہے۔ اور یہی دنیا کو ترجیح دینے اور آخرت کو ترک کرنے کا سبب ہے اور یہی حال ظاہر بینوں کا ہے۔ جو ظواہر امور اور ان کے اوائل و مبادی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن وہ گہری نگاہ جو دنیاوی پردوں کو چاک کر کے اس کی آخری حد اور نتائج تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی کچھ اور ہی شان ہے۔

چنانچہ اپنے آپ کو اس نعمت کے حصول کے لئے آمادہ کرو جسے خدا نے اپنے اولیاء اور اطاعت گزار بندوں کے لئے دائمی عیش کے نام سے تیار کر رکھی ہے۔ اور ابدی سعادت اور عظیم کامرانی کو ان کے حصے میں لکھ لیا اس رسوائی سزا اور دائمی حسرتوں کی طرف اپنے نفس کو مائل کرو جسے خدا نے خافلوں اور بیکار لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار کی چیز ہے کہ ان دونوں قسموں میں سے کون تمہارے لئے مناسب ہے ہر ایک اپنے انداز پر کام کرتا ہے۔ اور ہر ایک اپنے مناسب حال تک و دو کرتا ہے۔ جسے وہ بہتر جانتا ہے یہ علاج زیادہ طویل نہیں چونکہ طبیب اور مریض دونوں ہی کو اس علاج کی ضرورت تھی اس لئے ذرا تفصیل سے کام لیا گیا۔ ”و باللہ التوفیق“۔

۱۔ امام احمد نے ۴/۲۷ میں حدیث ام سلمہ کو ابوسلمہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہی حدیث صحیح مسلم (۹۱۸) (۴) میں کتاب الجنائز باب ما یتقال عند المصیبتہ کے تحت حدیث ام سلمہ سے مذکور ہے۔

۲۔ یہ مثل اضبط بن قریح کے اس ضرب المثل فی کل واد سعد بن زید سے لی گئی ہے یعنی ہر طرف مصیبت ہی مصیبت ہے۔

۳۔ یہ بدیع الزماں ہمدانی کے ایک خط کا اقتباس ہے جسے انہوں نے ابو عامر جنی کے پاس اس کے بعض اقارب کی مدت پر تعزیت کے طور پر لکھا تھا دیکھئے رسائل ص ۹۳ (مطبوعہ پریس)

۴۔ غصارة۔ فارغ البالی، مرفہ الحالی ”عقد“ کے مصنف ابن عبد رب نے کیا خوب لکھا ہے۔

أَلَا إِنَّمَا الدُّنْيَا غُصَارَةٌ أَيُّكُمُ إِذَا اخْضَرُّ مِنْهَا جَانِبٌ جَفَّ
جَانِبٌ

بے شک دنیا ایک گنجان درخت ہے جس کا ایک حصہ شاداب رہتا ہے۔ تو دوسرا جانب خشک ہو جاتا ہے۔

۵۔ یہ دونوں شعر امویوں کے مختلف ص ۱۲۵ اور جمادہ ص ۲۰۳ پر مرزوقی کی شرح کے ساتھ اور خزائن الادب ص ۸۷ پر موجود ہے شاعر کا یہ قول الامر امرنا کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہیں ”سوقتہ“ بادشاہ کا ماتحت تختہ صنف ہم خدمت کرتے ہیں اور ناصف بمعنی خادم ہوتا ہے۔

۶۔ ترمذی نے ۲۴۰۴ میں کتاب الزہد باب ما يود أهل العافية في الجنة کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ حدیث عبد الرحمن بن معزاء سے اس طرح مروی ہے ”عَنْ
الاعمش عن السی الزبیر عن جابر“ مگر عبد الرحمن بن معزاء ضعیف ہیں
اعمش سے ان کی احادیث کا محدثین نے انکار کیا ہے۔ اور ثقات ان کی متابعت
و موافقت بھی کرتے اس میں اعمش اور ابوالزہر کا معنیہ بھی موجود ہے۔

- ۷۔ حدیث صحیح ہے اس کو امام احمد نے مسند ۵/۴۲۷/۴۲۹ میں دو طریق سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ صَبَرَ فَلَهُ الصَّبْرُ وَمَنْ جَزِعَ فَلَهُ الْجَزَعُ اور ترمذی نے ۴۰۲۱ میں حدیث انس کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ان اعظم الجزاء من عظم البلاء کہ ثواب کی زیادتی مصیبت کی بڑائی پر ہوتی ہے۔ وان اللہ اذا احب قوما ابتلاهم فمن رضى فله الرضى ومن سخط فله السخط اور اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اگر اس پر رضا کا اظہار کیا تو رضائے الہی کا مستحق ہے اور اگر غصہ کا اظہار کیا تو غضب الہی اس کے لئے ہے اس کی سند عمدہ ہے۔
- ۸۔ بخاری نے ۳/۱۳۸ میں کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمة الاولى کے تحت اور مسلم نے ۹۲۶ میں کتاب الجنائز باب في الصبر في المصيبة عند الصدمة الاولى کے تحت حدیث انس بن مالک کو بیان کیا ہے۔
- ۹۔ امام مسلم نے ۲۸۲۲ میں کتاب الجنة باب صفة الجنة ونعيمها کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

(۸۳) فصل

”رنج و غم“ بے قراری اور بے چینی کا علاج نبوی

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ
 الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ
 الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ
 الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ
 الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ
 الْكَرِيمِ ☆۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے
 وقت فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا
 کوئی معبود نہیں جو انتہائی بردبار
 اور عظیم ہے اس اللہ کے سوا کوئی
 معبود نہیں جو عرش کا عظیم رب
 ہے۔ اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود
 نہیں جو ساتوں آسمانوں اور
 زمین کا رب ہے اور عرش کا رب
 کریم ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَزَبَهُ
 أَمْرٌ قَالَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
 بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ ☆۲

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 جب کوئی بڑا معاملہ پیش آتا تو
 آپ یہ دعا پڑھتے کہ اے ہمیشہ
 زندہ رہنے والے ہمیشہ قائم رہنے
 والے میں تیری رحمت کے ذریعہ
 مدد چاہتا ہوں۔

اور جامع ترمذی ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت منقول ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا هَمَّهُ
 الْأَمْرُ رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ
 فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ
 وَإِذَا اجْتَهَدَ فِي الدُّعَاءِ قَالَ
 يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ ☆ ۳
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سامنے جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو
 آپ اپنی نگاہ آسمان کی جانب
 اٹھاتے اور فرماتے پاک ہے وہ
 اللہ جو عظیم ہے اور جب پوری لگن
 سے دعا کرتے تو فرماتے اے سدا
 زندہ رہنے والے اور ہمیشہ قائم
 رہنے والے۔

سنن ابوداؤد میں ابوبکرہ سے روایت منقول ہے۔

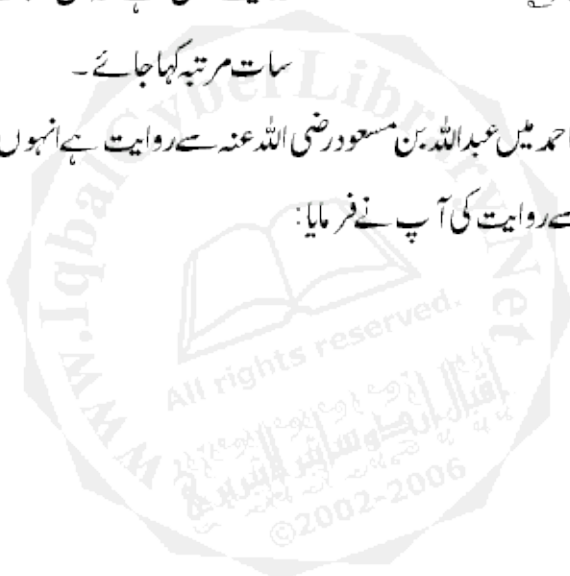
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعَوَاتُ
 الْمَكْرُوبِ اَللّٰهُمَّ رَحِّمْتِكَ
 اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى نَفْسِيْ
 طَرَفَةً عَيْنٍ وَاَصْلَحْ لِيْ شَأْنِيْ
 كُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ☆ ۴
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے
 اے اللہ میں تیری رحمت کا
 امیدوار ہوں مجھے ایک لمحہ کے
 لئے بھی خود کے سپرد نہ کراؤ میری
 سبھی حالت کو درست فرما تیرے
 سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی سلسلہ میں اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں چند ایسے کلمے نہ سکھا دوں جنہیں تو مصیبت
 کے موقع پرورد زبان رکھے یا مصیبت کی حالت میں اسے کہے۔ یہ وہ ہیں۔

اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا اللہ میرا رب ہے اس کے ساتھ
 ۵۰ فِي رِوَايَةٍ أَنَّهَا تُقَالُ کسی کو شریک نہیں بناتا، اور ایک
 سَبْعَ مَرَّاتٍ ☆ ۶ روایت میں ہے کہ ان کلمات کو

سات مرتبہ کہا جائے۔

مسند امام احمد میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا:



مَا أَصَابَ عَبْدًا هَمٌّ وَلَا حُزْنٌ
 فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ ابْنُ
 عَبْدِكَ ابْنُ أُمْتِكَ نَاصِيَتِي
 بِيَدِكَ مَاضٍ فِي حُكْمِكَ
 عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ
 أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ
 لَكَ سَمِيَّتٌ بِهِ نَفْسِكَ أَوْ
 أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ
 أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ
 أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ
 الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ
 الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي
 وَنُورَ صَدْرِي وَجِلَاءَ حُزْنِي
 وَذَهَابَ هَمِّي إِلَّا أَذْهَبَ اللَّهُ
 حُزْنَهُ وَهَمَّهُ وَأَبَدَ لَهُ مَكَانَهُ
 فَرَحًا ☆ ۷

جس بندہ کو کوئی رنج یا غم پہنچے اور وہ
 یہ دعا پڑھے اے خدا میں تیرا بندہ
 اور بندے کا لڑکا اور تیری باندی کا
 لڑکا ہوں میری پیشانی تیرے
 ہاتھ میں ہے میرے بارے میں
 تیرا حکم جاری ہے۔ اور میرے
 بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عدل
 ہے میں تیرے ہر نام کے ذریعہ
 جس کو تو نے اپنے لئے منتخب کیا یا
 اپنی کتاب میں جسے نازل کیا یا
 مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جس
 کو تو اپنے علم غیب میں با اثر قابل
 قبول بنایا اس کے طفیل میں تم سے
 درخواست کرتا ہوں کہ قرآن مجید
 کو میرے دل کی بہار میرے سینے
 کی روشنی اور میرے غم سے نجات
 اور میرے رنج و افتاد سے رہائی کا
 سامان بنا دے تو اللہ تعالیٰ ان
 کلمات کے کہنے کے طفیل میں اس
 کے رنج و غم کو دودھ کر کے اس کی جگہ
 خوشی و مسرت عطا کرے گا۔

ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے

بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ حضرت یونس ذوالنون کی دعا جبکہ
وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ لَا إِلَهَ انہوں نے مچھلی کے بطن میں اپنے
إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي رب کو پکارا یہ ہے تیرے سوا کوئی
كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَلَمْ يَذْغُ معبود نہیں تو پاک ہے میں یقیناً
بِهَارٍ جُلُّ مُسْلِمٍ فِي شَيْءٍ ظالموں میں سے تھا جو مسلمان
قَطُّ إِلَّا اسْتَجِيبَ لَهُ ☆ ۸ شخص کسی بھی ضرورت میں اس
دعا کے ساتھ خدا کو پکارے گا اس
کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔

اور دوسری روایت ہے۔

إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ
مَكْرُوبٌ إِلَّا فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ جب کبھی کوئی مصیبت زدہ اسے
كَلِمَةً أَحْيَى يُونُسَ ☆ کہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت
دور کر دے گا وہ میرے بھائی
یونس کا کلمہ ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا۔

دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو أُمَامَةَ فَقَالَ يَا أَبَا أُمَامَةَ مَا لِي أَرَاكَ فِي الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ هُمُومٌ لَزِمْتَنِي وَذِيُونٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَلَا أَعْلِمُكَ كَلَامًا إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ هَمَّكَ وَقَضَىٰ ذَنْبَكَ قَالَ قُلْتُ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلْ إِذَا صَبَحْتَ وَإِذَا

أَمْسَيْتَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ
وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ قَالَ فَعَعَلْتُ ذَلِكَ
فَإِذْ هَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمِّي وَقَضَىٰ عَنِّي دَيْنِي ☆ ۹

رسول اللہ صلی علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے انصار
میں سے ایک شخص کو جسے ابو امامہ کہتے تھے دیکھا تو فرمایا کہ ابو امامہ کیا بات ہے کہ میں
تمہیں نماز کے علاوہ وقت میں مسجد میں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ اے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے غموں اور قرض کی کثرت نے جکڑ رکھا ہے آپ نے
فرمایا کہ تمہیں چند ایسے کلمات نہ سکھا دوں جسے تم اپنی زبان سے ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ
تمہارے غم کو دور اور تمہارے قرض کو ادا کرے گا راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا جی
ہاں ضرور اے رسول خدا ﷺ آپ نے فرمایا کہ تم صبح و شام یہ کلمات کہا کرو کہ اے خدا
میں رنج و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجزی اور سستی سے تیری پناہ کا طالب ہوں
بزدلی اور بخیلی قرض کے بوجھ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ چاہتا ہوں ابو امامہ نے
بیان کیا کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا
اور میرا قرض بھی ادا کر دیا۔

اور سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حدیث مروی ہے۔ انہوں نے
بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ
لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ
كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ☆ ۱۰

جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم
کر لیا تو خدا اسے ہر رنج سے
رہائی اور ہر تنگی سے کشادگی عطا
فرمائے گا اور ایسے ذریعہ سے
روزی پہنچائے گا۔ جسے وہ
تصور بھی نہیں کر سکتا۔

مسند میں مذکور ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز کی طرف پناہ لیتے۔ ۱۱۔
اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ نماز اور صبر کے ذریعہ مدد طلب کرو۔
(نفرہ: ۴۵)

اور سنن میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم پر جہاد فرض ہے اس لئے کہ وہ جنت کی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے رنج و غم کو دور فرماتا ہے۔ ۱۲۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَثُرَتْ هُمُومُهُ وَغُمُومُهُ فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ☆
جو بہت سے مصائب و آلام کا شکار ہو اسے لا حول و لا قوۃ الا باللہ بکثرت کہنا چاہئے
یعنی اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ ۱۳۔

اور ترمذی میں مذکور ہے کہ ”لا حول و لا قوۃ الا باللہ“ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ۱۴۔

یہ دوائیں پندرہ قسم کی دواؤں پر مشتمل ہیں اگر ان کے ذریعہ بھی رنج و غم و حزن کی بیماری ختم نہ ہو تو سمجھ لو کہ بیماری بہت پرانی اور جڑ پکڑے ہوئے ہے اور اس کے اسباب گہرے ہیں اس لئے مکمل استفراغ کی ضرورت ہے۔

پہلی دوا تو حید ربو بیت کا یقین

دوسری دوا اللہ کے الہ ہونے میں توحید و یکتائی کا اقرار

:

تیسری دوا توحید علمی و اعتقادی

:

چوتھی دوا اللہ تعالیٰ کو اس بات سے مبرا و پاک سمجھنا کہ وہ بندہ پر ظلم کرتا

: ہے یا بلا سبب بندہ سے مواخذہ کرتا ہے۔

پانچویں بندہ کا یہ اعتراف کرنا کہ وہ خود ظالم ہے۔

دوا :

چھٹی دوا خدا کی محبوب ترین چیز کے ذریعہ وسیلہ کرنا جو اس کے اسماء و

: صفات ہیں۔ اور ان اسماء وصف میں سے سب سے مکمل طور

پر معافی کا جامع اسم ”الحی القيوم“ ہے۔

ساتویں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا۔

دوا :

آٹھویں بندے کا پر امید انداز میں اس کا اقرار۔

دوا :

نویں دوا خدا پر پورا بھروسہ اور اسی کے سپرد تمام معاملات اور اس بات کا

اعتراف کہ اس کی پیشانی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ

جسے جس سمت چاہے پھیر دے اور یہ کہ حکم الہی اس پر جاری

ہے۔ اور قضائے الہی سرِ پا عدل و انصاف ہے۔

دسویں دوا اپنے دل کو قرآن کے باغات میں چرنے دے اور قرآن کو اپنے دل کے لئے ایسی بہار سمجھے جیسی بہار جانوروں کے لئے خوشگوار ہوتی ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ شبہات و خواہشات نفسانی کی تاریکیوں کو روشن کرے اور اس کے ذریعہ ہر فوت شدہ چیز سے تسلی حاصل کرے اور ہر مصیبت کا مداوا قرآن پاک کو سمجھے اور سینے کی تمام بیماریوں سے شفا قرآن پاک کے ذریعہ حاصل کرے تو اس کا غم جاتا رہے گا رنج و غم سے رہائی نصیب ہوگی۔

گیارہویں استغفار۔
دوا :

بارہویں توبہ و ندامت۔
دوا :

تیرہویں خدا کی راہ میں سرفروشی۔
دوا :

چودھویں نماز کی پابندی اوقات کے ساتھ ادا نیگی۔
دوا :

پندرہویں طاقت و قوت سے برات اور ان دونوں کو اس ذات کے سپرد کرنا جس کے قبضہ قدرت میں یہ دونوں ہیں۔
دوا :

۱۔ امام بخاری نے ۱۲۳۶۲۲/۱ میں کتاب الدعوات باب الدعاء عند الکرب کے تحت اور امام مسلم نے ۲۷۳۰ میں کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند الکرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی کے ۳۵۲۲ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں یزید بن ابان رقاشی نامی ایک راوی ضعیف ہے۔

۳۔ ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے ۳۴۳۲ میں کتاب الدعوات باب مایقول عند الکرب کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم بن فضل مخزومی ایک راوی ہے جو متروک الحدیث ہے۔

۴۔ ابو داؤد نے ۵۰۹۰ میں باب مایقول اذا اصابک الصدق کے تحت امام احمد نے ۴۲/۵ میں بخاری نے الادب المفرد کے ص ۷۰۱ میں اس کو بیان کیا اس کی سند حسن ہے ابن حبان نے ۲۳۷۰ میں اس کی تصحیح کی ہے اور مصنف سے یہ سب ہو گیا کہ انہوں نے اس حدیث کو مسند ابی ابراہیم الصدیق کی حدیث قرار دیا ہے۔

۵۔ ابو داؤد نے ۱۵۲۵ میں کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغناء کے تحت ابن ماجہ نے ۳۸۸۲ میں حدیث ہلال ابو طعمہ مولیٰ عمر بن عبد اللہ کو عن عمر بن عبد العزیز عن عبد اللہ بن جعفر عن اسماء بنت عمیس کے طریق سے روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے اس کی شاہد حدیث عائشہ ہے جسے ابن حبان نے ۲۳۶۹ میں ذکر کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی تعلیق کلم طیب ص ۳۷ میں وہم کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیا کہ ہلال ابو طعمہ ہولی عمر بن عبد العزیز کے سلسلے میں ہر مصنف کی نگاہ سے اوجھل رہی جس نے صحاح ستہ کے رجال کے تراجم کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ جیسے تہذیب و تقریب اور خلاصہ کے مصنفین حالانکہ ان سب کے نزدیک اس کا ترجمہ کنیت کے ساتھ ہے تہذیب میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو طعمہ اموی مولیٰ عمر بن عبد العزیز کا نام ہلال ہے۔ وہ شامی ہے جو مصر میں رہا اس نے اپنے آقا سے روایت کی اور عبد اللہ بن عمر سے اور ان سے عمر بن العزیز عبد الرحمن بن یزید بن جابر اور عبد اللہ بن لہیعہ نے روایت کی ابو حاتم نے بیان کیا کہ ابو طعمہ تباری مصر ہے اس سے یزید بن جابر کے دونوں بیٹوں نے روایت کی ہے اور ابن یونس نے کہا کہ ہلال مولیٰ عمر بن عبد العزیز کی کنیت ابو طعمہ ہے وہ مصر میں قرآن پڑھتا تھا ابن عمار موصل نے کہا ابو طعمہ ثقہ ہے۔

۶۔ ہم کو اس روایت کے بارے میں واقفیت نہیں البتہ طبرانی نے دعاء میں ذکر کیا کہ اسے تین بار کہا جائے گا۔

۷۔ احمد نے مسند/۳۹۴/۴۵۲ میں اس کو ذکر کیا اس کی سند صحیح ہے ابن حبان نے ۲۳۷۲ میں اس کو صحیح قرار دیا جیسا کہ گذرا۔

۸۔ ترمذی نے ۳۵۰۰ میں کتاب الدعوات باب دعوة ذی النون فی بطن الحوت کے تحت اور احمد نے ۱/۱۷۰ میں اس کو ذکر کیا حاکم نے ۱/۵۰۵ میں اس کی تصحیح کی ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے یہ حدیث ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہی ہے۔ دوسری روایت کو ابن سنی نے ص ۱۱۱ میں بیان کیا اس کی سند میں ضعف ہے۔

۹۔ ابو داؤد نے ۱۵۵۵ میں کتاب المصلوۃ باب الاستغفار کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند میں غسان بن عوف بصری نامی ایک راوی لین الحدیث ہے۔

۱۰۔ ابو داؤد نے ۱۵۱۸ میں کتاب المصلوۃ باب الاستغفار کے تحت اور امام احمد نے ۲۲۳۴ اور ابن ماجہ نے ۳۸۱۹ میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند میں حکم بن مصعب نامی روای مجہول ہے۔

۱۱۔ امام احمد نے ۵/۳۸۸ میں اسے ذکر کیا اس کی سند میں محمد بن عبد اللہ دولیا اور عبد الحزیز ابو حنیفہ کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے۔

۱۲۔ حدیث صحیح ہے اس کو طبرانی نے اوسط میں حدیث ابو امامہ سے اور احمد نے مسند ۵/۳۱۲، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۶، ۳۳۰ میں حدیث عبادہ بن صامت سے اس کو نقل کیا حاکم نے ۲/۷۵۷ میں اس کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

۱۳۔ امام بخاری نے ۱۱/۱۸۰ میں کتاب الدعوات باب قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے ذیل میں اور امام مسلم نے ۴/۲۷۰ میں کتاب الذکر والدعاء کے باب استجاب خفص الصوت بالذکر کے تحت حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

۱۴۔ امام ترمذی نے ۳۵۷۶ میں کتاب الدعوات کے باب فضل لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے تحت حدیث سعد بن عبادہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

----- اختتام ----- حصہ اول -----